ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع (مسلم)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے بیان کرے

مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت

حصہ سوم

قرآن، حدیث، تاریخ اور فن رجال کی روشنی میں

تالیف

علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

شائع کردہ

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ

7/3 - A - I ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰ ۔ فون: 6601410

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ebooks.i360.pk

(جملہ حقوق محفوظ)

عبدالحی عابد lecturer_isl@yahoo.com

نام کتاب ــــــــــ مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت (حصہ سوم)

مصنف ــــــــــ علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی رح

کتابت ــــــــــ حافظ عبدالستار واحدی

صفحات کتاب ــــــــــ ۵۲۰ صفحات

تعداد کتاب ــــــــــ ۶۰۰

قیمت ــــــــــ پچاسی روپیہ صرف (۸۵/-)

مطبع ــــــــــ روحانی ڈائجسٹ پریس۔ ناظم آباد۔ کراچی

ــــــ ناشر ــــــ

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

مکان نمبر ۳-۷-۱-ے، بلاک نمبر ۱، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

فون: [illegible]

ebooks.i360.pk

اُس اللہ بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے اس ناچیز ادارہ کو "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کا تیسرا حصہ ہدیہ ناظرین کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

موضوع تالیف اور مدعائے تحریر کے متعلق تو کتاب ہذا کے پہلے اور دوسرے حصے میں عرض ناشر کے زیر عنوان "گذارش احوال واقعی" میں "اظہاریہ" قدرے وضاحت کے ساتھ ضبط تحریر میں لایا جاچکا ہے اس پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت تو نہ تھی پھر بھی رسماً اور تبرکاً چند تاثرات پیش کئے جارہے ہیں۔

یہ امر باعث تعجب نہیں کہ جب "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کا پہلا اور اس کے بعد دوسرا حصہ منظر عام پر آیا تو اس کی پذیرائی نہ صرف اہل علم اور دینی شغف رکھنے والے حضرات نے کی بلکہ ہمارے علوم دینیہ کے مدارس نے بھی کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصرار کیا کہ اس سلسلہ کو مزید وسعت دی جائے۔ اور وہ تمام غلط عقائد اور موضوع روایات جو ہمارے معاشرے میں مذہبی تقدس حاصل کر چکی ہیں انہیں نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھ کر اس کی اصل پوزیشن عوام الناس کے سامنے لائی جائے۔ یہ بڑا ہی صبر آزما اور کٹھن کام تھا۔ لیکن دوسری طرف مسلمانوں میں عقائد اور فکر و نظر کی جو خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں اس کے پیش نظر اس پر خطر گھاٹی سے گذرنا بھی ضروری تھا۔ ان موضوع روایات کا تواتر کے ساتھ عوام الناس کے کانوں تک پہونچانے کا فریضہ بڑے سلیقہ کے ساتھ ہمارے بیشتر صوفیائے کرام نے اپنی عقیدت اور سادگی کی بنا پر اور ہمارے

ebooks.i360.pk

واعظانِ خوش الحان نے اپنی سحر بیانی کے ساتھ انجام دیا ہے اس میں مزید چاشنی کا کام ہمارے نعت اور منقبت گو شعرائے کرام نے ادا کیا ہے۔ پھر اس کو گائیکی کے روپ میں شہر شہر قریہ قریہ ایسے والہانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ کیا عوام اور کیا خواص سب ہی اس سحر سے متاثر ہوئے ہیں۔

روایت اور درایت کا فن گو بڑا قدیم ہے لیکن اس بات کی کم ہی کوشش کی گئی ہے کہ اس پورے ذخیرۂ علم۔ سے سچ اور جھوٹ کو علیحدہ کیا جائے۔ عربی زبان میں تو اس سلسلہ میں کافی مواد موجود ہے۔ لیکن اردو زبان میں "موضوعات" پر سوائے دو ایک کتابوں کے اور وہ بھی عربی سے اردو میں ترجمہ کے علاوہ کوئی دقیع کام نہیں کیا گیا علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ اس طرف توجہ دی تھی لیکن ایک تو ان کے پاس کام کی کثرت تھی یا ہجوم مشاغل اور دوسرے یہ کہ عمر نے وفا نہ کی اس لئے زیادہ کام نہ ہو سکا۔ موجودہ زمانے میں محترم علامہ حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی کاندھلوی یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جوانِ عظم انتھک محنت اور شب و روز کی دیدہ ریزی کے بعد صحیح سمت میں ایک مثبت کوشش کی ہے اور اردو داں طبقے کے مطالعہ کے لئے خاصا مواد فراہم کیا ہے ان کی اس کاوش کو سراہنے کا وقت، تو پچاس سال کے بعد ہی آئے گا لیکن جو نگاہ دور رس رکھتے ہیں انہوں نے ابھی سے محسوس کر لیا ہے کہ یہ پودا یقیناً بار آور ہوگا اور پھل پھول لا کر ایک نئی بہار کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ کم سواد اخبارات و رسائل اور حکومت کے ذرائع ابلاغ جو بیشتر کم علم حضرات کی بلا تحقیق، دین کے نام پر لکھی ہوئی موضوع روایات پر مبنی مواد، شائع اور نشر عام کرتے رہتے ہیں اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے اہل علم و فضل علماء اور دانشور سامنے آئیں۔ اور اس

ebooks.i360.pk

چھان پھٹک کے کام میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔ اور سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کر کے عوام الناس میں صحیح دینی مواد فراہم کریں۔ ساتھ ہی حکومت (مرکزی، صوبائی، بلدیاتی) کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ذرائع ابلاغ اور اسکول اور کالج کی سطح پر لکھی جانے والی نصابی کتابوں میں ضروری ردّ و بدل کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کو ان دیومالائی داستانوں۔ سے محفوظ کرنے میں سرگرمی سے عمل پیرا ہو۔

وما علینا الا البلاغ

۲۴ مئی ۱۹۸۸ء نظام الدین خان

وضاحت

بعض حضرات کو یہ اعتراض ہے کہ میں بہت سی روایات کے بارے میں اپنی کوئی رائے نہیں لکھتا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر وہ روایات میرے نزدیک درست نہ ہوتیں تو میں انہیں مذہبی داستان میں نقل نہ کرتا۔ گویا اس کتاب میں کسی روایت کا نقل کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ روایت مذکور میرے نزدیک صرف ایک داستان ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

(علامہ) حبیب الرحمٰن صدیقی (کاندھلوی)

ebooks.i360.pk

علامہ امین احسن اصلاحی کا تجزیہ

مخدومی حضرت علامہ صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پچھلے ماہ کے "اشراق" میں جب جناب جاوید صاحب نے "مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت حصہ دوئم" کا مقدمہ چھاپا تو علامہ اصلاحی صاحب نے پڑھ لیا بس پھر کیا تھا اپنے قریبی ساتھیوں کو معہ جناب جاوید صاحب بلا لیا اور فرمانے لگے "میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ" علامہ "کے مستحق دیکھے ہیں ایک علامہ عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمٰن صاحب"۔ تو حضرت یہ تھا تبصرہ اصلاحی صاحب کا۔ چند دن پہلے حضرت کا تازہ تبصرہ ایک صاحب مجھے لکھوا کر گئے ہیں وہ بھی سُن لیں۔ پہلی بات تو حضرت نے یہ پوچھی "کہ یہ نوجوان جنہوں نے "مذہبی داستانیں" لکھی ہے میری طرف سے ان کو کہیں کہ جیسے آپ نے میلادی حدیثیں دیکھی ہیں ایسی ہی فقہی حدیثوں کو بھی دیکھیں"۔ جب ان کو بتایا گیا کہ یہ نوجوان نہیں بلکہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں تو فرمانے لگے: "بھائی یہ تو بہت صدمے کی بات ہے ان کی تحریر تو جوان ہے"۔ پھر بہ آواز بلند ایک گھنٹہ تک دعائیں کرتے رہے۔ اور سب کو تلقین کی۔ "میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں آپ لوگ جہاں تک پہونچا سکیں ان کی کتابیں خاص کر علماء حضرات تک پہونچائیں"۔ اور فرمانے لگے: "میں ایک گھنٹے سے زیادہ مطالعہ نہیں کرسکتا لیکن ان کی کتاب لیکر بیٹھتا ہوں۔ جب تھک جاتا ہوں تو اِدھر اُدھر پھر پھرا کر پھر مطالعہ شروع کر دیتا ہوں"۔ اور حسن صاحب نے آپ کی کتاب پیش کی تھیں اُن کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: "اس نے مجھے پھنسا دیا ہے میں کسی اور کتاب کو دیکھنے سے بھی رہا"۔ جب

ebooks.i360.pk

حضرت سے یہ کہا گیا کہ تیسری جلد بھی چھپ رہی ہے تو فرمانے لگے: "ان سے میری طرف سے درخواست کریں کہ جتنی جلد ہو سکے جلدی چھاپیں اور دعا کریں کہ میں پڑھ کر مروں"۔ آخر میں سب سے کہا کہ "سب سن لو اگر تم نے ان کتابوں کو جگہ جگہ پھیلانے میں کوتاہی کی تو تم اللہ کے مجرم ہو گے"۔

تو حضرت یہ تھا تبصرہ علامہ اصلاحی صاحب کا جو میرے ذمہ لگایا گیا تھا کہ آپ حضرت کاندھلوی صاحب کو کراچی خط لکھیں۔ تو حضرت میں تو ان پڑھ آدمی ہوں جیسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ مجھ سے لکھے جاتے تھے لکھ دیئے ہیں۔ رمضان کی بابرکت راتوں میں آپ کی صحت اور عمر میں برکت کی دعائیں کر رہے ہیں — اللہ تعالیٰ امت پر رحم فرمائے اور آپ سے دین کا اتنا کام لے کر سب کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

فقط والسلام

محمد معاویہ

۱۰ رمئی ۱۹۸۸ء

حاجی پورہ ، باغبان پورہ

لاہور

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ebooks.i360.pk

سرخیاں

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

ماخذ علمی

کتاب	مصنف
القرآن المجید	
الاصابہ فی احوال الصحابہ	ابن حجر
اسد الغابہ	ابن اثیر
الاکمال فی اسماء الرجال	ولی الدین الخطیب
اصح السیر	حکیم عبدالرؤف داناپوری
احکام القرآن	ابوبکر جصاص رازی
ابن ماجہ اور علم حدیث	مولینا عبدالرشید نعمانی
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق دہلوی
آیات بینات	سید مہدی علی خان
اشراف قریش	
انساب الاشراف	بلاذری
ازالۃ الخفا	شاہ ولی اللہ دہلوی
اخبار الطوال	ابوحنیفہ دینوری
اصول کافی	کلینی
الاحتجاج	طبرسی
الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ

کتاب	مصنف
امیر معاویہ کی سیاسی زندگی	حکیم علی احمد
اغاثۃ اللہفان فی مکائد الشیطان	علامہ ابن القیم
الاستدراکات	دار قطنی
الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	شاہ ولی اللہ
بانگ درا	ڈاکٹر سر محمد اقبال
البدایۃ والنہایۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی
تورات	
تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر طبری
تاریخ العرب قبل الاسلام	
تقیید المہمل	ابوعلی غسانی
التتبع	دار قطنی
تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی
تہذیب سنن ابی داؤد	علامہ ابن القیم
تقریب	حافظ ابن حجر

ebooks.i360.pk

کتاب	مصنف
تفسیر القرآن	محمد بن جریر طبری
تذکرۃ الموضوعات	محمد طاہر پٹنی
" "	ابو الفضل القدسی
تاریخ الکبیر	امام بخاری
تفہیم القرآن	علامہ مودودی
تمیز الطیب من الخبیث	عبد الرحمن بن علی الشیبانی
جمہرۃ الانساب	ابن حزم
ناسخ التواریخ	
الجواہر المفیدۃ	حافظ عبد القادر قرشی
سیرت النبی	شبلی و سید سلیمان ندوی
السنن	نسائی
السنن	ابو داؤد
السنن	ابن ماجہ
السنن	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ
سیرت البخاری	عبد السلام مبارکپوری
السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ	ناصر الدین البانی
السیرت	عبد الملک بن ہشام
سیرت عائشہ	سید سلیمان ندوی
السیرۃ النبویۃ	ابو الفداء اسماعیل بن کثیر
سیر اعلام النبلاء	حافظ ذہبی
السنن	دار قطنی
خلفاء راشدین	شاہ معین الدین ندوی
خلافت و ملوکیت	علامہ مودودی
رحمۃ للعالمین	سید سلیمان منصور پوری
روضۃ الاحباب	
ربیع الابرار	جار اللہ زمخشری
رفع اعلام عن ائمۃ الاعلام	ابن تیمیہ
رسالہ النجم لکھنؤ	
الروض الانف	سہیلی
زاد المعاد	علامہ ابن القیم
الزہرہ	خان بہادر اولاد حیدر فوق
شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
شرح مسلم	امام نووی
شرح الفیہ	حافظ عراقی
الشرح الکبیر	حافظ عراقی
الشافی	شرح اصول کافی
الشفاء	قاضی عیاض
الصحیح	مسلم بن الحجاج
الصواعق المحرقہ	ابن حجر ہیثمی
الضعفاء والمتروکین	دار قطنی
الضعفاء الصغیر	بخاری

ebooks.i360.pk

الضعفاء الصغیر — نسائی
طبقات — ابن سعد
العلل — محمد عیسیٰ ترمذی
العواصم من القواصم — ابوبکر بن العربی
عمدۃ القاری — بدرالدین عینی
غریب الحدیث — خطابی
فتح الباری — ابن حجر
فتح القدیر — کمال الدین بن ہمام
الفوائد المجموعہ فی شان ما وقع فی مسلم من الاحادیث المقطوعہ — حافظ رشید الدین عطار
قسطلانی شرح بخاری
قواعد العلوم الحدیث — مولانا ظفر احمد عثمانی
قرآنی اہل بیت — مولانا سراج الحق مچھلی شہری
القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ — ابن تیمیہ
قصص القرآن — مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
الکامل — ابن الاثیر
کشف الغمہ
الکتاب الجامع — ابوالوفاء قرشی
الکفایہ فی علم الروایہ — خطیب بغدادی

لباب النقول فی اسباب النزول — سیوطی
لسان المیزان — ابن حجر
اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ — سیوطی
المعجم الصغیر — طبرانی
مجمع الزوائد — ہیثمی
محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ — خضری بک
مروج الذہب — مسعودی
موطا — امام مالک
المستدرک — حاکم نیشاپوری
مسک الختام — نواب صدیق حسن قنوجی
میزان الاعتدال — ذہبی
المواہب — ابن حجر
المقاصد الحسنہ — حافظ سخاوی
موضوعات کبیر — ملا علی قاری
الموضوعات — ابن الجوزی
مسند احمد بن حنبل — امام احمد
مسدس — حالی
معارف القرآن — پرویز

ebooks.i360.pk

کتاب	مصنف
مقتل حسین	ابو مخنف
مواہب لدنیہ	
معالم التنزیل	بغوی
مدارج النبوت	شیخ عبدالحق دہلوی
المحبر	ابو جعفر محمد بن حبیب
المعارف	ابن قتیبہ
معجم البلدان	یاقوت حموی
منہاج السنہ	ابن تیمیہ
منتہی المقال	
حملہ حیدری	آتش لکھنوی
الوشیعہ	موسیٰ جاراللہ ترکستانی
تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی
تاریخ الخمیس	؟
تاریخ دمشق	ابن عساکر
تاریخ الامت	اسلم جیراجپوری
تنقیح المقال	علامہ سنجاشی
تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز دہلوی
تاریخ مسلمانان عالم	قاری احمد پیلی بھیتی
تفسیر ابن عباس	محمد بن السائب کلبی
تاریخ اسلام	اکبر نجیب آبادی
تاریخ الاسلام والمسلمین	ڈاکٹر مسعود
تخریج مستدرک	ذہبی
تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
حقیقت مذہب شیعہ	حکیم فیض عالم
حیات فاروق اعظم	ابن جوزی
حیات القلوب	ملا باقر مجلسی
جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی
حبل المتین	محلی سیوطی
جلاء العیون	ملا باقر مجلسی
الجرح والتعدیل	عبدالرحمان بن ابی حاتم
الجامع الصحیح	محمد بن اسماعیل بخاری
الجامع لاحکام القرآن	قرطبی
روضۃ الصفاء	

ebooks.i360.pk
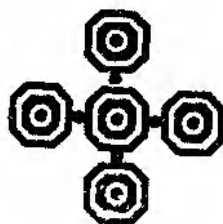
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدمہ

ماخوذ از پروفیسر محمد ایوب قادری (مرحوم)

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام "غلام حلیم" ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی۔ والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) خواجہ محمد امین کشمیری (رح) ——— اور ان کے خسر مولوی نور اللہ بڈھانوی $\frac{۱۱۸۷ھ}{۱۷۷۳ء}$ نے تربیت فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے علوم معقول و منقول میں علامہ روزگار تھے نامور مدرس، مصنف، خطیب، واعظ، شیخ طریقت، مفتی، محدث اور مفسر تھے انہوں نے علوم دینیہ اور ملتِ اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، وہ مرجع علماء و مشائخ تھے تمام عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ و پند اور تلامذہ کی تربیت و اصلاح میں صرف کر دی۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۲۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان مہندیوں میں دفن ہوئے، مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیز (رح) کے انتقال پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہو گئے

فقر و دین، لطف و کرم، فضل و ہنر، علم و عمل

ترجمہ:- عقل و دین، لطف و کرم، فضل و عمل، علم و ہنر ظالم موت کے ہاتھوں بے دست و پا ہو گئے۔

۱۰۰ + ۱ + ۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۴۰ = $\frac{۱۲۳۹ھ}{۱۸۲۴ء}$

شاہ عبدالعزیز کے ایک ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رامپوری (م $\frac{۱۲۶۵ھ}{۱۸۴۹ء}$) لکھتے

بقیہ:

ebooks.i360.pk

"مولوی شاہ عبدالعزیز، علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرۂ آفاق تھے، اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظرہ، اصطرلاب، جرثقیل، طبعیات، الہیات منطق، اتفاق، اختلافات، ملل، نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے فن ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں، جو ثبوت مناسب سمجھتے خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو"

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہند و پاکستان کے مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور تھا وہ محمد شاہ بادشاہ (ف ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کی حکومت کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے احمد شاہ (معزول ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) عالمگیر ثانی (ف ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء) شاہ عالم ثانی (ف ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) اور اکبر ثانی (ف ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر دورِ حکومت دیکھا۔ یہ مغل بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے، شاہ عبدالعزیزؒ کے بچپن میں احمد شاہ اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ عالمگیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریتی میں پھینک دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں یورپ میں بھٹکتا پھرا۔ پھر انگریزوں نے معاہدہ کے بعد سیندھیا کی حمایت میں اس نے دہلی کے اُجڑے تخت کو زینت بخشی۔ مگر بابر و اکبر کا یہ جانشین حسرت و یاس کی زندہ تصویر تھا۔ آنکھ بصارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کس حسرت سے کہتا ہے ؎

صرصر حادثہ برخاست پے خواری ما

داد بر باد سر و برگ جہانداری ما

ترجمہ: حادثات کی گرم ہوائیں چلیں ہمیں ذلیل کرنے کے لئے اور ہماری بادشاہت کے ساز و سامان کو برباد کر دیا۔

لہ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اوّل صفحہ ۲۴۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی سنہ ۱۹۶۰ء۔

ebooks.i360.pk

سنہ ۱۸۰۳ء میں دلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اکبر شاہ ثانی برائے نام پنشن خوار تھا مغل متاخرین کے زمانہ میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں ہنگامہ آرا تھیں، پنجاب میں سکھوں، آگرہ اور بھرت پور میں جاٹوں اور تمام ملک میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا مرہٹوں کے ہاتھوں بستیاں ویران اور غیر آباد ہو چکی تھیں، کسی کی جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا، مرہٹوں نے سترہ حملے تو شمالی ہند پر کئے جن میں پہلا حملہ ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء اور آخری حملہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۰۳ء میں ہوا، مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر یلغار کی پہلی مرتبہ ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء میں آخری مرتبہ ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء میں حملہ آور ہوئے مرزا ظہیر الدین اظفری لکھتے ہیں۔[1]

"یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بد عملی اور بد نظمی کی وجہ سے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دکھنیوں کی مملکت میں آبادی کیونکر باقی رہے گی ہم نے تو اپنی زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکھنیوں کا عمل ہوا تو کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو غرض ہندوستان کی یہ ساری تباہی دکھنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے"۔

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبد العزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ (م ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳ء) کو منظوم عربی حکایت میں لکھا ہے:[2]

"اللہ تعالیٰ سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھا دے بہت برا مزہ بہت جلد بلا تاخیر و مہلت کے، ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا، اور غریب گدڑیوں تک کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا، ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں"۔

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بدحالی سے صوبے دار خود سر ہو چکے تھے بنگال میں علی وردی خاں اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں دکن پر آصف جاہ نظام الملک کا

---

[1] واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری، مرتبہ عبد القادر، بہ تصحیح و ترجمہ محمد حسین محوی ص ۱۱ مدراس سنہ ۱۹۳۷ء۔

[2] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۹،۴۰ (رابطہ ادب کراچی سنہ ۱۹۵۳ء)

ebooks.i360.pk

اقتدار تھا، یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے۔ معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور تمدنی حالات
بد سے بدتر تھے، اس زمانہ کی عام تاریخیں، شخصی وقائع، روزنامچے، شعراء کے شہر آشوب اور دوسرا اہم عنصر
ادب اس موضوع پر خاصی معلومات فراہم کرتا ہے محمد شاہ کے زمانے میں دکن کے ایک رئیس درگاہ قلی خان
(ت ۱۱۸۰ھ / ۱۷۶۶ء) نے دہلی کی سیاحت کی یہ سیاحت نامہ "مرقع دہلی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے پڑھنے
سے شرم و حیا کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور غیرت و حمیت کو حجاب آتا ہے۔ سپاہی اور بادشاہ، عامی اور عالم ہر
شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے۔ عمل سے گریز اس دور کی عام خصوصیت ہے، بدعات اور
محدثات کا زور ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے زمانے میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع
کی حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تو اصلاح و تبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر "شیعیت اور تفضیلیت" کے
بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کوشش اور حسنِ تدبیر سے روکا یہ انہیں کا حصہ تھا اور یہ اس زمانے کا سب سے اہم
مسئلہ تھا آئیے اب ذرا اس مسئلہ کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

مغل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی (شیعہ اور سُنّی) دو مستقل پارٹیاں تھیں، سیاسی
اثر و اقتدار کے لئے ان دونوں پارٹیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایرانی پارٹی اگرچہ اقلیتی پارٹی تھی مگر اثر و اقتدار کے
اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی، وہ بہت تدبر اور تنظیم سے کام کرتی تھی، اور اکثر کامیاب ہوتی تھی۔ اس کا اثر
دربار سے لے کر بازار تک تھا۔ یوں تو اس تنظیم و تفکر کی بنیاد دکن کی شیعہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں ہمایوں
کے دوبارہ ہندوستان آنے پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ اکبر کی پالیسی مذہبی معاملہ میں بڑی آزادانہ تھی، اس
کا فائدہ بھی بلاواسطہ اسی جماعت کو ہوا۔ اس کے زمانے میں نور اللہ شوستری (ت ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰-۱۱ء) دارالسلطنت
لاہور کے قاضی مقرر ہوئے ان کی کتاب "مجالس المؤمنین" مشہور و معروف ہے، جس میں انہوں نے اہلِ سنت کے
اکابر مشائخ و علماء کو "زمرۂ مؤمنین" میں دکھایا ہے، جہانگیر کے زمانے میں زمامِ حکومت نور جہاں کے ہاتھ میں تھی۔
شاہجہاں کے زمانے میں نور جہاں کے بھائی آصف خاں اور اس کے خاندان کو اقتدار حاصل رہا، کیونکہ آصف خاں کی
کوششوں سے شاہجہاں "تختِ شاہی" پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بیٹی ممتاز محل شاہجہاں کی چہیتی بیگم تھی۔
اورنگزیب عالمگیر یوں تو متعصب سُنی مشہور ہے مگر اس کے امراء مصاحبین میں اہلِ تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے

اورنگ زیب کا فرزند، بہادر شاہ اول جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کیا۔ مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں[1]:

"چوں بہ تحقیق خود مذہبِ شیعہ امامیہ را حق می دانست ہمیں مسلک اختیار نمودہ" در ترویج و تقویت مذہبِ شیعہ می کوشید۔"	چونکہ وہ اپنی تحقیق کے اعتبار سے مذہبِ شیعہ امامیہ کو اپنی دانست میں صحیح سمجھتا تھا چنانچہ اسی مسلک کو اختیار کر کے مذہبِ شیعہ کی اشاعت اور راستی کام کے لئے کوشاں رہا۔[2]

اس نے اپنے نام پر "سید" کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خان کے مشورہ سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ" شامل کیا جائے اس حکم سے جمہور اہلِ سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی رنجش سے احمد آباد (گجرات) میں ایک خطیب مارا گیا۔ لاہور میں بات اس سے بھی زیادہ بڑھی بہادر شاہ نے علمائے لاہور کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ مولانا یار محمد کی قیادت میں مولوی محمد مراد و دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے خود مباحثہ و مناظرہ کیا، مگر مولانا یار محمد نے نہایت جرأت اور استقامت سے اعلانِ حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے بادشاہ نے برآشفتہ ہو کر کہا کہ "تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا" تو اس مردِ مجاہد نے جواب دیا[3]۔

"میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا اول تحصیلِ علم دوم حفظ کلام اللہ سوم حج چہارم شہادت، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں عطا کیں، آرزوئے شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں۔"

اس مناظرہ کے نتیجہ کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں[4]:

---

[1] و [2] سیر المتاخرین جلد دوم از غلام حسین طباطبائی ص ۲۰۱، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء [3] تاریخ ہندوستان جلد نہم از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی ص ۲۰ (شمس المطابع دہلی ۱۸۹۶ء) [4] تاریخ ہندوستان جلد نہم از مولوی ذکاء اللہ ص ۲۷۔

ebooks.i360.pk

"اس مباحثہ میں کئی روز لگے ایک ایک آدمی جن میں بعض افغان ثمن داد بھی تھے حاجی یار محمد سے متفق ہوئے شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ اس جماعت کا طرفدار تھا آخر کو جب حیدر نے خطبہ کیلئے عرضی دی تو بادشاہ نے اس پر دستخط کئے کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھایا جائے اس طرح جھگڑا ختم ہوا کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفتہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا"

اس کے بعد سید برادران قطب الملک عبد اللہ خاں (ت ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۲ء) اور امیر الامرا حسین علی خاں (ت ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء) کا دور وزارت آیا اور ان دونوں بھائیوں نے اس قدر اقتدار اور غلبہ حاصل کیا کہ "بادشاہ گر" مشہور ہوئے وہ ملکی سیاست پر ہر طرح چھا گئے۔ ان کے عقائد و نظریات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور انہیں قبول عام حاصل ہوا۔ امیر الامرا حسین علی خان ہر مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو مجلس منعقد کرتے تھے صمصام الدولہ شاہنواز خاں لکھتے ہیں [1]

"احداث مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلاد عظیمہ دکن نمودہ کہ تا حال (۱۱۶۰ھ) است"	گیارہویں اور بارہویں کی مجلس ہر مہینے حیدر آباد دکن میں شروع ہو گئیں کہ آج تک یعنی (۱۱۶۰ھ) تک جاری ہے

فرخ سیر کے دور میں خان دوراں خاں بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے، ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں، بعض مریدین و معتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے، ملتان کے ایک واعظ شیخ عبد اللہ دار السلطنت دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ [2]

"سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے۔"

---

[1] مآثر الامرا، جلد اوّل از صمصام الدولہ شاہنواز خاں ص ۳۳۸ (کلکتہ ۱۸۹۰ء)

[2] تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ ص ۳۱۔

اور شیخ عبداللہ ملتانی نے مسجد جامع میں جمعہ کے دن وعظ کہا کہ[1] "حضرت علیؓ داخل عبا نہیں بلکہ اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنجتن کو پاک کہتے ہیں اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے۔"

انجام یہ ہوا کہ[2]

"جمعہ کے روز کچھ مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیحیں گردن اور بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں، شیخ عبداللہ کے ہواخواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے۔"

دہلی میں عزاداری اور مرثیہ خوانی بڑے زوروں سے ہوتی تھی نواب درگاہ قلی خاں نے اس سلسلہ میں خاصی تفصیل دی ہے، جس طرح دہلی میں "قدم شریف" کے نام مجاوروں نے ایک فرضی زیارت گاہ قائم کر رکھی تھی اور مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے[3] اسی طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں "شاہِ مرداں" اور "پنجہ شریف"[4] کی زیارت قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علیؓ کا نقش قدم ہے[5] اس کی کیفیت یہ تھی کہ[6]

[1، 2] دیکھو تاریخ ہندوستان جلد نہم صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲

[3] قدم شریف کے فرضی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" از محمد ایوب قادری صفحہ ۲۱، صفحہ ۱۳۱ (ادارہ تحقیق وتصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء)

[4] "پنجہ شریف" کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے ملاحظہ ہو نجوم السما صفحہ ۳۶۰ و ملفوظات شاہ عبدالعزیز رح صفحہ ۲۰، ۲۱ -

[5] ملاحظہ ہو مخدوم جہانیاں جہاں گشت" صفحہ ۲۲، ۲۳ عوام کو بہکانے کے لئے اوچ، حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم اور ٹھٹھہ میں حضرت حسین رضؓ کے نقش قدم شیعہ مجاوروں نے مشہور کر دیئے ہیں۔

[6] مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں صفحہ ۲۴ (مقدمہ) م ۳ (متن) حیدرآباد دکن سن طباعت ندارد -

ebooks.i360.pk

"بروزِ شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ محرم کو بروزِ زیارت خاص اہلِ خیا) خصوصیت سے اہل عزا برسم پرسہ داری گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجا لاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا کہ زیارت سے محروم رہے"

مرثیہ خوانی کا بڑا زور ہوتا تھا درگاہ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں[1]

"بنائے مرثیہ بر عجب سوز و گداز	مرثیہ کی بنیاد نہایت سوز و گداز رکھتی ہے
می گزارد و معدن اندوہ است	اور غم و مصائب، آلام و الم کا خزانہ ہے
و کان الم مخزن مصیبت است	اور مجلس عاشورے کا اہتمام و انتظام کے
و گنجینۂ غم، میر اہتمام عاشورخانہ	سربراہ جاوید خان ہوتے ہیں جو تعزیہ داروں
جاوید خاں است و بمراعات	و زیارت کرنے والوں کے لئے آرام و آسائش
زائراں و تعزیہ داراں می پردازد"	بہم پہنچاتے ہیں۔

دوسرے کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے[2]

"میر عبداللہ از تعزیہ داراں	تعزیہ داروں میں میر عبداللہ جناب
جناب حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ	حضرت حسین رض کی شان میں ندیم و عنبرین
السلام است مرثیہ ہائے ندیم و	(شعرا) کے مرثیے نہایت دردناک انداز
حزیں را قسمے باآہنگ ہائے حزیں	میں پڑھتے ہیں کہ سامعین پر بہت ہی
می خواند کہ بے اختیار شور از نہاد	رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کے دل
سامعاں بر می خیزد از کثرت نوحہ	سے آہ و فغاں نکلتی ہے اور نوحہ اور فریاد
و فریاد گوش فلک کر می گردد۔	سے گویا آسمان کے کان بہرے ہو جاتے
.... در ماہ محرم مقدمش ہمہ جا	ہیں، محرم کے مہینے کی آمد ہر جگہ پر واجب
واجب الاحترام، بنوبت در	الاحترام ہے عابدین کے تعزیے اور نوبت

---

[1] دستہ مرقع دہلی صفحہ ۵۰-۵۱، ۵۲

تعزیہ خانہائے مردم عمدہ داری	خانوں میں عزاداری کی مجلس کے مراسم
شود و بتقدیم مراسم عزای پردازند	بڑے احترام کے ساتھ کی جاتی ہے اور
خلائق دراماکن موعودہ بریک دگر	ان مقامات پر ایک دوسرے سے سبقت
سبقت جستہ ہجوم می نمایند"	لے جاتے ہیں جوق در جوق شرکت کرتے ہیں

ایک اور تعزیہ دار اور مرثیہ خوان کا ذکر ملاحظہ ہو[1]

"میر درویش حسین از تعزیہ داران	میر درویش پانچویں آلِ عبا کے تعزیہ داروں
جناب خامس آل عبا است و	میں سے ایک ہیں اور نالہ و فغاں کے رسوم
در تقدیم مراسم شیون بے ہمتا	کی ادائیگی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں اور
آہنگ ہائے برجستہ، انتخابش	اس سلسلے میں انہوں نے نئے انداز
پیش ہمہ کس مسلم الثبوت است	پیدا کئے ہیں، اور ان کا انتخاب ہر ایک کیلئے
وایراد درا دخلے نیست	مانا ہوا ہے اس میں بناوٹ کو دخل نہیں"

دہلی میں تعزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے رزیڈنٹ چارلس مٹکاف کے زمانے (سنہ ۱۸۲۵ء تا سنہ ۱۸۲۷ء) میں تعزیہ داری کے موقعہ پر جھگڑا ہو گیا تو اس نے مفتی اکرام الدین صدر الصدور دہلی (ف سنہ ۱۲۶۰ھ) سے اس کے آغاز و ابتدا کے متعلق استفار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ[2]

"ماہ محرم از قدیم است مگر	ماہ محرم تو مدتوں سے چلا آ رہا ہے مگر
تعزیہ داری نبود ہرگاہ اورنگ	اس میں تعزیہ داری نہ تھی، جس وقت
زیب عالمگیر بادشاہ در دکن رفتند	بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالمگیر
لشکریان شاہی از عبد اللہ	ملکِ دکن گئے شاہی لشکریوں نے
پیرزادۂ دکن کہ در آنجا تعزیہ	عبد اللہ پیر زادہ دکن سے جو کہ وہاں

---

[1] مرقع دہلی صفحہ ۵۳

[2] سیر کریمی از نواب کریم اللہ خان رام پوری صفحہ ۱۶۳ (قلمی المخزونہ صولتیہ لائبریری رام پور)

ebooks.i360.pk

داری می کرد ایں رسم آموختند	تعزیہ داری کرتے تھے یہ رسم تعزیہ
ازاں در شاہجہاں آباد نیز	داری سیکھ لی، اور اس طرح دہلی سے
رسمِ تعزیہ داری جاری گردید"	دہلی میں بھی تعزیہ داری کا رسم جاری ہوگئی

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نے دو معرکۃ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں۔ ازالۃ الخفا کے آغاز میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں،[۱]

"دریں زماں بدعت تشیع	اس زمانے میں شیعیت کی بدعت شروع
آشکار شد و نفوس عوام شبہات	ہوگئی اور عوام کے دلوں میں ان لوگوں
ایشاں متشرب گشت	کی وجہ سے شکوک و شبہات نے جگہ پالی۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امرا و وزرا کی سرپرستی میں شیعت اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہب اور ادب ہر شعبۂ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے اردو شاعری کے اساطین شعرا، میر (۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) فغاں (۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء) سودا (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) سوز (۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۸ء) میر حسن (۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء) انشا (۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) سلیمان شکوہ سلیمان (م ۱۸۳۷ء) نظیر (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) آتش (م ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) ناسخ (م ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور اسی فکر و نظر کے مبلغ و منادی شعرا اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار و خیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی مشائخ شاہ فخرالدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) وغیرہ نے تو اس کو آگے بڑھایا۔ جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے گی اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقمطراز ہیں[۲]

"ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کو تمام تر سُنّی المذہب قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی

---

[۱] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا از شاہ ولی اللہ دہلوی، حصہ ۱ (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

[۲] اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی پی ایچ ڈی (رضا کار لاہور اربعین نمبر ۱۹۶۳ء)

ebooks.i360.pk

اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوئی ہے، چنانچہ نزاریوں کے پیر صدر الدین اور حسن کبیر الدین اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اثنا عشری علماء و مبلغین بھی تصوف کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے جن کا ایک واضح اشارہ ابوالفضل نے بھی آئینِ اکبری میں کیا ہے"۔

یہ تو خاص مرکز دہلی کے حالات کا ایک ہلکا سا نامکمل جائزہ ہے دکن، سندھ اور بنگال کا بھی یہی حال تھا، دکن میں یہ پودا سب سے پہلے بار آور ہوا اور دکن کی شیعہ حکومتوں نے اس کو خوب پروان چڑھایا اس دور میں ایران سے امراء و علماء آئے اور دکن میں قیام پذیر ہو کر اپنے ادارے قائم کر کے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے، آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدرآباد دکن میں جو ریاست قائم کی اس میں شیعہ امیروں، رئیسوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے یہ افکار و نظریات خوب پھیلے، سندھ میں وہ امیرانِ سندھ" کا بھی یہی مسلک تھا۔ تاریخ و ادب اور شعر و شاعری سب میں ان ہی افکار و خیالات کی صدا گونجتی نظر آرہی ہے، سندھی ادبی بورڈ نے اس دور کا جو فارسی لٹریچر شائع کیا ہے اس میں اس کی بھرپور تفصیل ملتی ہے یہاں صرف ایک مثال ملا محمد معین سندھی (ف ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) مصنف "دراسات اللبیب" کی پیش کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو وہ "غیر مقلدیت" کے مبلغ ہیں تو دوسری طرف "رفض و تشیعیت" میں دبے ہوئے ہیں[1]۔ اور یہ اس دور کے متصوفین، شعراء اور امراء کا عام رجحان تھا "امیران سندھ" کے اقتدار کی آخری نشانی "ریاست خیرپور" تھی کہ جس نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری مستعدی سے پورا کیا، سندھ کے دوسرے امیروں اور متصوفین کا بھی یہی حال تھا، تاریخ اوچ کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمٰن بہاولپوری (ف ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) "اوچ میں شیعیت کا آغاز" کی سرخی کے تحت رقم طراز ہیں[2]

"جنید دڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر سہراب

---

[1] دراسات اللبیب کو مولانا محمد عبد الرشید نعمانی نے ایڈٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار و معتقدات کا جائزہ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ دراسات اللبیب ص ۱۰۔ (سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی ۱۹۵۷ء)

[2] تاریخ اوچ از مولوی محمد حفیظ الرحمٰن صفحہ ۱۱۶ دہلی ۱۹۲۱ء۔

ebooks.i360.pk

خان تالپر کے اثر تربیت وصحبت سے مذہب شیعہ اختیار کرلیا اور ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال بخاری (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) بن گیا۔ ... جنڈوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلکِ شیعہ لاکر اوچ اور ریاست بہاولپور میں مروج کیا۔"

عہد فیروزی کے مشہور سہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء کی خانقاہ کا یہ حال ہے اور اس کے سجادہ نشین اب اہلِ تشیع ہیں۔ بنگال اس معاملہ میں سب سے آگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی مرشد "قلی خاں" ایک شیعہ امیر تھے۔ اس کے بعد جب مرشدآباد پر علی وردی خاں کی بالادستی قائم ہوئی تو مرشدآباد اور عظیم آباد اس تحریک کے دو خاص مراکز قائم ہوگئے علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاصہ حصہ لیا ان کے زمانے میں فضلائے ایران جوق در جوق بنگال و بہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ خود بھی روزانہ بعد عصر ان ایرانی افاضل و اکابر کے ساتھ مجلسِ مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الافاضل میر محمد علی فاضل، تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں، مرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے کتاب کافی مصنفہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے دو احادیث روزانہ پڑھی جاتیں اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے[1]

غلام حسین طبا طبائی نے سیر المتاخرین کی ایک فصل میں ان افاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے[2]، جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا۔ غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کربلائی حائری تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے[3]

در تشیع نہایت دبے باک و در کمال استغنا بود۔ | وہ اپنے شیعی اعتقادات میں نہایت نڈر اور بہت بے پروا اور پختہ تھے،

---

[1] ملاحظہ ہو سیرۃ المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹-۶۱۰ ۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء

[2] سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۵-۶۲۰ ۔ [3] سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۳ ۔

ebooks.i360.pk

شاہ حیدری بھاگل پور (بہار) میں مقیم تھے وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے تو ان شاہ صاحب نے کس طرح اپنے معتقدات کی تبلیغ کی ملاحظہ ہو[1]۔

محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار	محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار ہو گئے
شد و بیماریش اشتداد یافتہ،	اور بیماری نے شدت اختیار کر لی
از حیاتش امیدے نماند،	زندگی کی امید نہ رہی اس وقت
دراں وقت شاہ حیدری کہ	شاہ حیدری کہ جن کو مذہبی حنفائکہ
از مبائنت مذہبش نفور اما	سے نفرت تھی لیکن ان کی بہادری
از شجاعتیس راضی و مسرور	سے وہ راضی وخوش تھے، تو ولا محمد غوث
بود بسر وقتش رسیدہ	خاں کے پاس گئے اور ان کے شیعہ
بشرط قبول مذہب تشیع	مذہب کے قبول کر لینے کی شرط پر شفا
ضامن شفائے او شد و	کی ضمانت دی اور انہوں نے قبول
او قبول نمود وشفا یافت و	کر لیا اور اتفاق سے وہ تندرست
ارادت کامل با شاہ	ہو گئے اور عقیدت مندی کے ساتھ
حیدری بہم رسانیدہ	شاہ حیدری کے معتقد ہو گئے اور
مع اولاد مطیع و منقادش	بال بچوں سمیت ان کی پیروی
بود	کرنے لگے۔

اس کے بعد ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں اس کی مدت قیام بھی زیادہ رہا اور اس کے حکمرانوں نے اپنے اپنے عقائد و افکار کی اشاعت میں بہتر گرمی دکھائی۔ اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں (ف ۱۱۵۱ھ ۱۷۲۹ء) ہیں جن کو پہلے مرشد قلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہی (۱۱۳۲ھ ۱۷۲۰ء) میں اودھ کے مستقل صوبیدار ہوئے برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کو تباہ و برباد

[1] سیرۃ المتاخرین صفحہ ۶۱۳ ۔

ebooks.i360.pk

کرایا۔ حکیم نجم الغنی خاں تاریخ مظفری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔[1]

"روز دیگر فردوس آرامگاہ خلعت
میر بخشی گری بہ نظام الملک
فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت
خاں برہان الملک کہ امیدوار
ایں خدمت بود ازحد کبیدہ خاطر
گشت و نادر شاہ را بر فستن
دار الخلافہ شاہجہان آباد ترغیب
نمود و او نمک حرامی ادا کرد خزائن
و دفائن آنجا گوش زد کرد"

دوسرے دن بادشاہ نے نظام الملک
فتح جنگ کو میر بخشی کی خلعت
دی حالانکہ سعادت علی خاں
برہان الملک اس کے امیدوار تھے
وہ نہایت رنجیدہ ہو گئے اور نادر شاہ
کو دار الخلافہ (دہلی) جانے کی ترغیب
دی اور اس طرح نمک حرامی کا
حق ادا کر دیا اور وہاں کے پوشیدہ
خزانوں و دفینوں کی نشاندہی کی۔

مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی گئی۔

"از گفتن او (برہان الملک)
نادر شاہ از میدان قتال کرنال
بہ بہانۂ ضیافت در قلعہ شاہجہان
آباد داخل شدہ والا ارادہ
نادر شاہ چنیں نہ بود چنانچہ
تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد
چنیں یافتہ اند ع بے سعادت
نمک حرام مرد"

اور ان ہی (برہان الملک) کے
کہنے پر نادر شاہ کرنال کے میدانِ
جنگ سے دعوت کے بہانے دہلی
کے قلعے میں داخل ہوئے حالانکہ
نادر شاہ کا ارادہ ایسا نہ تھا
چنانچہ برہان الملک کی وفات
کی تاریخ ایک حرف کے اضافے
سے یہ بنی۔ ع بے سعادت نمک حرام مُرد

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابو المنصور خاں صفدر جنگ (ان ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء) ہوئے

[1] تاریخ اودھ جلد اول از حکیم نجم الغنی ص۸۱ (نو لکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

ebooks.i360.pk

جنہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا۔ صوبہ اودھ سے ملی ہوئی فرخ آباد اور روہیل کھنڈ کی ریاستیں تھیں جن کے حکمراں بنگش اور روہیلہ پٹھان تھے مذہباً یہ لوگ سُنّی تھے۔ اختلافِ مذہب کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کا وجود صفدر جنگ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور انہوں نے ان دونوں مسلم ریاستوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، ان کی اس آرزو کی تکمیل ان کے بیٹے شجاع الدولہ اور پوتے آصف الدولہ کے ہاتھوں ہوئی، برہان الملک اور صفدر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی اودھ میں آئے اور حکومت کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹایا۔ نجم الغنی خاں لکھتے ہیں[1]

"ان (صفدر جنگ) کی سرکار میں سوارانِ مغلیہ بیس ہزار تھے، لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ کا ادھر میلان پاکر ان کا سا لباس پہن کر بات چیت کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے"

صاف ظاہر ہے کہ فوج کی ملازمت کے لئے ایرانی لباس و زبان ضروری تھے تو اناس علیٰ دین ملوکھم کے مصداق معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیرباد کہا ہوگا۔ اختلافِ مذہب کی وجہ سے ان حکمرانوں کے زمانے میں سُنّی علماء و مشائخ کی بہت سی جائیدادیں ضبط ہوگئیں، میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں[2]

"تا حدود سنہ ۱۱۳۱ھ ہنگامۂ علم و علماء درین گل زمین (بلگرام) گرمی داشت تا آنکہ برہان الملک سعادت خان نیشاپوری در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم اودھ شد و اکثر بلاد عمدہ صوبہ الٰہ آباد، نیز دار الخیور جون پور و بنارس و غازی پور و کٹرہ

سنہ ۱۱۳۱ھ کے زمانہ تک علم و علماء کا ہنگامہ (چہل پہل) بلگرام کی سرزمین میں گرم تھا، یہاں تک کہ برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری محمد شاہ کے تخت نشینی کے آغاز میں ہی اودھ کا حاکم ہو گیا اور اکثر بڑے بڑے علاقے الٰہ آباد کے صوبے کے اور جون پور، بنارس، غازی پور، کٹرہ

---

[1] تاریخ اودھ جلد اول از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۹۷

[2] ماٰثر الکرام جلد اول از غلام علی آزاد صفحہ ۲۲۳ ... سنہ ۱۹۱۰ء)

ebooks.i360.pk

دمانک پور و کوڑہ جہاں آباد
وغیرہا ضمیمہ حکومت گردید و
وظائف و سیور لات خانوادہائے
قدیم و جدید یک قلم ضبط
شد و کار شرفائے دیار بہ
پریشانی کشید، و اضطرار مردم
آنجا از کسب علم باز داشتہ
درواج تدریس و تحصیل بآں
درجہ نماند و مدارسے کہ از عہد
قدیم معدن علم و فضل بود یک
قلم خراب افتاد و انجمن ہائے
ارباب کمال بیشتر برہم خورد
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
و بعد ارتحال برہان الملک
نوبت حکومت بخواہر زادہ
او ابوالمنصور خاں صفدر جنگ
رسید و وظائف و اقطاعات
بدستور زیر ضبط ماند و در
اواخر عہد محمد شاہ ۱۱۵۶ھ صوبہ
داری الہ آباد نیز صفدر جنگ
مقرر شد و تتمہ وظائف آں صوبہ

مانک پور، کوڑہ جہاں آباد کو حکومت
کا حصہ بنا لیا پرانے پرانے خاندانوں
کے وظیفے اور مراعات وغیرہ
یک قلم ضبط کر لیے شریف و
نجیب خاندانی لوگوں کا حال خراب ہو
گیا اور اس پریشانی نے لوگوں کو
حصول علم سے باز رکھا اس لیے کہ
وہاں علم حاصل کرنے کا رواج و
آسانیاں پہلے کی طرح نہ رہیں وہ
مدارس جو پرانے زمانے سے علم و فن
کے معدن تھے ایک دم تباہ ہو گئے،
اہل کمال کی انجمنیں اکثر درہم برہم
ہوگئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ برہان الملک کے مرنے
کے بعد حکومت ان کے بھانجے
ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کو ملی
ان کے زمانے میں بھی وظیفے اور
جاگیریں بدستور ضبط رہیں ۱۱۵۶ھ
میں الہ آباد کی صوبہ داری بھی صفدر
جنگ کو ملی اور اس صوبے کے
تھوڑے بہت آخری وظائف جو

ebooks.i360.pk

کرتا حال از آفت ضبط محفوظ	اب تک ضبط سے محفوظ تھے وہ
ماندہ بود بضبط درآمدہ در عہد	بھی ضبط کر لئے گئے، صفدر جنگ
جہاں داد شاہ، صفدر جنگ	جہاں داد کے زمانے میں جو بھی
بپایۂ وزارتِ اعلیٰ صعود نمودہ	وزارت اعلیٰ کے عہدے تک ترقی
نائب صوبہ کار برابر باب وظائف	پا گیا تو وہ ارباب وظائف کو برابر
تنگ تر گرفت وتا حین تحریر	ختم کرتا گیا۔ یعنی اس کتاب کی
کتاب ایں دیار پامال حوادث	تصنیف تک یہ علاقے زمانے کی
روزگار است"	حوادث کا شکار رہے۔

جائیداد اور املاک کی واگزاری کے لئے بہت سے قدیم خاندانوں نے اپنے آبائی مذہب کو خیرباد کہہ دیا اس سلسلہ میں مآثر الکرام کے مقدمہ میں بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[1]

"ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ ان علماؑ و فضلا سے بلگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع میں سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا"

حقیقت یہ ہے کہ سادات بلگرام نے معاشی اور معاشرتی مجبوریوں سے پہلے تفضیلیت اور پھر شیعیت اختیار کی اور آخر زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہو گیا۔ یہاں کی تعزیہ داری نے دور و نزدیک شہرت پائی بلگرام کے صرف ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیہ داری کا حال ملاحظہ ہو[2]

"۱۰ محرم کو گیارہ بجے تک کُل محلہ میدان پورہ کے تعزیے جن کی فہرست درج ذیل معہ بنانے والوں کے ہے جو تعداد میں چوبیس، پچیس کے ہوتے ہمراہ سفید تعزیہ کے گشت میں شامل ہو کر کربلا جاتے مشہور تعزیوں میں بٹھوں کا تعزیہ، کنجڑوں کا تعزیہ کرم میاں پیرزادہ کا

---

[1] مآثر الکرام جلد اوّل (مقدمہ) صفحہ ۱۴۔

[2] تاریخ خطہ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی صفحہ ۲۵۸ (علی گڑھ ۱۹۶۰ء)

ebooks.i360.pk

تعزیہ رسول بخش کا تعزیہ، حیدری فیچہ بند کے تعزیے تھے اس کے بعد برتھالیوں کا ڈوتھالیوں، خیالیوں، معماروں، جوگیاں، ہنود باداں، لگاوراں کے تعزیے امام باڑے میں اگر شریک گشت ہوتے تھے اہلِ ہنود کے یہ لوگ تعزیے بناتے تھے اور شریک عزاداری ہوتے تھے، ایشری شاہ بقال، ہیرالال بھورجی، سوہن بقال، گوکل تنبولی، لچھمن بقال، سوہن نجار.... قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تعزیہ متصل مکان مولوی محمد عالم صاحب پہنچا تو شیخ مظہر حسین مذکور مرثیہ ع

قتل جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

"خاص اپنے چیدہ بازؤں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی ٹیپیں ہیں جو بہت درد آمیز اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اس مرثیے کے سننے کے واسطے تمام بلگرام کے معززین اہلِ ہنود اور حکامانِ تحصیل و تھانہ آتے تھے جمع نہایت کثیر اور پُر رونق ہوتا تھا ہجوم مردماں کی وجہ سے مرثیہ خواں بمشکل ایک دو ہاتھ سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے تھے اس مرثیہ کا جواب بھی اہلِ ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعدہٗ واپسی تعزیہ از کربلا تمام بزرگوار و اہالیان محلہ امام باڑہ میں موجود ہو کر غم امام علیہ السلام میں شریک ہوتے اور مجلس شربت کی ہوتی اور یہی مجلس سوم اور چہلم کو کربلا میں ہوا کرتی تھی"۔

اودھ اور روہیل کھنڈ میں تعزیہ داری کا یہ رنگ بھی نوابان اور شاہانِ اودھ کی ترغیب و تحریص اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بلگرام کی تعزیہ داری کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے نام و مقام کو چھوڑ کر کم و بیش روہیل کھنڈ کے شہر و قصبات میں بھی تعزیہ داری کا یہی انداز تھا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ، بدایوں، اوجھانی، بریلی، پیلی بھیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی زور شور سے تعزیہ داری ہوتی تھی۔ آج کراچی میں تقسیم کے بعد سے تعزیہ داری کا رنگ اس سے بھی چوکھا ہو گیا ہے بات ذرا آگے بڑھ گئی ذکر تھا صفدر جنگ کے جائیدادوں کے ضبط کرانے کا۔ آئینہ اودھ کے مصنف مؤلف ابوالحسن مانکپوری لکھتے ہیں۔

وہ سادات موضع بتی، پرگنہ بہوہ و فتح پور خاص میں مقیم ہوئے مدت تک اولاد ان کی بہ مذہب آبائی اہلِ سنت قائم رہی لیکن بعہد ریاست ابوالمنصور خاں صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار

ebooks.i360.pk

کرتے گئے ہیں[1]

مولانا سید غلام حسین ثانی ساکن بہرائچ) کے دو پسر غلام محمد و غلام رسول ثانی زہوئے یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے، بعد شکست بکسر کے جب صلح نامہ گورنمنٹ انگلشیہ سے ہوا نواب ممدوح الذکر نے حکم ضبطی کل معافیات صوبہ اودھ کا صادر کیا یہ دونوں بھائی بہ طمع بحالی معافی بہ تبدیلیٔ مذہب آبائی (اہلِ سنّت) پابند مذہب امامیہ ہو گئے ہیں[2]

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (ن ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۵ء) سریر آرائے حکومت ہوئے وہ اپنی مذہبی پالیسی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے میں یہ پودا اور بھی برگ و بار لایا، انہوں نے فرخ آباد کے بنگش اور روہیل کھنڈ کے روہیلہ حکمرانوں کا پورے طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب دلیر ہمت خاں مظفر جنگ (ن ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء) کے زمانے میں ۷۳-۱۷۷۲ء میں ریاست فرخ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہو گئی اور ۱۷۷۳ء نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ لوح تاریخی (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مؤلف منور علی خاں لکھتے ہیں[3]

"کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اس میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیہ داری وہیں کی۔ امام باڑہ کپڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیے رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ سفر میں ہوتے ہیں، چنانچہ نواب مظفر جنگ اسی مقام پر شیعہ ہوئے"

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لئے چار گاؤں مال پور کمال پور، نور نگر اور نرولی معاف کیے تھے[4]

---

[1] آئینۂ اودھ از ابوالحسن مانک پوری صفحہ ۱۱۹ (مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۰ء)

[2] آئینۂ اودھ صفحہ ۱۵۵ -

[3] لوح تاریخی از منور علی خاں ورق ۱۲۰ ا (قلمی، سالِ کتابت ۱۲۷۲ھ) (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ)

[4] حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۲۵۹ (طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۳ء)

ebooks.i360.pk

۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی کر دی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت اللہ خاں میراں پور کٹرہ کی جنگ میں شہید ہوئے، تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا اور اس کی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی۔ اہلِ روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا شہر و قصبات بُری طرح تاراج کیے گئے، امراء و روساء اور علماء و مشائخ کو سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں شعائرِ اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔ شیو پرشاد کی کتاب فرح بخش کے حوالہ سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں:[1]

"مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں، آنولہ نواب علی محمد خاں کے عہد میں دار الاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں آنولہ کی دینداری پر بلادِ اسلام کو رشک تھا۔ شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخون محمد رحیم کی مسجد میں جو ایک مقدس اور مجتہد شخص تھے رنڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کراتیں بدفعلی میں مشغول رہتیں ان سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو۔"

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور حق گو صوفی، شیخ، پیرزادہ مدن کی جائیداد ضبط کر لی اور ان کو قید کر دیا، قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ مدن ہیں جن کے متعلق مشہور ہے ؎

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

ضبطی جائیداد کے سلسلہ میں ہم عصر مورخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی مرتب "رقعات" "رقعات لچھمی نراین" لکھتے ہیں:[2]

بعد انقضائے مدت دہ سال	دس سال کی مدت گزرنے کے بعد

[1] تاریخ اودھ، جلد دوم از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۷۱ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

[2] رقعات لچھمی نراین مرتبہ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی صفحہ ۵ (مطبع جعفری کانپور ۱۲۷۹ھ)

ebooks.i360.pk

"کرصحبت شاہ مدن بجہات شتی

کہ اظہار آں محض طول مقال

است ازوزیر الممالک نواب

شجاع الدولہ بہادر برہم خوردہ

ودیہات جاگیر ایشاں کہ قریب

بر محاصل یک لکھ روپیہ بود

بر ضبطِ سرکار دولت مدار

درآمد شاہ موصوف باہمہ

طنطنہ مشیخت وسیادت

محبوس زنداں شدند"

شاہ مدن کی شہرت تمام اطراف

میں پھیلی جس کا یہاں بیان کرنا

محض بات کو طول دینا ہے اور شاہ

مدن کی شہرت سے نواب شجاع الدولہ

برہم ہوئے اور ان کے گاؤں کی

جاگیریں جن کی آمدنی ایک لاکھ روپے تھی

سرکار دولت مدار کی ضبطی میں آگئے

اور شاہ مدن موصوف تمام شان و

شوکت مراتب و سرداری کے ساتھ قید خانے

میں قید کر دیے گئے۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ مظفری میں ملاحظہ ہو[1]

"شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و حاسد شخص تھے شاہ (مدن) صاحب کے احترام سے انہیں دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرف دار تھے" کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادت مند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور ان کی جاگیریں ضبط کر لیں اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگوا لیے اس کے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک کے خونِ ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوش نصیب نہ ہونے دیا حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے

---

[1] نامہ مظفری حصہ دوم از منشی محمد مظفر حسین خاں صفحہ ۴۴، ۲۴۱ (مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء)

ebooks.i360.pk

بعد عالم شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔"

شجاع الدولہ کے عہد کے دو واقعات کی طرف اشارہ اور ضروری ہے کہ اس کے عہد میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبد العلی بحر العلوم (ف ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء) اور ملا محمد حسن فرنگی محلی (ف ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلد کئے گئے، اور ان ہستیوں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ملا عبد العلی بحر العلوم نے ساری عمر شاہجہان پور، رام پور، ہگلی اور مدراس میں غریب الوطنی میں گزاری اور مدراس ہی میں پیوند خاک ہوئے۔ ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان افاضل پر فخر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ اہل لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ (شجاع الدولہ) نے ان کے ساتھ کیسا ننگ انسانیت سلوک کیا۔ ع

آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

ملا عبد العلی بحر العلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیر آبادی لکھتے ہیں[1]

"بعد ازاں بہ سببے از اسباب	اور اس کے بعد کسی سبب کی بناء پر لکھنؤ
لکھنؤ برآمدہ چندے در رام پور	سے نکل گئے اور کچھ عرصہ رام پور میں
ماند و آنجا بہ افادہ و افاضہ	قیام کیا اور اس میں افاضہ کرتے
پرداختند"۔	رہے۔

مؤلف اغصان اربعہ اس سبب کی کسی قدر نشاندہی کرتے ہیں[2]

"درا ثنائے حال او (ملا عبد العلی	ملا عبد العلی بحر العلوم کے ابتدائی
بحر العلوم) را سانحۂ عظیمے در	حالات میں ایک بڑا سانحہ اپنے وطن
وطن پیش آمد، بہ سبب آں	(لکھنؤ) میں پیش آیا۔ جس کی وجہ
صورت قیام در آنجا مناسب	سے انہوں نے وہاں رہنا مناسب
ندیدہ، ہر چند اعانت و امداد	نہیں سمجھا اگرچہ کہ عزیز و اقارب نے

---

[1] تراجم الفضلا از فضل امام خیر آبادی صفحہ ۱۲ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی ۱۹۵۶ء)

[2] اغصان الاربعہ للشجرۃ الطیبہ از ولی اللہ لکھنوی صفحات ۱۲۲ - ۱۲۳ (مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء)

ebooks.i360.pk

از خویشاں و عزیزاں درخواست
آنہا ہم شریک او گشتند
لاکن گفتند کہ ما یاں مدام در
خانہ نمی باشیم.... ملا مذکور فساد
ارباب شہر دیدہ قیام دریں
شہر نتوانست و راہی شاہجہان پور
گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں
مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین
در ملک خود غنیمت دانست
بکمال اعزاز و اکرام اور گرفتہ وجہ
معقول برائے مصارف طلبہ علم
مقرر ساخت و نواب شاہجہاں پور
عبداللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون
قلعہ در حویلی خود اورا جا داد تا
حیات حافظ رحمت خاں مرحوم
ہما جا سکونت
داشت "

ان کو مدد دینے کی درخواست کی
لیکن انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ
گھر میں نہیں رہ سکتے۔ مذکورہ
ارباب شہر کے فساد کو دیکھ کر
وہاں قیام نہ رکھ سکے، اور وہاں
سے شاہجہاں پور چلے گئے۔ وہاں
کے حاکم حافظ رحمت خاں مرحوم
نے مولانا نظام الدین کے بیٹے کو
اپنے علاقے میں آنے کو غنیمت سمجھا
اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ
ان کے طلبائ کے اخراجات و مصارف
کے لئے معقول وظیفہ مقرر کر دیا
اور نواب شاہجہاں پور عبداللہ
خاں مرحوم نے تو آ کر اندرونِ قلعہ
اپنی حویلی میں ان کو جگہ دی۔ اور
حافظ رحمت اللہ خاں مرحوم کی زندگی
تک وہ وہیں مقیم رہے۔

واقعہ یہ تھا کہ بلگرام کا ایک رئیس نور الحسن خاں ملا بحر العلوم کے مدرسے کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی محب اللہ کے مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا محرم کا مہینہ آگیا اس رئیس نے وہاں تعزیہ منگوایا اس بات پر جھگڑا ہو گیا، بحر العلوم کو جان کے لالے پڑ گئے انکو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی وطن نصیب نہ ہوا۔ ملا حسن بھی اسی نوع کے قضیے میں لکھنؤ سے نکالے گئے مؤلف اغصان الاربعہ لکھتے ہیں:[1]

---

[1] اغصان الاربعہ ص۸

ebooks.i360.pk

"بشرارت بعضے از حساد مفسدہ	بعض حاسدین نے وطن میں فساد
عظیم در وطن رو دادہ کہ در	عظیم برپا کر رکھا تھا اور انہیں
آں اہلاک خود را شاہدہ ساخت	اپنی ہلاکت کا خطرہ نظر آرہا تھا
وطعام وطن ممکن ندانستہ راہی	وطن میں آب و دانہ نہ دیکھ کر روہیل
روہیل کھنڈ شد و بقیہ عمر در	کھنڈ چلے گئے اور باقی عمر اس
حمایت حکام آں ملک بسر برد	ملک کی حمایت میں بسر کی رام پور
در رام پور وفات یافت"	میں وفات پائی۔

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (ف ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ کے بعد جلد ہی شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہٰذا نظم و نسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوگئیں روہیلوں کے مرکزی مقامات کے محلات اور سرائیں ضبط ہو کر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف سے ان مقامات پر مقرر ہوئے آنولہ میں نواب علی محمد خاں کے قلعہ میں شیعہ سادات آباد کئے گئے، یہ لوگ ۱۹۴۷ء تک قلعہ کے ایک حصہ چوبرجی میں قابض و دخیل رہے، تقسیم ہند کے بعد یہ تتر بتر ہو گئے، سید السلطان علی بریلوی لکھتے ہیں۔[1]

"شاہانِ اودھ کے عہدِ حکومت میں اہل تشیع حضرات کی مہذب و ذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا۔ روہیل کھنڈ کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان آکر سکونت پذیر ہو گئے اور حکومت کی جانب سے ان کو معقول زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں، بریلی میں حسینی باغ، اگزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام باڑہ وغیرہ اسی عہد کی مشہور یادگاریں ہیں"

محرم کے عزاداری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقمطراز ہیں۔[2]

"سرزمین روہیل کھنڈ میں موجودہ زمانے کی سی دھوم دھام کی محرم داری جس میں باجے تاشے

---

[1] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحہ ۱۸۱

[2] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحات ۳۲۵ - ۳۲۶ -

ebooks.i360.pk

نوبت، علم، تخت، تعزیوں وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا روہیلوں کے دورِ حکومت یا اس سے قبل کے زمانے میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا اس قسم کی تعزیہ داری کا سلسلہ بعد شہادت حافظ الملک والیانِ اودھ کے بست و ہفت سالہ عہدِ سلطنت میں شروع ہوا، کالا امام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور بریلی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں"۔

بسولی میں نواب دوندے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل سرا میں میر مشرف علی کو مقیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنؤ ہوئے تھے، ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل سرا میں رہتی تھی اور یہ حصہ حویلی سادات کہلاتا تھا۔ اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے قیام پاکستان کے بعد بسولی میں وہ فوت ہوئے۔ اسی طرح اوجھانی کا قلعہ جو نواب عبداللہ خاں ولد نواب علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا اسی خاندان کے آخری آدمی سید شید اعلی بن سید حمزہ علی تھے، آصف الدولہ کے زمانے میں اوجھیانی میں د محلہ ساہو کارہ، ایک وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ کو کچھ گاؤں برائے امام باڑہ وقف کئے تھے اس امام باڑہ کی تمام عمارت ختم ہو گئی صرف صدر دروازہ باقی ہے اس خاندان کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے ہو کر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائداد موضع نتا کھیڑا اور بیر پور (ضلع بدایوں) بیچ کر خرد برد کر دی تھی۔

غرض کہ آصف الدولہ کے دور میں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب نشر و اشاعت ہوئی حکومت کی طرف سے تحریص و ترغیب اور تنبیہ و تخویف کے حربے بھی استعمال کئے گئے۔ گزیٹیر مراد آباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو[1]

"اکبر کے عہد سے (نوابان) اودھ کے تسلط و حکومت کے ابتدائی زمانہ تک امروہہ کے تمام سید موخر الذکر مذہب (اہل سنت و جماعت) کے پابند تھے نوابانِ اودھ چونکہ بذات خود غالی شیعہ تھے اس لئے امروہہ کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب[2] (شیعیت) پھر اختیار کرلیا اور

---

[1] گزیٹیر مراد آباد صفحہ ۱۸۴ (مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۱۱ء)

[2] گزیٹیر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب اہل سنت و جماعت تھا۔

ebooks.i360.pk

اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سے دنیوی فوائد بھی ، صحرائی و سکنائی جائداد و املاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے۔

اس سلسلہ میں آل حسن بخشی مؤلف نجبۃ التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو[1]

"سید علی احمد در ابتدا مذہب	سید احمد علی شروع میں اہل سنت
قدیم اہل سنت و جماعت داشت	و جماعت کا مذہب رکھتے
چوں اور دہم دیگر سادات	تھے چونکہ ان کو اور امروہہ
جاگیرداران امروہہ را پئے استخلاص	کے دوسرے سادات کو جن کی
محال جاگیر ضبط کردہ نواب آصف	جاگیریں آصف الدولہ نے
الدولہ کہ دراں وقت متصرف	ضبط کر لی تھیں اور اس وقت
ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ	ان کے قبضے میں اپنی جائیداد
افتاد و چند گاہ آنجا اقامت	کو واگذار کرنے کے لئے اتفاقاً
اختیار کردند و صحبت ہائے	لکھنؤ آنا پڑا وہاں قیام کیا
شیعان آنجا کہ معاون کار آناں	اور وہاں کے شیعوں سے وہ ان
بودند ، برداشتند ، الصحبۃ مؤثرہ	کے معاون بنے اور مصداق
مذہب تشیع اختیار کردند پیش از دریں	صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے شیعہ مذہب
سلسلہ کسے متہم بہ شیعیت نہ شد"	اختیار کر لیا اس سے پہلے وہ شیعہ نہ تھے

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف آئینہ عباسی اس مسلک کی اشاعت کلیۃً ہم دیدہ حال اس طرح بیان کرتے ہیں[2]

"اس شہر (امروہہ) میں بعد سالار غازی کہ آٹھ سو برس پورے ہوں گے اہل اسلام سادات و شرفا بود و باش رکھتے ہیں۔ سب کا ایک مذہب اہل سنت و جماعت تھا جیسا کہ آثار و اطوار

---

[1] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۶۹ (دہلی ۱۹۳۰ء)

[2] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول صفحہ ۲۷۸ ۔

ebooks.i360.pk

(تصانیف و اخبار سے بخوبی ثابت ہے اب عرصہ ۷۵ برس سے بوجہ آنے عملداری نواب ولایت کہ وہی اس مذہب کا موجد ہندوستان میں ہے بمصداق الناس علیٰ دین ملوکہم بعض بعض نے بطمع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تشیع اختیار کیا اب ہمارے سامنے اس مذہب کی ترقی ہوئی"۔

جنہوں نے نوابان اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستان بھی سُنیئے۔ مؤلف تذکرہ کاملان رام پور علی برادران (مولانا محمد علی و شوکت علی مرحومین) کی ننہیال کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں[1]۔

"اودھ کے تسلّطِ روہیل کھنڈ کے وقت امرو ہہ کے امرائے تبدیل مذہب اور حاضری دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا اس لئے کثیر حصہ جائداد کا ضبط ہو گیا"۔

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے سنہ ۱۷۷۴ء میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہوا اور اپنے پیش رو فتح خاں خانساماں (ت ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۲ء) کی حویلی میں مقیم ہوا کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہو کر لکھنؤ اور الہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیہ داری شروع ہوئی شیعہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تعزیہ داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ محلہ بھاجی ٹولہ (حسینی گلی) سے نکالے گئے خواجہ آفتاب کے بعد مسلمان عاملوں میں خواجہ عین الدین، مہدی علی خاں، الماس علی خاں اور حسین علی خاں تھے[2] ان شیعہ حکام کے قیام کی غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیہ داری کے جلوس گذرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ سے ہی اس گلی کا نام "حسینی" گلی پڑ گیا[3] خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے غالی تھے[4]

"وہ ائمۂ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرۂ محرم میں معمول تھا کہ

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰۔

[2] عمدۃ التواریخ (تاریخ بدایوں) از مولوی عبدالحی صفا بدایوانی صفحہ ۳۸-۳۹ (مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۸۷۹ء)

[3] بدایوں کے اس تاریخی کوچہ "حسینی گلی" کی طرف ذرا اشارہ کرنا ضروری ہے ۱۸۸۶ء و ۱۸۷۷ء میں مسٹر لیسب کلکٹر بدایوں کے زمانے میں عشرۂ محرم اور دسہرہ ایک ساتھ پڑے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا ہندو مانع تھے کر

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ebooks.i360.pk

عاشورے کو تمام مال دمتاع و نقد و جنس اور عمارات اور زن و مرد بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہدا کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض ادھار سے زر نقد پہنچا کر مول لیتا تھا جس جگہ تھوڑے دنوں کے لئے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا۔"

بدایوں میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی (رت ۱۹۶۳ء) اپنے ایک مقالہ "بدایوں کے اہل تشیع" میں لکھتے ہیں [۱]

"صورت سنگھ نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا کہ عوام کی تالیف قلوب عطیات سے کی جاوے اور علماء میں سے بھی انتخاب کر کے مخالفت کی آواز کو بالکل اٹھنے نہ دیا جائے چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی، مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی لے کر سکوت اختیار کر لی۔

مفتی صاحب نے علاوہ ہدایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کر لیا اور ان کی اولاد اس وقت تک شیعیت پر قائم ہیں مفتی جی کی ترویج شیعیت سے ان کے اکثر عم زادوں نے شیعیت اختیار کی مفتی جی کے بیٹے مفتی مظفر علی نے "مروج الشیعہ فی البدایوں" لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کرایا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے یہ میرے مکان کی شمالی حد تھی اس امام باڑے کے نام موضع خیر پور [۲] تحصیل

اسی گلی سے تعزیئے نہ نکلیں مسلمان مُصر تھے کہ حسب معمول نکلنے چاہئیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی بستی ہے صرف ایک دو مکان مسلمانوں کے، ایک مسجد اور ایک مزار اس گلی میں ضرور واقع ہیں، اس جھگڑے کے موقع پر مسٹر تیل کمشنر روہیل کھنڈ کے معائنہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام "سید حسین شہید" رکھ کر اسی نام سے "حسینی گلی" منسوب کیا، تنقیح طلب یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندوؤں کا ہے اس راستے سے مسلمانوں کے عَلَم، تعزیئے اور جلوس کیوں نکلے جبکہ وہ محلہ میں آباد نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اودھ کے شیعہ حکام کی وجہ سے تعزیہ داری کے جلوس اسی گلی سے نکلے اور اسی وجہ سے اس گلی کا نام "حسینی گلی" پڑا۔ ؎ تاریخ اودھ جلد دوم صہ ۱۵۲

[۱] بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۹، سائیکلو اسٹائلڈ، کراچی ۱۹۵۹ء مملوکہ محمد ایوب قادری۔

[۲] اس امام باڑے کے لئے خیر پور (ضلع بدایوں) میں ۴۱ م، ایکڑ اراضی وقف تھی، ملاحظہ ہو۔ بدایوں کی معافیات کا دخل نامہ مورخہ ۱۹ اگست ۱۸۷۵ء جاری شدہ صدر بورڈ آف ریونیو شمالی مغربی صوبہ، آگرہ (محمد ایوب قادری)

ebooks.i360.pk

بدایوں میں بانی عطیہ نواب آصف الدولہ ہے۔"

اسی زمانے میں بدایوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوا (ف ۱۲۴۶ھ / ۱۸۲۰ء) ولد مولوی علی دلیل اللہ صدیقی حمید کلنے بھی اثنا عشری مسلک اختیار کر لیا تھا۔ مدتوں لکھنؤ، حیدرآباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان ہی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ بدایوں میں ایک اور امام باڑہ (۱۳۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) میں تعمیر ہوا۔ ضلع بدایوں کے قصبہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات عہد آصفی کی یادگار ہیں۔ اسلام نگر میں ایک امام باڑہ بھی تھا۔ شیعہ سنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں[1]:

"بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم دگر شادی و بیاہ ہوتے ہیں عموماً شیعہ لڑکیوں کی اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اکثر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں، بدایوں شہر (حدود میونسپلٹی) کا کوئی سید، شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں، شیخ صدیقی ہیں نہ حیدری نہ علوی نہ جعفری۔"

نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں رام پور پر چڑھائی کی اور ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا اس واقعہ کی تہہ میں بھی مذہبی جذبہ کارفرما تھا نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے چونکہ وہ آصف الدولہ کے دربار لکھنؤ میں رہ چکے تھے اس لئے نواب کی ترغیب سے انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا انہوں نے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد لکھنؤ کے آئین و قانون وہاں کے مسلمانوں پر جاری کئے تو انہوں نے غلام محمد خاں کو شریک بنا کر محمد علی خاں کو ختم کر دیا۔ بس پھر کیا تھا انگریزوں کو ساتھ لے کر آصف الدولہ نے فوج کشی کی اور مقتول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔

اسی زمانے سے رام پور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رام پور کے تمام نواب اثنا عشری ہوئے نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام باڑہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایٹہ کا مشہور قصبہ ہے یہاں پیرزادوں کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے جس میں نامی گرامی مشائخ گذرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے ان میں اثنا عشری مسلک کی ترویج کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مؤرخ مولوی سید محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں[2]:

---

[1] بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸۔

[2] خاندان برکات از مولوی سید محمد میاں صفحہ ۸۱ - ۸۲ (مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۹۲۷ء)

ebooks.i360.pk

ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فخام سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آئے تھے اور اس دین متین و مذہب مہذب میں تعصب و تغلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور برتاتے رہتے تھے اور اگر اودھ کی رافضی سلطنت کے قرب اور راشد سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہنے والے بعض ہماری نسل کے منتسبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصۂ کثیر و دراز سے ہو گیا تھا، جو بامتداد زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمدہ تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم و فضل ظاہری و باطنی اور ان کی پختگیٔ دین و مذہب و حفاظت شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس ضلالت کو داخل نہ ہونے دیا جہاں تک معلوم ہوتا ہے اول جامیاں صاحب[1] لکھنؤ اور پورب کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کا راغ پختہ کی نسل کی جو حالت ہے وہ میں اوپر بتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہ کے بعد ان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی خاں صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داغ بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں جو شیعہ بتفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی جو نسل مارہرہ سے باہر کوات، بلگرام، باڑی ساندی وغیرہ میں ہے ان میں بھی ایک عرصے شیعیت گھس گئی ہے"

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اس لئے ہم نے اس کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی تھی مولوی سید عبد الحیٔ مصنف گل رعنا لکھتے ہیں[2]

"نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو و لعب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انہوں نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں

---

[1] جامیاں کا نام آل امام بن برکات ہے ۱۱۹۰ھ میں پیدا ہوئے ۸ رمضان ۱۲۴۸ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے دیکھئے خاندان برکات ۲۴-۲۵ ۔ [2] گل رعنا از مولوی عبد الحیٔ صفحہ ۱۵۲-۱۵۳ ۔

ebooks.i360.pk

خاندان سُنّی سے شیعہ ہو گئے اور ان کو جاگیریں ملیں اور جو اپنی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں جو شاہانِ مغلیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں"۔

سیّد غلام علی نقوی مصنف عماد السعادت لکھتے ہیں[1]۔

"و بانی جمعہ و جماعت در اثنا عشریاں در لکھنؤ او (حسن رضا خاں) بودہ است در ہیچ شہرے از شہر ہائے ہندوستان نماز جمعہ و جماعت در مذہب امامیہ رائج نبود بلکہ کسے را گمانِ ایں ہم نہ بود کہ در ایران و بلادِ عرب نماز جماعت در عشریان گزاردہ می شود۔

اثنا عشری شیعوں میں نماز جمعہ و جماعت کی بنیاد حسن رضا خاں نے لکھنؤ میں رکھی ورنہ ہندوستان کے کسی دوسرے شہر میں نماز جمعہ و جماعت امامیہ مذہب میں رائج نہ تھی بلکہ کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایران اور عرب کے شہروں میں شیعوں میں نماز ادا کی جاتی ہے

سیّد کمال الدین حیدر مشہدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں[2]۔

"دوسرا امر خسات دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مؤمنین برائے نام شیعہ تھے اور اپنی عدم واقفیت سے اعمال خلاف بھی کرتے تھے اس قدر ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جواز راہ علم سے واقف تھے طریقہ ہدایت پند و عظ و جماعت نماز علی رؤس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے ہر چند اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی فقط مرزا حسن رضا خاں کی جہت سے ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جواں بخت شاہزادے (فرزند شاہ عالم ثانی) مہمان جناب عالی (آصف الدولہ) تھے کس واسطے کہ وہ سُنّی تھے پہلے نماز جمعہ جماعت میں جناب عالی

---

[1] عماد السعادت از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۰ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء)

[2] قیصر التواریخ جلد اوّل ۱۱۳، ۱۱۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء)

ebooks.i360.pk

(آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے جناب غفران مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہاد (اجتہاد ؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی نے کرائے تھے صالحین مقدسین جو اس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کے صلاح و مشورہ سے جناب غفران مآب کا جانا بھی عتبات عالیات کا ہوا تھا نظر با احتیاط امامت نماز اپنی گوارا نہ کی ان کے واسطے تجویز کی تھی وگر نہ جناب غفران مآب مرزا حسن خاں کے بیٹے کے معلم تھے غرض غفران مآب پیشوا و مقتدائے مومنین ہوئے چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعہ نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم و تلقین سے اکثر جاہل نا واقف اپنے اعمال خلاف سے باز رہے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور دستخط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے"۔

"صالحین و مقدسین" کی نشاندہی کرتے ہوئے سید عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں[1]۔

"شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کر کے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کے اقتدا میں ۱۳ رجب ۱۲۰۰ھ کو نماز ادا کی یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کر لیا نائب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمام مذہب دی"۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں مولوی مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں[2]۔

"وتتیکہ جناب غفران مآب	جس وقت کہ غفران مآب نے اس شہر
دراں بلاد بنائے اقامت جمعہ	میں نماز جمعہ قائم کرنے کی
و جماعت فرمودہ و اشاعت شعائر	بنیاد رکھی اور شریعت کے طریقوں
شریعت نمودہ، باعث آں ملا	کو جاری کیا اس کا سبب
علی مذکور شد کہ بہ ترغیب و تحریص	ملا علی تھے کہ انہی کے کہنے سننے

---

[1] گل رعنا صفحہ ۱۵۰ ۔ [2] نجوم السماء از مرزا محمد علی صفحہ ۳۵۱ (مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۱ھ)

ebooks.i360.pk

"واین امر خیر از نواب آصف
الدولہ وزیرش نواب سرفراز
الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم
کہ از عقیدت مندانِ ملا علی بودند
بظہور پیوست"

سے یہ کارِ خیر نواب آصف الدولہ
اور اس کے وزیر سرفراز الدولہ
مرزا حسن رضا خاں مرحوم و ملا
علی کے عقیدتمندوں میں تھے ظہور
پذیر ہوا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی "ترغیب و تحریص" کے سلسلہ میں یہی مصنف رقمطراز ہے۔[1]

"و درین اثنا قدوۃ الافاضل و
فخر الاماجد والاماثل مقبول بارگاہ
الاعلا محمد علی کشمیری ملقب بہ
بادشاہ طاب ثراہ کہ در علم فقہ
علم اشتہار برافروختہ و در فیض آباد
رحل اقامت انداختہ بود در رسالۂ
در بیان فضیلت نماز جمعہ کہ
از احادیث ماثورہ دیگر آں یا دلہ
شرعیہ واضح است تالیف نمودہ
و خطبہ آنرا بنام نامی جناب نواب
مرحوم (آصف الدولہ) مزین فرمودہ
و در پنج باب مبوب گردانیدہ و
باب چہارم آں را متضمن اسامی
سہ کس را کہ بر طبق تحقیق شاں درین

اسی درمیان قدوۃ الافاضل فخر
الاماجد درگاہِ خداوندی میں مقبول
محمد علی کشمیری جن کا لقب پادشاہ خدا
ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے جو علم و فقہ
دینی میں شہرت رکھتے تھے فیض آباد
اقامت پذیر تھے ایک رسالہ نماز
جمعہ کی فضیلت میں صحیح حدیثوں
اور قانون شریعت سے ثابت
ہے تالیف کی اور نواب آصف الدولہ
کے نام اس کا خطبہ مزین کیا
اس میں پانچ باب قائم کئے
اور اس کے چوتھے باب
میں تین نام جو ان کی تحقیق کی
بنا پر پیش نماز بننے کی

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۷۔

ebooks.i360.pk

بلاد قابلیت پیش نمازی داشتند	قابلیت رکھتے تھے لکھے
نوشتہ باب پنجم را متضمن التماس	اور پانچواں باب وزیر الممالک
کہ بخدمت وزیر الممالک نواب	نواب آصف الدولہ سے
آصف الدولہ مرحوم کردہ و دراں	التماس سے متعلق تھا ارسال
رسالہ مندرج ساختہ مرسل نمودہ"	خدمت کیا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے[1]

"سخن ملا علی در دل نواب مرحوم	ملا علی کی تجویز نواب آصف الدولہ
(آصف الدولہ) استقرار یافت	کے دل کو لگی اور پکا قصد کیا
وچناں تصمیم فرمود کہ ہرگاہ اتفاق	کہ جب بھی جناب مولانا اپنے
مراجعت جناب مولانا از وطن	وطن سے لکھنؤ آئیں نماز جماعت
بلدۂ لکھنؤ افتد تکلیف گزاردن	ادا کرنے عالیجناب زحمت
نماز جماعت باآں عالی جناب	فرمائیں۔ نواب جنت
نماید افتاد نواب جنت مکاں التماس	مکان نے نماز کا حکم دیا
گزاردن نماز بجماعت فرمودہ	اور سختی سے عمل کیا۔
دریں باب مبالغہ از حد گزرانید"	

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ تیار کرایا اور نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی آصفی دور کی سب سے اہم دریافت "درگاہ حضرت عباس" کا قیام ہے، ایک شخص فقیرانام نے ایک عَلَم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور مشہور یہ کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ "حضرت عباس کے ہاتھ میں جو عَلَم معرکۂ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن ہے تو اس کو نکال لے۔" چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو عَلَم نکلا رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۹

ebooks.i360.pk

ہوئی ضعیف الاعتقاد عوام منت مرادیں مانگنے لگے اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمت گار سے خفا ہوگیا اور کہا کہ کل تیری ناک کٹوا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہِ عباس پر منت مانگنے پہنچ گیا۔ آصف الدولہ کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہوگیا ایک روز خادم نے باتوں باتوں میں نواب کو ناراضی کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا "بعنایت خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی"۔ نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے فقیر کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا۔ نجم الغنی خان لکھتے ہیں:-

"نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس عَلَم کی زیارت کے لئے آنے لگے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کرادیا، یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا"۔

نواب آصف الدولہ کے سر برآرائے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خاں (ف $\frac{۱۲۲۹ھ}{۱۸۱۴ء}$) روہیل کھنڈ کی صوبیداری سے معزول ہو کر بنارس پہنچے تو سعادت علیخاں نے نیت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بعد لکھنؤ کی حکومت مجھے مل گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دوں گا چنانچہ آصف الدولہ کے متبنّیٰ وزیر علی خان کے علیحدہ ہونے کے بعد سعادت علی خاں نواب بادشاہ بنے اور ان کی دلی مراد بر آئی، نواب سعادت علی خاں نے درگاہ علم عباس کے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی۔ اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کئے اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی اس کے بعد غازی الدین حیدر نے بلند نقار خانہ بنوایا۔ نوبت اور گھڑیال رکھے گئے اندرون درگاہ، دروازہ اور منبر چاندی کے بنائے گئے اور آرائش کا سامان رکھا گیا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکہ زمانیہ نے درگاہ کا باورچی خانہ تعمیر کرایا۔[1] غرض اس قسم کی درگاہیں قائم کر کے عوام کے لئے عقیدت کے آستانے فراہم کئے گئے۔[2]

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ۳۰۲

[2] ماہنامہ "عارف" لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء میں "رضاکار لاہور" مجریہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قافلہ بنوت لاہور میں"۔ مضمون نگار کا نام حکیم خادم اسلم ہے، جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی رض کی صاحبزادی رقیہ زوجہ مسلم بن عقیل کی پانچ بہنوں کے ہمراہ واقعہ کربلا ۶۱ھ کے بعد ہندوستان آئیں اور لاہور میں "بیبیاں پاکدامناں" کی جو قبریں ہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ebooks.i360.pk

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثنا عشری مسلک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا انگریزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہو گئیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں [۱]

"نواب وزیر اور ان کے خاص محل کے ذاتی اثر نے اس (امامیہ مسلک) کو لکھنوی تمدن کا ایک نمایاں عنصر بنا دیا۔"

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامراء (ت ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے تھے ۱۷۷۱ء میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا امراء کی آپس کی کمزوری، انفاق اور دشمنی نے موقع دیا کہ وہ سب پہ بازی لے گئے وہ اپنے عقائد میں نہایت متصلب اور متعصب تھے مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں [۲]

"نواب نجف خاں مرحوم کہ سرآمد	نواب نجف خاں جو اپنے عہد
امرائے روزگار، اداز شیعان	کے بڑے امراء میں سے تھے وہ
ائمہ اطہار بود"	شیعان ائمہ اطہار میں تھے۔

شیخ غلام ہمدانی مصحفی لکھتے ہیں [۳]

"در عہد شاہ عالم بادشاہ کہ بہ	شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں امیر
سبب بودن امیر الامراء ذوالفقار	الامراء ذوالفقار الدولہ بہادر

یہ ان ہی خواتین کی ہیں مضمون میں کشف و کرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے تاریخ کا منہ چڑایا گیا ہے۔ حیرت تو ہمیں مدیر "عارف" عبد الرحمٰن شوق مصنف "تاریخ اسلام" پر ہے کہ انہوں نے اپنے موقر جریدہ میں کیسے نقل کر دیا۔ پیر غلام دستگیر نامی (رف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از پیر دستگیر نامی صفحہ ۱۳۲/۱۳۳ (لاہور ۱۹۶۰ء)

[۱] لکھنؤ کا دبستان شاعری از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صفحہ ۲۸ (لاہور ۱۹۵۵ء) [۲] نجوم السماء صفحہ ۳۵۳ —

[۳] عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی (مرتبہ مولوی عبد الحق) صفحہ ۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۴ء)

ebooks.i360.pk

الدولہ بہادر در دہلی علوی اہل تشیع بیشتر بود"	کی وجہ سے علوی شیعہ حضرات دلی میں بہت ہوئے۔

ذوالفقارالدولہ نجف خاں امیرالامرا کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلاً اور غلبہ رہا ان کے زمانے میں ان کے مسلک کو جبراً فروغ اور سُنیوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا مظہر جان جاناںؒ لکھتے ہیں۔ [1]

"حال مردم ایں شہر از روزیکہ نجف خاں است از شاہ تا گدا تباہ است"	جس دن سے نجف خاں یہاں شہر میں امیر و غریب سب تباہ حال ہیں۔

اکابر صحابۂ کرامؓ مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت مظہر جان جاناں جیسے شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خواں تبرا کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے۔ [2]

"حضرت ایشان (مرزا مظہر جان جاناں) می فرمود کہ یک بار فقیر را بر مجمع از مرثیہ خوانانِ شیعی اتفاق گذر افتاد ناگاہ یکے از آناں بے ادبی در جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشود چو تاب تحمل و طاقت ضبط آں نماند زمام اختیار از دست رفت"	حضرت مرزا جان جاناں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھ فقیر کا شیعہ مرثیہ خوانوں کے مجمع کی طرف گذر ہوا اچانک ان میں سے ایک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کی زبان کھولی، جس کے برداشت کی قوت نہ رہی اور اختیار کی لگام ہاتھ سے جاتی رہی۔

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابۂ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے بعد حضرت

---

[1] کلمات طیبات (ملفوظات و مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں) مرتبہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی صفحہ ۵ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۵ (مجتبائی نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

ebooks.i360.pk

شاہ عبدالعزیز دہلوی پر تبرا ہوتا تھا۔[1] مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ اور راجل شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی سے روکا تھا اور عقائد اہل سنّت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی امرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں۔[2] ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ[3] نے مرزا صاحب کو شہید کیا ایک ہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے[4]

"در دورۂ نواب نجف خاں بہ	نواب نجف خاں کے عہد میں صرف مذہبی
سبب اختلاف مذہب از دست شخصے	اختلاف کی وجہ ایک شیعہ کے ہاتھوں
شیعہ بضرب طپانچہ رخصت شہادت یافت"	بندوق کی گولی سے شہید ہو گئے۔

ایک قریب العصر مؤرخ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں[5]:

"جناب مرزا کو نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت آکر حضرت کو تنہا پا کر بندوق کی گولی مار دی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا اس زخم نے مرزا مظہر جان جاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچا دیا کہتے ہیں کہ شاہ عالم

---

[1] اخبار رنگیں از سعادت یار خاں رنگین (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) صفحہ ۲۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۹ء) مرزا محمد رفیع سودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہجو کی ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے ؎

کروں چمن میں اگر جا کے غزل خوانی — تو بلبلیں ہوں مرے چہچہے کی دیوانی

تفصیل کے لئے دیکھئے "سودا" از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۶ء)

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کلمات طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و مقامات مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) معمولات مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ)

[3] آب حیات از شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۴ (شیخ مبارک علی، لاہور)

[4] طبقات سخن از مبتلا میرٹھی بحوالہ مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۴

[5] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹ -

ebooks.i360.pk

نے اس سانحہ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالجہ کے لئے تجویز فرمایا اور نجف خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لیے حضور میں پیش کرے۔ جناب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو مضمون لکھا۔

دست شیوہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرانا اپنے کی شکایت غیر سے ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے تو اس کو احقر ہی کے حوالے کر دیں تاکہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں۔"

علی ابراہیم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے[1]

"گویند بہ سبب تعصب مذہب	کہتے ہیں کہ مذہبی اختلاف اور
منع تعزیہ سید الشہدا علیہ السلام	سید الشہدا کے تعزیے کے منع
می نمود بدیں حمیت از دست	کرنے کی وجہ سے دلی کے ایک
یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار و	باشندے کے ہاتھوں ۱۱۹۵ھ ہجری
یک صد نود و چہار ہجری[2] کہ عمر ش	جس وقت آپ کی عمر سو
قریب صد بود کہ مقتول شد"۔	کے قریب تھی قتل کر دیئے گئے۔

علی لطف اس سلسلہ میں کچھ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں[3]۔

"وہ کہتے ہیں کہ ہفتم روز عاشورہ کو لب بام پہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے اور کوئی سردار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے ناگاہ گزر شدوں کا انکے زیر بام سے ہوا اس روہیلے نے کھڑے ہو کر سینہ زنی بھی کی اور موافقت اسلام سے ہوا اور میرزائے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹

[2] گلشن ہند از مرزا علی لطف (تحشیہ و تصحیح از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق) صفحہ ۲۱۶ (حیدرآباد دکن ۱۹۰۶ء)

[3] گلشن ہند صفحہ ۲۱۷ یہ تاریخ غلط ہے۔ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء کو یہ واقعہ ہوا۔

ebooks.i360.pk

جس مقدمہ کو ہو چکے ہوں ہر سال اسے زندہ کرنا کیا بدعت ہے اور لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی خفت ہے یہ گفتگو بجنسہٖ وہ لوگ جو علم اور رشدوں کے ساتھ تھے انہوں نے سُنی اور تعصب کی مرزائے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو رہی آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہار دہم عاشورہ سے ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پر آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر آئے تو یہ گفتگو ایک چوٹ طپنچے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے نلوہ راہ اپنے گھر کی لی"۔

غرض نجف خاں کی امیر الامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں جیسے اجل شیخ دن دہاڑے قتل ہو گئے جن کے ہزاروں مرید و معتقدین پاک و ہند میں پھیلے ہوئے تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر و قبولِ عام تھا اور پھر اس ظلم صریح کی داد نہ فریاد۔

شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں[1]۔

"نجف خاں کہ بر تغافے او	نجف خاں کی شہ سے یہ جرم ہوا
مرتکب ایں امر و شہادت مرزا	اور مرزا کی موت واقع ہوئی اس
شدہ بود ند دوے دراجرائے	نے اس جرم پر حد جاری کرنے
حد تغافل کرد، عنقریب مرد	سے تغافل برتا وہ خود بھی مرا
و اتباع او باہم مجادلات نمودہ	اور اس کے متبعین میں باہم
رخت حیات بربستند نشانے	فسادات ہوئے وہ مرے کہ ان
ازاں ظالماں پیدا نیست۔"	ظالموں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے[2] ع

نجف خاں نماند و نجف خانیش نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش

---

[1] مقامات مظہری از شاہ غلام علی دہلوی صفحہ ۶۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولات مظہریہ از محمد نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۱۴۲ (مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

ebooks.i360.pk

ز لشکر بماند و مرزا شفیع ا شود حاکم تو بفضل ربیع

"نہ نجف خاں رہا اور نہ اس کی نجف خانی (ظالمیت) نہ افسر اسباب باقی رہا اور اس کے ہمدرد رہ گئے۔ نہ نوج رہ گئی اور ایام بہار میں مرزا شفیع کی حکومت ہو گئی"

خود شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد و مصائب اختیار کرنے پڑے اس کا سبب شاہ صاحب کا شیعیت کے خلاف قلمی و لسانی جہاد میں حصہ لینا تھا شاہ صاحب کی جائداد اور املاک ضبط ہوئی اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے۔ مؤلف مناقب فخریہ کا بیان ہے[1]

"فرزندان شاہ ولی اللہ شاہ ولی اللہ مرحوم مغفور کے فرزند
مغفور درانچہ متصدیان سلطانی شاہی عمائد میں تھے حویلی ذاتی
حویلی علیحدہ ساختہ دحویلی را تھی جو ضبط کر لی گئی تھی
بضبط آوردہ بودند"

امیر الروایات میں ہے[2]

"(نجف خاں) نے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان مع زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے اس کے بعد مولانا فخرالدین صاحب کی سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ پھلت روانہ ہو گئے تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے ——— اور شاہ عبدالعزیز صاحب

---

[1] مناقب فخریہ از غازی الدین خاں نظام صفحہ ۱۶ (مطبع احمد دہلی ۱۳۱۵ھ)

[2] حکایات اولیا مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۲ (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء)

شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین دہلوی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی ماخذ یا ہم عصر لٹریچر میں نظر سے نہیں گزرا۔ پھر دہلی سے لکھنؤ یا جونپور جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ وہاں بھی نوابان اودھ کی حکومت تھی اگر جاتے تو روہیل کھنڈ (رام پور) وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جونپور کے اس دور کے کسی شخص نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ebooks.i360.pk

پیدل جونپور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ سوار ہونیکا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے گا۔"

اگرچہ یہ روایت قدرے مبالغہ آمیز ہے مگر ضبطی جائداد کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ جائداد کے متعلق تحریری حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ۳۰ جون ۱۸۰۶ء کو ایک درخواست رزیڈنٹ دہلی کے توسط سے سیکریٹری پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جائداد ضبط ہو چکی ہے وہ واگذشت کی جائے[1] اس درخواست کو قابلِ اعتنا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت کے خانہ میں درج ہے۔

The Resident, Delhi forwards copy and letter from the Superintendent of the Assigned Territory and recommends that the land in Haveli Palam formerly owned by Maulvi Shah Abdul Aziz be restored to him.

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۱۰ جولائی ۱۸۰۶ء سیکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ شاہ عبدالعزیز کی جائداد واگذاشت ہونے کی تجویز منظور کرتی ہے[1]

معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی (کوچہ انبیاء) اور پھر حویلی خاں دوراں خاں (کلاں محل) میں مقیم رہے چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیعہ حضرات کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا۔[2] پھر مکانات واگذاشت ہو گئے ہوں گے اور صحرائی جائداد باقی رہ گئی ہو گی جو انگریزی حکومت کے قیام کے بعد واگذاشت ہوئی۔ مگر ان شدائد و مصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری

---

[1] جائداد اور اس کی واگذاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو" پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈس ان دی پنجاب سیکریٹریٹ" جلد اوّل (دہلی رزیڈنسی ۱۸۰۶ – ۱۸۵۷ء) (لاہور ۱۹۱۱ء) ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو۔

[2] ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی، مولوی محمد علی) صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء)

ebooks.i360.pk

ملفوظات عزیزی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا:[1]

"غازی الدین حیدر جامنصب و جاگیر مجھے طلب کرے تو میں جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے انشاء اللہ خلقت الٰہی کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کرکے ان کو مفید بنا دوں گا اور نئے انداز کی تقریریں کروں گا جو عوام میں مقبول ہوں گی اور لوگ فریفتہ ہوں گے۔"

اس زمانے میں شیعیت کے فروغ کے ساتھ "تفضیلیت" کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا، بلکہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علیؓ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ طاہرین کا دم بھرتے اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ و اشاعت ہوتی ہے اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبدالواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سبع سنابل کا پہلا سنبلہ (باب) تفضیلی عقائد اور متفضلہ سادات ہی کے رد میں لکھا ہے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر و اشاعت میں حضرت شاہ فخرالدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے امام باڑے جاتے، ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سُنی ان کو سُنی سمجھتے تھے[2] ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (بیعت کرنے سے) سب و شتم اور تبرا سے باز آ جاتے ہیں[3]۔ اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام سُنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سُنت میں پنجتن پاک، ائمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک۔ اور دوسرے شیعہ معتقدات و معمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہوا۔ حضرت شاہ فخر دہلویؒ کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلوی (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) روہیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے افکار سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے[4]

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱، [2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۲۱۔ [3] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۷

[4] راز و نیاز حصہ اول حالات و ملفوظات شاہ نیاز احمد بریلوی، مرتبہ نصیرالزماں خاں صفحہ ۹۹، نظامی پریس بدایوں سال طباعت ندارد۔

ebooks.i360.pk

"ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہیں لائے ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آگیا، اس وقت خادماں وغلامان موجود خانقاہ اس خلاف معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنانہ مکان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میرے خانقاہ نہ آنے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے ہو جس میں مولا علی کی شان میں طریق گستاخانہ کا استعمال کیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کرو جب خانقاہ میں آئیں گے یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صاحب نے معذرت کی کہ فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے۔ آج دوپہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے کے لئے خانقاہ میں لے آیا تھا اب فوراً کتاب واپس کرتا ہوں غرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی، تب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے کتاب تحفہ اثنا عشریہ درحقیقت تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا۔"

اس کے بعد مولف راز و نیاز نصیر الدین صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی مزید تخفیف، تنقیص بلکہ تبرا کیا ہے[1] اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی (ف ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) مشہور تفضیلی بزرگ گذرے ہیں[2] انہوں نے روہیل کھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریف "میلاد مصطفوی و مرتضوی" لکھا اور مروج کیا اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے موقع پر گایا جاتا ہے اس سہرے کا پہلا شعر ہے ؎

علی تو شہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا
ملا خلعت یہی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تفضیلیت کی اشاعت تکیہ کاکوری کے مشہور قلندریہ مشائخ کے ذریعہ ہوئی انہوں نے یہ

---

[1] راز و نیاز (حصہ اول) صفحہ ۶۹ - ۷۰، [2] شاہ دلدار علی مذاق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ الواصلین از رضی الدین بدایونی صفحہ ۲۶۲ - ۲۶۴ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

ebooks.i360.pk

صُور اتنی بلند آہنگی سے پھونکا کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔ اضلاع سہارنپور، میرٹھ، مظفر نگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے[۱] دیوبند میں تو تمام شیخ عثمانی) تفضیلی تھے[۲] نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ تفضل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو گئے تھے[۳] شیعہ اور سُنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں[۴]

"دہنواحے کہ زاد و بوم احقر	وہ علاقہ جو میری جنم بھومی اور
است شیعان وسنیاں چناں	وطن ہے وہاں شیعوں اور سنیوں
مخلوط اند کہ رشتہ و رابطہ قرابت	میں بڑا خلط ملط ہے قرابت و
طرفین را بالطرفین محکم و مستحکم است"	رشتہ داری باہم مضبوط و مستحکم ہیں'

دیوبند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد شیعہ مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کیلئے ایک کتاب انوار الہدیٰ لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں۔[۵]

"خاکسار ذرہ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہہ الدین صاحب عثمانی ساکن دیوبند ضلع سہارن پور مضافات صوبہ دار الخلافہ شاہجہاں آباد خدمت ارباب تحقیق میں عرض کرتا ہے کہ سن شعور سے ازروئے عقیدۂ آبائی یہ عاجز متمسک طریقہ اہل سنت و جماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھتا تھا اور فرقہ شیعہ سے بالخصوص ایک قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں درحقیقت در شہ پدری میں سب پہنچا تھا اور اگرچہ متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پہ نہایت مستقل طور سے

---

[۱] حکایات اولیاء صفحہ ۱۴۱، [۲] سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۶۱

[۳] سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۶۲، ۶۳

[۴] فیوض قاسمیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی ۵، ۶ (کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سال طباعت ندارد)

[۵] انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۲ (مطبع اثنا عشری دہلی ۱۳۰۹ھ)

ebooks.i360.pk

قائم تھا اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو۔[1]

"اب بالکل یقین اس بات کا ہو گیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زٹلی کا یہ قول صحیح ہے کہ "السنی متمسک مذہب ناحق بزور مجادلہ"

حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں بعض مشہور مشائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اوپر ہم تے حضرت فخرالدین دہلوی اور شاہ نیاز احمد بریلوی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم ایک واقعہ مجالس رنگیں سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری مریدی کے ذریعہ سے بھی اثنا عشری مسلک کس خوبی سے پروان چڑھا سعادت یار خاں رنگیں لکھتے ہیں۔[2]

"سہارن پور کے قریب ایک اشرافوں کا شہر ہے اس کو منہاروں کا رام پور کہتے ہیں اس میں ایک جدی آدھے سنی آدھے شیعہ آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باعث دین کے نزاع رہتی ہے پر ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہرگاہ فرقہ سنیوں کا کچھ لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم کرتے ہیں اور آزردہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ رام پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کر کے روتے ہیں، قصہ کوتاہ اب کی سال جو فرقہ شیعوں نے سنا کہ میاں صابر بخش پیرزادے نے امام باڑہ بنا کر تعزیہ داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے انہوں نے محرم میں سر بازار جھس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کر کے اپنی ماتم داری اظہار کی تو انہوں نے کمال اس بات کی شادی کی کہ سبحان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ جو چور ہم میں چھپے ہوتے لوگوں کو مرید کر کے گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوئے۔"

---

[1] انوار الہدیٰ صفحہ ۴ -

[2] اخبار رنگیں صفحہ ۱۷، ۱۸ -

ebooks.i360.pk

شاہ میر محمدی (ف ۱۲۱۰ھ/۱۸۲۰ء) حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ ہیں۔[1] صابر بخش (ف ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء) چشتی صابری سلسلے کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں۔[2] حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے ایک مرید و خلیفہ مشہور شاعر مرزا قمر الدین منت (ف ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء) تھے۔[3] انہوں نے کھلم کھلا شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ قمر الدین منت کے متعلق مولوی عبد القادر رام پوری لکھتے ہیں:[4]

"میر قمر الدین منت جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور یگانۂ آفاق جناب مولوی فخر الدین اورنگ آبادی مولد اور دہلوی مرقداً طاب ثراہ کے مرید ہوئے اور ایک عالم کے مرشد ہو گئے۔۔۔ قمر الدین منت نے کچھ عرصہ کے بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا خاں اور حیدر بیگ خاں کا تقرب حاصل کر لیا اپنے کو اثنا عشری ظاہر کیا اور اس راہ (مذہب اہل سنت) سے پھر گیا حیدر بیگ خاں کی رفاقت میں کلکتہ آیا اور مر گیا۔"

قمر الدین منت شاہ ولی اللہ کے پروردش یافتہ اور شاہ عبد العزیز کے عزیز اور شاگرد تھے۔[5] شاہ صاحب نے اصول حدیث کی مشہور کتاب "عجالۂ نافعہ" ان ہی کے لئے قلم بند فرمائی۔[6]

تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور و شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی مجددی (ف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)

---

[1] میر محمدی بیدار کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: مقدمہ دیوان بیدار از جلیل احمد قدوائی صفحہ ۲-۱۴ (ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۵ء) اور مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم (مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸) (لاہور ۱۹۳۳ء)

[2] ملاحظہ ہو علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) صفحہ ۲۹۲، ۲۹۳، آثار الصنادید صفحہ ۲۳، ۲۴، (باب چہارم) (لکھنؤ ۱۸۷۴ء)

[3] قمر الدین منت کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو (۱) علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ (۲) لکھنؤ کا دبستان شاعری از ابو اللیث صدیقی صفحہ ۱۲۹، ۱۳۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵ (۴) فخر الطالبین (ملفوظات شاہ فخر الدین دہلوی) مرتبہ نور الدین حسین صفحہ ۱۹-۲۰ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

[4] علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱۔

[5] قمر الدین منت کے شیعہ ہونے کا اشارہ ملفوظات عزیزی میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۹۲

[6] عجالۂ نافعہ از شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ)

ebooks.i360.pk

اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔[1]

"درویشاں ازیں شہر اسمائے می خوانند و تعویذ ہا می نویسند برائے تسخیر و رجوع خلق و تفضیل جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بر خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم می نمائند و تعزیہ ہا می سازند و مرثیہ ہا می شنوند و امر می کنند بایں دو کار و شنیدن طنبور و سارنگی و بدعتہا طریقہ دارند"

اس شہر کے ایسے افراد جو خود کو درویش کہتے ہیں تعویذیں لکھتے ہیں قوالی کرتے ہیں اور اس طرح مخلوق کی تسخیر کئے ہوئے ہیں اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم پر لاتے ہیں تعزیے بناتے ہیں مرثیے سنتے ہیں اور دونوں کاموں کا دوسروں کو حکم دیتے ہیں طبلہ و سارنگی سننے کی بدعت کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔[2]

"تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن و تصویر پیش خود داشتن و تراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر آں نہادہ خلق را سنگ پرست ساختن و قصر ریش کردن، و نماز تبرک قوم و جلسہ و طمانیت

تعزیے بنانا مرثیہ و قوالی کرنا اپنے سامنے تصویر رکھنا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے نقش کو اس پر رکھنا مخلوق کو بت پرست بنانا، داڑھی کترانا نماز کی برکت، قیام، جلسہ کی طمانیت کو ضائع کرنا، کھیل کود

---

[1] مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ رؤف احمد مجددی، صفحہ ۱۶۱ (لاہور ۱۳۷۱ھ)

[2] ایضاً صفحہ ۱۵۹ ۔

ebooks.i360.pk

غنائے نمودن ولہو باد مرغ	مرغ بازی، ستار وطنبورے کا شغف
جنگا نیدن ونغمۂ تار طنبور	جوگیوں کی ہے اور ایسے اعتقادات
واعمال جوگیاں وانواع اذکار	جو قدما سے ثابت نہیں ہیں
کہ از قدما مردی نیست معمول	اس کو اپنا ناصحابہ کا طریقہ
داشتن طریقہ صحابہ نیست"	نہیں۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں[1]

"شنیدن تار ونغمہ وتعزیہ باد	ستار ونغمہ سننا، تعزیہ بنانا
مرثیہ باد صور تصاویر معاذ	مرثیہ خوانی کرنا، تصور سازی
اللہ اکابر چشتیہ وقادریہ	اللہ کی پناہ بزرگان سلسلہ چشتیہ
رحمۃ اللہ علیہم ما مریداں را	قادریہ رحمۃ اللہ علیہم نے ہم مریدوں
بایں بدعتہا نفرمودہ اند"	کو اس بدعت کا حکم نہیں دیا۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سنت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں، ایک مشہور شیعہ مشنری لقا حیدری بدایونی (ف ۱۹۶۴ء) اپنی خود نوشت حالات میں لکھتے ہیں[2]

"رنگوں کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاند وصاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے منظور تو کر لیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا، بہر حال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے ان کا حلیہ یہ تھا، بہت لانبی داڑھی، عبا و قبا و جبہ و دستار سے مزین لانبا عصا ہاتھ میں متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے، لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے میں نے بھی تعظیم کی، دعا دی چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیر المومنین کی شان میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا

---

[1] ایضاً صفحہ ۹۴ء [2] سرگزشت از لقا علی حیدری صفحہ ۳۶، ۳۷ (کراچی ۱۹۶۳ء)

ebooks.i360.pk

پڑھا، پھر چند منٹ کچھ فضائل اہل بیت اور خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی تقریر کے بعد کہنے لگے : میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری صاحب کا بیان سننے آیا ہوں، وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل و مصائب حضرات اہل بیت اظہار بیان کئے لوگ بے حد متاثر ہوئے، ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا "نجم الحسن[1] سے کہہ دینا کر علی حسین ملا تھا"۔ جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ و کعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں"۔

اس دور میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے وہ اثنا عشری مسلک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ محمد حسین قتیل فریدآبادی (ف $\frac{۱۲۳۳ھ}{۱۸۱۸ء}$) اور مکند رام ندوی لاہور کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نومسلم عقیدتاً شیعہ تھے اور اس مسلک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد و نعت کے بعد منقبت علیؑ یا ائمہ اطہار لکھنا ضرور سمجھتے تھے، وقائع عالم شاہی کا مؤلف کنور پریم کشور فراقی لکھتا ہے[2]

"صلوات بے غایات و نیاز	بے انتہا درود و نیاز حضورؐ کے چچا
بے نہایات بر ابن عم و وصی	کے بیٹے اور ان کے وصی اعظم پر
اعظم او کر مظہر العجائب و	جو مظہر العجائب اسد اللہ الغالب
اسد اللہ الغالب و صاحب	صاحب ذوالفقار اور جنت
ذوالفقار قسیم الجنۃ والنار است"۔	تقسیم کرنے والے کو سزاوار ہیں'

دیا شنکر نسیم مثنوی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں۔

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے۔
یعنی کہ مطیع پنج تن ہے۔

---

[1] نجم الحسن مشہور مجتہد، مہتمم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

[2] وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراقی (مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی صفحہ ۲، رامپور ۱۹۴۹ء)

ebooks.i360.pk

لاجارتن سنگھ زخمی (ف ۱۲۶۹ھ) ایک "قصیدہ ہفت بند" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں (۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) میں لکھا۔ اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں۔[1]

تاب درد و غم ندارد بیش ازیں زخمی دگر
زود رحمے کن بحالش اے شہ والا مقام

تا بکے ایں درد غربت تا بکے ایں رنج سفر
در بریلی باز کے بینم دل خود را بکام

بر تو شاہا صد سلام و بر تو شاہا صد درود
زخمی غم دیدہ را بہر خدا دریاب زود[2]

زخمی اب اس سے زیادہ درد و غم برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے شہ والا مقام (حضرت علیؓ) میرے حالِ زار پر جلد رحم فرمائیے، کب تک سفر کی سختیاں برداشت کروں اور مارا مارا پھروں، اپنے وطن بریلی میں کب اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے میں کامیاب ہو سکوں گا۔

شہ والا آپ پر سیکڑوں درود و سلام
غمگین زخمی کی مدد کو جلد پہنچیے۔

اس دور میں امارت و وزارت، جاگیرداری و منصب داری کے عہدوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور رفاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اسی لئے فریقین اہلِ سنت و اہل تشیع میں مناکحت و مصاہرت کے رشتے بھی ہوتے تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی اشاعت ہوتی تھی قاضی ثناءاللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) اپنے وصیت نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔[3]

"از جملہ تقدیم مصلحت دینی   دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت

---

[1] قصیدہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے دیکھئے معتمد علی گڑھ بابت ماہ اپریل ۱۹۲۶ء۔

[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ فراقی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ قدرکی اور تفضیل کے ساتھ محصور ہوں گے۔

[3] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ (شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد ۱۹۶۴ء)

ebooks.i360.pk

بر مصلحت دنیوی آنست کہ
در مناکحت دینداری کار منظور نہ
دارد و چوں دریں زمانہ
دریں شہر مذہب روافض
بسیار شیوع یافتہ است. و شرفا
بیشتر بر علو نسب یا رفاہ معیشت
نظر می دارند اول رعایت ایں
باید کرد دختر بکسے رافضی یا
متہم برفض اگرچہ صاحب
دولت عالی نسب باشد نباید
داد روز قیامت سوائے دین
و تقویٰ ہیچ بکار نخواہد آمد و
نسب را نخواہند پرسید"

پر فوقیت دینے کا طریقہ کار یہ ہونا
چاہیئے کہ شادی بیاہ میں دینداری کو
مقدم سمجھا جائے چونکہ اس دور اور
اس شہر میں شیعی مذہب بہت
زیادہ پھیل گیا ہے اور شرفا زیادہ
تر عالی نسبی اور دولت و ثروت
کو دیکھتے ہیں، پہلی فوقیت اس
بات کو دینی چاہیئے کہ اپنی بیٹی کو
رافضی یا شیعیت کے قائل شخص کو
نہ دینی چاہیئے. وہ کتنا ہی عالی نسب
اور دولتمند کیوں نہ ہو، قیامت کے دن
تقویٰ کے علاوہ سب کچھ بیکار ہے
نسب کی کوئی پرسش نہ ہوگی.

قاضی صاحب اپنی معرکۃ الآرا تصنیف السیف المسلول کے آغاز میں "مذہب روافض بسیار شیوع یافتہ است" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں[1]۔

"روافض خصوصاً اثنا عشریہ
و زیدیہ دریں وقت و
دیار مذہب اثنا عشریہ ظہور ے
پیدا کردہ و بسبب جہل و حمق
اکثر اہل زماں خصوص بعض

رافضیوں اور خاص طور پر اثنا عشری
اور زیدیوں نے اس دور اور اس ملک
میں شیعی مذہب کو پھیلایا ہے. اور اپنی
بے علمی اور جہالت کے سبب اکثر اس دور کے
لوگ خصوصاً پانی پت کے باشندے جن کے

---

[1] [illegible] قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۲ (مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۸ھ)

ebooks.i360.pk

از اہل بلدہ پانی پت کہ آبا ؤ	باپ دادا سُنّی مذہب رکھتے تھے گمراہ ہوگئے
اجداد شاں اہل سنت وایمان	اس لیے اس فقیر نے چاہا آسان
بودند گمراہ شدند فقیر خواست	فارسی میں ایک کتاب رافضیوں
کہ کتاب بعبارت فارسی آسان	کے رَد میں لکھوں، تاکہ ہر آدمی
در رَد روافض نویسد تا ہر عامی	اور اُن پڑھ اس سے فائدہ حاصل
ازاں نفع گیرد و شاید کہ کسے	کرے، شاید کہ کوئی شخص راہِ
براہ ہدایت آید و اجر و ثواب	ہدایت پائے اور اس کے لکھنے
براقسم عاید گردد"	والے کو ثواب ملے۔

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعی ملتانی کے رَد میں ایک اور رسالہ "شہاب ثاقب لرد الروافض الشیاطین الماردین" تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے کی، نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خاندان میں داخل ہو چکا تھا[ے] ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمرالدین منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے قلمی جہاد فرمایا۔ اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دو معرکتہ الآرا تصانیف ازالۃ الخفا اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین نے مشعلِ راہ کا کام دیا ہوگا، شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور "ہر چہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔ اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی سب سے معرکتہ الآرا تصنیف "تحفہ اثنا عشریہ" ہے جو اپنے موضوع پر نہایت مدلل، مفصل، متوازن اور راسخ کتاب ہے۔ علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں شاہ صاحب کا انداز بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے، کلامی مباحث

ے ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۲ ۔

ebooks.i360.pk

کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے. رشتہ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں.

شاہ صاحب لکھتے ہیں[1]۔

دریں رسالہ انچہ زکتب معتبر	اس رسالے میں جو بھی شیعوں
شیعہ منقول است احتمال	کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے،
افترا و بہتان را دراں گنجائش	اس میں افترا اور بہتان کی گنجائش
نہ بہ زیرا کہ کتب منقول	نہیں، اس لئے کہ وہ کتابیں جن
عنہا از مشاہیر کتب شیعہ	سے نقل کیا گیا ہے معتبر اور مشہور
و معتبرات ایشاں اند باید	شیعوں کی ہیں، اس لئے ان
کہ بے دماغی نفرماید و نقل	سے بے اعتنائی نہ کریں اور نقل کو
را با اصل مطابقت دہد و	اصل سے ملا لیں اور اس سے
از اں نترسد کہ اگر صحت نقل	نہ ڈریں کہ اگر نقل صحیح نکلی تو ماننا
ظاہر شود تقبل آں لازم گردد"	پڑے گا۔"

تحفۂ اثنا عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں[2]۔

"غرض از تسوید ایں رسالہ	اس رسالے کو سیاہ کرنے اور اس
و تحریر ایں مقالہ آں است	مقالے کو تحریر کرنے کا مقصد یہ
کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم	ہے کہ اس ملک میں جس کے ہم
و دریں زماں کہ ما در آنیم	باشندے ہیں جس میں ہم ہیں اثنا
رواج مذہب اثنا عشریہ	عشری اور شیعیت کا رواج اس قدر
و شیوع آں بحدے اتفاق	بڑھ گیا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز صفحہ ۲؛ [2] تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲ (فخر المطابع دہلی ۱۲۶۹ھ)۔

ebooks.i360.pk

افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک
دوکس ازاں خانہ باآں مذہب
متمذہب نباشند و راغب
بایں عقیدہ نشوند لیکن اکثرے
از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود
عاطل و از احوال اصول و
اسلاف خود بے خبر و غافل
می باشند و ہرگاہ در محافل
و مجالس با اہل سنت و جماعت
گفتگو می نمایند کج مج می گویند
و شتر گربہ می آرند حسبۃً للہ
تعالیٰ، بتحریر ایں رسالہ پرداختہ
شد تا در وقت مناظرہ از جادہ
خود بیروں نروند و اصول خود
را منکر نشوند و در بعضے از
امور واقعی شک و تردد را
راہ ندہند و دریں رسالہ التزام
کردہ شد کہ در نقل مذہب
شیعہ و بیان اصول ایشاں و
والزاماتے کہ عائد بایشاں می
شود غیر از کتب معتبرہ ایشاں

جہاں ایک دو شخص اس مذہب
کے پیرو نہ ہوں یا اس مذہب کی
طرف ان کا رجحان نہ ہو۔ لیکن اکثریت
ان کی ایسی ہے جو زیور علم سے عاری
ہے اپنی تاریخ سے ناواقف اور
اپنی روایات سے بے بہرہ ہیں اور
اپنے اسلاف سے بے خبر و غافل
تھی، جب کہ وہ اہل سُنّت کی محفلوں
میں سُنّیوں سے کسی معاملے میں گفتگو
کرتے ہیں اول فول بکتے ہیں اور
بے سر پیر کی ہانکتے ہیں۔ یہ خالصتاً
اللہ واسطے یہ رسالہ ضبط تحریر
میں لایا گیا ہے۔ تاکہ ایسی مناظرے
میں راہ راست سے نہ ہٹ
سکیں۔ اور اپنے ہی اصول کے
منکر نہ بن سکیں اور بعض سچی باتوں
میں شک نہ کر سکیں اور اس میں
خاص طور پر یہ لحاظ رکھا گیا ہے
کہ مذہب شیعہ کے نقل میں اور ان
اصول کے بیان میں اور ان الزامات
میں جو ان پر عائد ہوتا ہے ان کی اپنی

ebooks.i360.pk

منقول عنہ نباشد" معتبر کتابوں کے علاوہ کوئی حوالہ نہ ہو

تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ الواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول، درکیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آں بفرق مختلفہ

باب دوم، درمکائد شیعہ وطرق اضلال وتلبیس

باب سوم، درذکر اسلاف شیعہ علماء وکتب ایشاں

باب چہارم، دراحوال اخبار شیعہ وذکر رواۃ اینہا

باب پنجم، درالہیات

باب ششم، درنبوات

باب ہفتم، درامامت

باب ہشتم، درمعاد

باب نہم، درمسائل فقہ

باب دہم، درمطاعن خلفا ثلثہ وام المؤمنین ودیگر صحابہ

باب یازدہم، درخواص مذہب شیعہ، اوہام، تعصبات، ہفوات

باب دوازدہم، درتولا وتبرا

باب اول، شیعہ مذہب کی جڑ اور مختلف فرقوں سے ان کا لگاؤ۔

باب دوم، شیعوں کی حیلہ بازی ان کی گمراہی کے طریقے اور تلبیس

باب سوم، شیعہ کے قدیم علما اور ان کی کتابیں۔

باب چہارم، شیعوں کے احوال اور ان کے راویوں کا تذکرہ۔

باب پنجم، مسئلہ الہیات۔

باب ششم، نبوات کے بارے میں

باب ہفتم، مسئلہ امامت کے بارے میں۔

ebooks.i360.pk

باب ہشتم، مسئلۂ آخرت کے بارے میں ۔

باب نہم، فقہی مسائل کے بارے میں ۔

باب دہم، خلفائے ثلاثہؓ کی شان میں برائی اور ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ و دیگر صحابہ کی مذمت میں ۔

باب یازدہم، شیعہ مذہب کے خواص، اوہام، تعصبات اور خرافات کے بارے میں۔

باب دوازدہم، ولایت و تبرّا کے بارے میں۔

شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ بارہویں صدی کے گذرنے کے بعد لکھا ہے خود فرماتے ہیں[1]۔

"بعد از انقضاء قرن ثانی عشر از ہجرت خیر البشر علیہ التحیۃ و السلام صورت تالیف پذیرفتہ و جلوظہور گرفتہ"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارہ سو سال بعد یہ کتاب تالیف ہو کر منظر عام پر آئی، یہ عجیب و غریب نسخہ (رسالہ) جس کا نام تحفۂ اثنا عشریہ ہے

خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں[2]

"ایں نسخۂ عجیبہ کہ مسمیٰ بہ تحفہ اثنا عشریہ است بعد از گزشتن دوازدہ قرن صدی از ہجرت حضرت خیر الانام علیہ و علیٰ اہل بیتہ و اصحابہ التحیۃ و السلام سمت تحریر یافت نقش اختتام پذیرفت"

یہ عجیب و غریب کتاب کہ جس کا نام تحفۂ اثنا عشریہ ہے بارہ صدی ہجری کا گذرنے بعد ضبط تحریر میں آئی اور اختتام پذیر ہوئی ۔

تحفۂ اثنا عشریہ $\frac{۱۲۰۴ھ}{۱۷۸۹-۹۰ء}$ میں تالیف ہوا کسی نے تاریخ تالیف کہی ہے[3]

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲-۱، ۱۳۸، [2] تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲-۱، ۱۳۸، [3] ملفوظات عزیزی صفحہ ۷۔

ebooks.i360.pk

تحفہ رایک فن مداں کہ درد — سوئے ہر معرفت سراغ آمد

سوئے الفاظ معانی اش بنگر — ہست دریا کہ در ایاغ آمد

بسکہ نور ہدایت است دریقین — سال تصنیف او "چراغ" آمد

(قطعہ تاریخ) تحفۂ اثنا عشریہ کو محض ایک فن پارہ نہ سمجھنا بلکہ اس سے معرفت کا پتہ

ملتا ہے۔ اس کے الفاظ و معانی پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے

چونکہ یہ کتاب یقین و ہدایت کا نور ہے اسی رعایت سے اس کی تصنیف کا سال "چراغ" سے نکلتا ہے

تحفۂ اثنا عشریہ کے رد میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (رف ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۹-۲۰ء) نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نزہت اثنا عشریہ ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱-۹۲ء میں تالیف کی۔[۱] تحفۂ اثنا عشریہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں امیر الامرا کے مرنے کے بعد لکھا گیا، مرزا کا انتقال ۶ اپریل ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء میں ہوا ہے۔

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پر مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم، اور اس کی پارٹی کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیع، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے[۲] اول الذکر افراسیاب اور مرزا شفیع نجف خاں کے مرنے کے بعد ہی دونوں امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہوئے[۳] ان دونوں کے خاتمہ کے بعد مہادا جی سندھیا اور غلام قادر روہیلہ کا عمل دخل ہوا مگر اس وقت بھی شیعہ امرا زین العابدین (برادر مرزا نجف خاں) نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر بری طرح چھائے ہوئے تھے ان لوگوں کے اقتدار تشیع کے عام غلبہ اور اودھ کے نواب وزیر کے سیاسی اثر و استیلا کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور

---

[۱] نجوم السماء کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نزہت اثنا عشریہ کی تالیف کو اسّی سال ہو گئے (ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۳۵۹)

[۲] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷، (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

[۳] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷، (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

ebooks.i360.pk

انہوں نے مصنف کی حیثیت سے اپنا غیر معروف تاریخی نام "غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد"[۱] لکھا ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ نے تشیعیت اور تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو رد کرنے میں بہت کام کیا شاہ صاحب لکھتے ہیں۔[۲]

"غرض کہ منظور رد این مذہب	اس رسالے کا مقصد شیعہ مذہب
بود کہ مردم بدیدن این	کا رد تھا تاکہ لوگ اس کتاب کو
کتاب در آن اعتقاد سست	دیکھ کر اس مذہب کے بارے میں
شوند یا ترک نمایند الحمد للہ	سست اعتقاد ہو جائیں یا اس کو
کہ این معنی حاصل شد منظور	چھوڑ دیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقصد
فقیر ازیں مقدمات سلوک	حاصل ہو گیا اس فقیر کے پیش
این طریق جدید براذہان	نظر اس کتاب کے ذریعے عقلمندوں
اولی الالباب وطالبان را	کو راہ راست دکھانا اور حق جویوں
صواب بود الحمد للہ کہ حاصل	کو سیدھی راہ دکھانی تھی۔ اللہ کا
شد"	شکر کہ وہ پوری ہوئی۔

مرزا محمد علی مولف نجوم السماء لکھتے ہیں[۳]

"چوں فاضل عزیز تحفہ خود	جب فاضل عزیز (شاہ عبدالعزیز) نے اپنے
را ظاہر نمود، ضلالت شیوع	تحفہ (تحفہ اثنا عشریہ) کو عام کیا تو شیعوں
گرفت و مردم جہاں	نے گمراہ کن باتیں کیں اور علاقہ کے ناعاقبت
ناحق بیں بطرف آں	اندیش لوگوں کو ان کی طرف کر دیا۔
گردیدند"	

---

[۱] شاہ عبدالعزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا۔

[۲] فتاویٰ عزیزی جلد اول (بہ تصحیح مولوی محمد احسن نانوتوی) صفحہ ۱۳۱ - (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ)

[۳] نجوم السماء صفحہ ۳۵۲ -

ebooks.i360.pk

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق سرسید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں[1]

"اوائل حال میں فرقہ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقہ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے حضرت (شاہ عبدالعزیز) نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفہ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیز سے باوجود کثرت ضخامت تصنیف کی کہ وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقہ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف ظرافت جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہے۔"

سرسید احمد خاں نے ۱۸۴۴ء میں تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارھویں باب کا اردو ترجمہ "تحفہ حسن" کے نام سے شائع کیا۔[2] یہ دونوں باب خلفائے ثلثہ، ام المومنین اور صحابہؓ کے مطاعن کے جواب اور تولا و تبرا کے بیان میں ہیں، سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نور الحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا چنانچہ سید صاحب خود اس میں لکھتے ہیں،

"مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استاذی مولوی نور الحسن کاندھلوی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا۔"[3]

یہ تحفہ اثنا عشریہ کا (جزوی طور سے) پہلا اردو ترجمہ ہے جو سرسید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس ملک کا اس قدر زور تھا کہ سرسید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی، حالانکہ جب علامہ شبلی نے "الفاروق" کی تالیف شروع کی تو سرسید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کہیں شیعہ سنی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

---

[1] تذکرہ اہل دہلی (آثار الصنادید باب چہارم از سرسید احمد خاں) مرتبہ احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۵۳، ۵۴۔ (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء)

[2] سیرت فریدیہ از سرسید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی) صفحہ ۱۷ (پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۴ء)

[3] سرسید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۳۵ (ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۴ء)

ebooks.i360.pk

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں۔[1]

"تحفہ اثنا عشریہ فی الحقیقت ایک عہد آفریں کتاب ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے اس کی تالیف میں بیحد محنت اور جانفشانی سے کام لیا اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ازالۃ الخفا اور بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث کی تھی لیکن ایسی جامع ومانع کتاب کوئی نہ تھی فی الحقیقت تحفہ اثنا عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے کتاب کا مطبوعہ نول کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے لیکن چونکہ بیان میں بڑے ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے اس لیے مطالب و معانی اور دلائل وحوالے بے شمار آگئے ہیں کتاب کے جامع ومانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات وبیانات کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیعہ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور تواریخ وتفسیر میں سے فقط ان ہی چیزوں کو چنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں کتاب کی زبان اور طرز بیان بھی متین اور مہذبانہ ہے"

علمائے شیعہ نے تحفہ کے رد میں پوری کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی شاہ عبدالعزیزؒ کے علمی وقار و مرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی تو یہ الزام تراشا کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اس بات کو شہرت دی کہ یہ کتاب مسروقہ ہے اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی "صواعق محرقہ" کا فارسی ترجمہ ہے[2] لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شدومد سے کیا گیا چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنوی (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض رفع ہو جاتا ہے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ کے ماخذ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں[3]

"دروقت تصنیف تحفہ اثنا

تحفہ اثنا عشریہ کے تصنیف کے

---

[1] رود کوثر از شیخ محمد اکرم صفحہ ۷۰۱، ۷۰۵ (لاہور ۱۹۵۸ء)

[2] نجوم السماء صفحہ ۳۵۳، ۵۳۸؛ [3] فتاویٰ عزیزی جلد اوّل صفحہ ۱۲۹، ۱۳۱ ۔

ebooks.i360.pk

عشریہ از کتاب ہائے اہل سنت
کہ در رد مذہب شیعہ وکتب
شیعہ کہ در رد مذہب اہلِ سنت
تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ
بود قسم اول درجا ولہ این
مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت
خلفائے ثلثہ در رد آں مثل
نواقض الروافض و مرافض
الروافض وصواعق محرقہ
وشرح تجرید از طرف اہل سنت
ومسائل النواصب و رد
شبہات الاحور واظہار الحق
وسفینۃ النجات از طرف شیعہ
قسم دوم آں کتاب ہا است
کہ در مسئلہ امامت و شروط
آں و مواقع آں بہ تفصیل
تصنیف شدہ مثل بحث
امامت در شرح مقاصد و
شرح مواقف و طوالع الانوار
واربعین از طرف اہل سنت
وتصانیف علامہ حلی و مقداد

وقت اہل سنت کی کتابیں جو مذہب
شیعہ کے رد میں تھیں اور شیعوں
کی کتابیں جو اہلِ سنت کے جواب
میں تھیں ان کی تین قسمیں پیش نظر
تھیں، پہلی قسم اثباتِ خلافت
خلفائے ثلاثہ کے جھگڑے، اور
اس کے رد میں سنیوں کی طرف
سے جو کتابیں سامنے تھیں وہ
نواقض الروافض و مرافض الروافض
وصواعق محرقہ و شرح تجرید از
طرف اہل سنت ومصائب النواصب
در رد شبہات الاحور واظہار الحق
سفینۃ النجات شیعوں کی طرف سے
دوسری قسم ان کتابوں کی جس میں
مسئلہ امامت اس کی شرائط اور
مواقع مفصل تصنیف ہوئی تھی
امامت کی بحث سے متعلق سنیوں
کی جانب سے شرح مواقف
طوالع الانوار واربعین اور
تصانیف علامہ حلی ومقداد اور
شیعوں کی جانب سے حدائق مولقہ

ebooks.i360.pk

و حدائق موبقہ در ردّ صواعق	صواعق محرقہ کے جواب میں ہیں
محرقہ ومقدا د از طرف شیعہ	تیسری قسم ان تصانیف کی ہیں کہ
قسم سوم آں است کہ تمام	جس میں تمام شیعوں کے مذہبی
مذہب شیعہ راہم در الہیات	اعتقادات، الہیات اور آخرت
وہم در معاد وہم در امامت	حدیثوں کے روایت کورد کیا ہے
وہم در روایت احادیث وہم	
در اصول ردّ "	

تمت بالخیر

پنج تن

علامہ عبدالقدوس ہاشمی

سورۂ نوحؑ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَاتَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَاسُوَاعًا وَّلَایَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ○	اور وَدّ۔ سُواع۔ یَغُوث۔ یَعُوق اور نَسر کو نہ چھوڑو۔

اس آیت میں قوم نوحؑ کے پانچ بتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وَدّ۔ سُوَاع۔ یَغُوث۔ یَعُوق اور نَسر یہ پانچوں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کے گھر والوں کو شیطان نے سمجھایا کہ ان کی یادگار منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قبریں بناؤ اور اس پر معتکف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس طرح یہ پانچوں افراد قوم نوحؑ کی ایک نمایاں شخصیت بن گئے۔ یہ پانچوں قبریں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد کے ذریعہ قوم نوحؑ کو ورثہ میں ملیں۔ بھلا ایک تقلید پرست قوم اپنے بزرگوں کو کیسے چھوڑتی۔ لہٰذا یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے کہ ان بزرگانِ دین کو نہ چھوڑنا۔ ورنہ کہیں کے نہ رہو گے۔

گویا یہ پانچوں شخصیتیں قوم نوحؑ کی نمایاں شخصیتیں تھیں جو بقول ابن عباسؓ قوم نوحؑ کو ادریس علیہ السلام کے ذریعہ ورثہ میں ملی تھیں۔ اور قوم نوحؑ نے انہیں معبود کا درجہ عطا کر دیا تھا۔ اس

ebooks.i360.pk

طرح یہ قوم نوح کے الٰہ بن گئے تھے۔ ان میں سے سواع نامی ایک عورت تھی۔ جسے دیوی قرار دیا گیا۔ اور اس طرح تاریخ کے اولین پنج تن وجود میں آ گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی اقوام میں پانچ دیوتاؤں اور دیویوں سے ملا کر ہر قوم نے ایک مجموعہ پنج تن یا پنجتا قائم کیا۔ اور دیومالائی کہانیوں میں انہیں ایک بڑا اور معزز مقام حاصل رہا۔

حیرت تو اس پر ہے کہ تورات میں اگرچہ بہت سی ترمیمات ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج جو کچھ بھی ہے اور جیسی بھی ہے اسے یہود نے پانچ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اس مجموعہ کو وہ خمس کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ یہودیوں کے پانچ مقدس فرائیم کی نسبت سے ہوا ہے۔ اس طرح ہندوؤں کا پنج جناجپ بھی ایک دیوی سیتا جی اور چار بزرگوں کے ناموں کا ذکر جہری ہے جو ایک خاص شکل میں بیٹھ کر سورج دیوتا کی طرف منہ کر کے کیا جاتا ہے۔ اور آخری اس ذکر میں بائیں طرف سر جھکا کر قلب پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ جیسے ہمارے صوفیا اور ذاکرین دل پر ضرب لگاتے اور خاص شکل میں بیٹھتے ہیں۔

رام بھگتی۔ یہ جپ پانچ اشخاص کے دو مجموعوں سے لگائی جاتی ہے۔ جکی شکل حسب ذیل ہے۔

۱۔ جے رگھو نندن، جے سیاہ رام، لَو دَکیشو، سیتا رام

۲۔ جے رگھو نندن، جے سیاہ رام، بھرت سیتا سترگھن، سیتا رام

پہلے مجموعہ میں چندر لچھمن اور سیتا کے دونوں بچوں کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ اور دوسرے مجموعہ میں سیتا کے دونوں فرزندوں کی بجائے رام چندر جی کے دونوں سوتیلے بھائیوں بھرت جی اور سترگھن جی کے نام شامل کئے گئے ہیں۔ الغرض ہر دو مجموعوں میں پانچ افراد ہیں۔ جن میں ایک خاتون سیتا جی شامل ہیں۔

اسی طرح مختلف اقوام قدیمہ کی دیومالائی کہانیوں میں ہمیں پانچ مقدس ہستیوں کا نشان ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قوت، تسلط اور گرفت ظاہر کرنے کے لئے کہیں پنجہ کا نشان بنایا گیا ہے۔ اور کہیں پانچ الگ الگ نشانات بنائے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ آشوریوں نے اپنے مقدس بیل کے پانچ پیر

ebooks.i360.pk

رکھے تھے۔ ان کے بیل کا بت سرزمین عراق میں دستیاب ہوا ہے۔ اس بیل کے دو ڈینے (پکھی) بھی ہیں ہو سکتا ہے کہ سرزمین نینوئی کے باشندوں نے اس پنج تن کو جنم دیا ہو۔ کیونکہ فرقہ سبائیہ کے نزدیک ان کے ائمہ علوم نینوئی کے وارث تھے۔ لہذا یہ پانچ ٹانگ کے بیل کو پوجنے والے اسلام میں بھی اس پنج جنا کو گھسیٹ لائے۔ اور اس طرح پانچ ٹانگوں کے بیل کو پنج تن کے روپ میں ڈھال دیا گیا۔ حتیٰ کہ اگر آپ شیعہ کتب کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت حسین کو شہید نینوا بھی کہا جاتا ہے حالانکہ کربلا اور نینوا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہم حضرت حسین کو شہید نینوا مان لیں تو یہ بھی تسلیم کرنا ہو گا کہ حضرت حسین کی شہادت نہ کربلا میں ہوئی اور نہ ماہ محرم میں ہوئی۔

ظاہر ہے کہ دو ڈینوں والا پانچ پیروں کا بیل تو اشوریوں یعنی عراقیوں کو کہاں ملا ہو گا۔ یہ ان کی کافرانہ صورت گری کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

دیوی اور دیوتا کی پوجا کرنے والی اقوام کے دیومالائی تخیلات کے اظہار کی بڑی عجیب عجیب صورتیں مختلف دیومالاؤں میں ملتی ہیں۔ کہیں اس کرۂ ارض کو اپنے دانتوں پر اٹھائے ہوئے سور نظر آتا ہے اور کہیں ایک سینگ پر اٹھائے ہوئے ایک گائے ملتی ہے۔ اور اسی لئے ہندو گئو ماتا کے پجاری ہیں اور جب وہ بے چاری گائے تھک ہار کر زمین کو دوسرے سینگ پر لیتی ہے تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کہیں کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی لکشمی دیوی نظر آتی ہے۔

انسان جب سرچشمۂ ہدایت یعنی کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بے گانہ ہو کر سوچتا ہے تو عقل انسانی کو جولانیوں کی چھوٹ مل جاتی ہے۔ اور شیطان کی وہابت انسانوں کے افکار کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ	انسانی اور جناتی شیاطین دھوکہ دہی کے غرض
اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ	سے دھوکہ دہی کی باتیں القا کرتے رہتے ہیں۔

قیاس یہ کہتا ہے کہ پانچ کے تقدس اور اس کی اہمیت کا ابتدائی تصور انسانی ذہن میں خود اپنے ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے سے آیا ہو گا۔ انسان نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چار انگلیاں

ebooks.i360.pk

اور ایک انگوٹھا ہے اور وہ ہر چیز انہی سے پکڑتا ہے لہذا اس نے اقتدار و قوت کا سرچشمہ ان پانچ انگلیوں کو قرار دیا۔ اور پنجہ بھی اقتدار اور گرفت کو بولا جانے لگا۔ حتیٰ کہ ہماری پارسی اور اردو زبان میں بھی پنجہ گرفت اور اقتدار کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔

بت پرست انسان نے جب خالق کائنات کی صفات کو محسوس کیا۔ اور انہیں قابل ذکر اشخاص میں مشخص کیا۔ تو اس کارخانہ عالم کو چلانے کے لئے اس نے پانچ وزراء گھڑے جو اگرچہ اللہ تو نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی محدود قوت کے حامل ضرور تھے۔ اور اس طرح وہ اللہ کے معین و حامی قرار پائے کوئی بارش کا مالک ہے۔ کوئی زمین کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے۔ کوئی دولت کی دیوی ہے اور کوئی علم و ہنر کی اس طرح انسان کے تخیلات نے اللہ تعالیٰ کی وزارت بنائی۔ اور اس کے پانچ ارکان مقرر ہو گئے۔ اس طرح دیوی مالا بن کر تیار ہو گئی۔ پھر رفتہ رفتہ پانچ کے عدد کو ایسا تقدس حاصل ہوا کہ آنے والے بت پرست اپنے گزرے ہوئے لوگوں کی دیومالا میں پھنستے چلے گئے۔

جب انسان کے علم میں اضافہ ہوا۔ اور اس نے اجرام فلکی کا مطالعہ شروع کیا تو اس نے چاند اور سورج کے علاوہ مزید پانچ ستارے معلوم کئے۔ ان ستاروں کو خمسہ متحیرہ کا لقب دیا گیا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ زمین و آسمان میں جتنے حوادث پیش آتے ہیں وہ ان پانچ ستاروں کے تصرفات کے تحت ہوتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم اپنے مسلم ہونے کے دعویدار ہیں لیکن حق بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ ہر قسم کی لغویت پر ایمان رکھتے ہیں۔ آج بھی اخبار جنگ اور دیگر جرائد اسی ستارہ پرستی کی تعلیم میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور شاید کوئی اخبار اس کفر سے پاک ہو۔ اور جب سے ہمارے اخبار و رسائل پر رافضی اور شیعہ برادری کا قبضہ ہوا ہے۔ وہ اپنے اس مجوسی مسلک کو پھیلانے میں مصروف ہیں تاکہ قوم کا جو اللہ سے برائے نام تعلق ہے وہ بھی کالعدم ہو جائے۔

مختلف اقوام کے پنج تن

قوم نوح کی پانچ مقدس ہستیاں۔ ودّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ اور نسر۔ ان

ebooks.i360.pk

ہیں سے شوانغ نامی ایک دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ یہ سب سے پہلے پنج تن ہیں جو ہمیں قرآن میں ملتے ہیں۔

۲۔ سمیرین قوم کے پنج تن۔

اِن لیل۔ اِن کی۔ ننا۔ اُتو۔ ماما

ان میں سے ماما دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ زمانہ مابعد میں ننا کو بھی دیوی بولا جانے لگا۔

۳۔ اکادی قوم کے مقدس پانچ ارکان۔

ننگے۔ موتکے۔ ہیا۔ اردکی۔ ادو۔

ان میں سے ننگے دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔

۴۔ بابلیوں کے مقدس پنج تن۔

شمس۔ سنی۔ نیبو۔ امرتوک۔ اتی

ان میں سے شمس دیوی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک عربی زبان میں شمس کو مونث بولتے ہیں۔ اور بقیہ چار دیوتا ہیں۔

۵۔ اشوریوں کے مقدس پنج تن۔

اشور۔ الو۔ لعل۔ ہیا۔ ددل۔

یہ پانچوں دیوتا ہیں۔ ان میں کوئی دیوی نہیں۔ اشوریوں کا پروار بیل بھی پانچ پاؤں کا ہے جو پانچ اشخاص کی قوت کا مظہر ہے۔

۶۔ قدیم مصری دیومالا کے پنج تن۔

اسیرس۔ ہورس۔ اسلیس۔ را۔ ایتم

ان میں سے اسلیس نامی دیوی ہے۔

۷۔ چینی دیومالا کے پنج تن۔

یانگ۔ آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ہوا۔

ebooks.i360.pk

ان میں سے یانگ یعنی دھرتی ماتا دیوی ہے۔

۸۔ ہندو دیومالا کے مقدس پنج تن۔

پاربتی۔ ہری ہرا۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش دیشو

ان میں سے پاربتی (مادر عالم) دیوی ہے۔

۹۔ ایرانی دیومالا کے مقدس پنج تن۔

اہور امزدا۔ انگرہ نیو۔ آگ۔ سورج۔ زمین۔

ان میں سے زمین دیوی ہے۔

۱۰۔ یونانی دیومالا کے مقدس پنج تن

زیوس۔ پوزیدان۔ ایرش۔ اپولو۔ ڈیمیٹر

۱۱۔ رومن دیومالا کے مقدس پنج تن۔

مرکری۔ اپالو۔ سیرفا۔ بیگی کش۔ سرنولو۔

ان میں سیرفا دیوی ہے۔

۱۲۔ ٹیوٹانی دیومالا کے مقدس پنج تن

ٹھور۔ ودیون۔ فرج۔ بالدور۔ فریہ۔

ان میں سے فریہ نامی دیوی ہے

۱۳۔ سالوی دیومالا کے پنج تن۔

پرکوناس۔ ایڈگوسٹ۔ سوآن۔ دولوس۔ ڈیمی وودل

ان میں سے سوآن نامی دیوی ہے۔

۱۴۔ رام بھگتی دیومالا کے پنج تن

رام لچھمن۔ لوو۔ کیشو۔ سیتا۔

ان میں سیتا ایک خاتون ہے۔ لوو۔ کیشو۔ ان کے فرزند ہیں۔ ایک فی الواقع ان کا

ebooks.i360.pk

بچہ ہے اور دوسرا لے پالک۔ رام جی اوتار ان کے شوہر اور لچھمن جی ان کے وفادار دیور ہیں۔

۵۔ بابلی فلکیات والوں نے چاند، سورج کو باپ بیٹا مان کر سب سے اونچا درجہ دیا تھا۔ باقی پانچ مقدس ہستیاں یہ ہیں۔

عطارد۔ زہرہ۔ تھرسا (برہسپت) مشتری (شکرم، زحل۔ (بیچر)

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں مزید کچھ تحقیقات کی جائے تو شاید اس فہرست میں مزید کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ تمت بالخیر

یہودیوں نے کتاب مقدس یعنی تورات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور اپنے ابتدائی دور کے پانچ بزرگوں کو مقدس مقام عطا کر کے دیومالا کے مقدس پانچ ارکان کی تکمیل کی۔

دین اسلام کی بنیاد خالص توحید پر رکھی گئی تھی۔ اس میں کسی پنجا کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ دین تین یا پانچ کی آلودگیوں سے پاک صاف تھا۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی مفترض الطاعت نہ تھا۔ اور نہ دین اسلام میں کسی پاپائے اعظم کی کوئی گنجائش تھی۔ اس دین میں مساوات کی تعلیم دی گئی تھی۔ نسلی طور پر یا پیدائش کے لحاظ سے کوئی مکرم نہ تھا۔ اور نہ دوسروں کو کمتر قرار دیا جا سکتا تھا۔

اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ کسی انسان کو نسلی لحاظ سے برتر یا کمتر قرار دیا جائے ایک بھنگی اگر مسلمان ہو کر نماز پڑھنا اور پڑھانا سیکھ لے تو وہ نمازوں میں امامت کر سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑے عالم اور صحیح النسب ہاشمی وجعفری کو اس کی امامت میں نماز ادا کرنے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عالم اور پیر و مرشد صاحب کا کیا مسئلہ ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور عبدالرحمٰن بن عوف کی امامت میں نماز ادا کی ہے۔ اور بعد میں حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور جب حضرت علیؓ بقول سبائیہ منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کرام اسّی اور نوّے ہزار کے درمیان تھے لیکن پانچ چھ کے علاوہ کسی نے ان کی خلافت کو قبول نہیں کیا۔

مذہب عصر اور اقوام عالم — از علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

ebooks.i360.pk

اسلام کی اس اصولی تعلیم کے بعد کسی کے لئے تین پانچ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی لیکن انسانی دماغ کی کارستانیوں نے بہر حال اپنا کام کر دکھایا۔ اور اکثریت کو تثلیث کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین کے آخری دور میں تثلیث کے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے جاہل بدویوں میں مختلف قسم کے افکار پیدا کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور اولاد علیؓ کے مقدس و محترم ہونے اور پیدائشی برتری کے عقائد پیدا کئے گئے۔ اس مقصد کے لئے بہت سی جھوٹی روایات وضع کی گئیں جن میں سے ایک روایت مباہلہ بھی ہے اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ۹ھ کے آخر یا ۱۰ھ کی ابتدا میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اور کسی طرح حق قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔

ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم اپنی بیویوں کو بلائیں اور تم اپنی بیویوں کو اور ہم اپنے دیگر ساتھیوں کو بلائیں اور تم دیگر ساتھیوں کو۔ پھر ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر یا کمبل میں حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو لپیٹ کر لائے۔ عیسائی ان بزرگوں کو دیکھ کر مباہلہ سے بھاگ گئے۔ اور مباہلہ پر راضی نہ ہوئے۔

یہ روایت بعض الفاظ کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے ساتھ مختلف مجموعہ ہائے احادیث اور کتب تفاسیر میں منقول ہیں۔ ہماری کتب تفاسیر سدی اور کلبی رافضی کی تفاسیر کا خاکہ ہیں۔ لہٰذا وہ اس سے زیادہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ میں مذہبی داستان حصہ اول میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت حسین ۳ھ کے آخری ماہ یا ۴ھ کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ الغرض حضرت حسین وفات رسول تک اتنی عمر کے نہ تھے کہ انہیں جہاں چاہیں راوی کھینچ کر لے جائیں۔

ebooks.i360.pk

جہاں تک مسلم کی روایت کا تعلق ہے تو عامر بن سعدؓ بن وقاص سے سعید بن المسیب نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ یہ واقعہ حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے مصعب نے بھی نقل کیا ہے اور عامر نے بھی نقل کیا ہے۔ عامر سے نقل کرنے والے سعید بن المسیب اور بکیر بن مسمار ہیں۔ سعید نے صرف وہ مختصر سا واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن بکیر نے متعدد کہانیاں حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کی ہیں۔ جبکہ سعید بن المسیب نے سوائے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون سے تشبیہ کے علاوہ اور کوئی واقعہ بیان نہیں کیا۔ حضرت سعدؓ سے اس واقعہ کو ان کے صاحبزادے مُصعب نے بھی نقل کیا لیکن وہ بھی اس واقعہ کو بیان نہیں کرتے۔

پھر بکیر نے اس واقعہ کی ابتداء اس صورت میں کی ہے کہ امیر معاویہ نے سعد کو حکم دیا کہ تم علیؓ کو بُرا کیوں نہیں کہتے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے تین عذر پیش کئے جن میں سے ایک عذر یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ کُمْ — ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ۔ فاطمہؓ۔ اور حسنؓ و حسینؓ کو بلایا اور فرمایا یہ میرے اہل ہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸

اول تو بکیر بن مسمار پر بعض محدثین نے اعتراض کیا ہے۔ مثلاً امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ یہ ابن عمرؓ اور عامر بن سعد سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے حاتم بن اسماعیل اور واقدی روایت کرتے ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۵۸

بکیر سے یہ روایت حاتم بن اسماعیل نے نقل کی ہے۔ حاتم سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت لی ہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس میں غفلت پائی جاتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۸

جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ بکیر بن مسمار اور حاتم بن اسماعیل سے بڑا مقام سعید بن المسیب اور مصعب بن سعدؓ کا ہے لیکن وہ روایت کا مختصر سا حصہ نقل کرتے ہیں جو تبوک

ebooks.i360.pk

جانے سے متعلق ہے۔ بقیہ رام کہانی بیان نہیں کرتے۔ اس طرح یہ روایت پہلی روایت کے معارض ہوئی اور اگر راوی ثقہ بھی ہو لیکن اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو تو اس کی وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

گویا بکیر بن مسمار نے اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہذا بکیر کی روایت مصعب بن سعدؓ اور سعید بن المسیب کے مقابلے میں بے کار محض ہے۔ اور روایت کے ابتدائی الفاظ دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی حضرت علیؓ کا دشمن سوال کر رہا ہے۔ جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب تشیع کی کارستانیاں ہیں جو اس شکل میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

ہمارے نظریہ کے مطابق اگر حضرت حسینؓ پیدا بھی ہو گئے تھے تو زیادہ سے زیادہ ان کی عمر دو تین ماہ ہو گی۔ جب یہ وقوعہ پیش آیا تو حضرت حسنؓ بھی زیادہ سے زیادہ دو سال کے بچہ ہوں گے۔ جن کو ان کی والدہ یا ان کے والد گود میں اٹھا کر لے گئے ہوں گے۔ اس طرح دونوں بچے گود میں اٹھانے کے قابل ہوں گے۔ ان دونوں بچوں کو حضور فاطمہؓ کے ذریعے اٹھا کر لے آئے لیکن زینبؓ بنت رسول کے صاحبزادے علیؓ بن زینب اور رقیہؓ بنت رسول کے صاحبزادے عبدالرحمانؓ بن رقیہ اور ام کلثومؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن ام کلثوم حیات تھے۔ آخر ان تین نواسوں نے وہ کون سا قصور کیا تھا جس کی انہیں اتنی بڑی سزا ملی کہ انہیں نواسۂ رسول ہونے سے خارج کر دیا گیا۔ غالباً انہیں یہ سزا ان کے اموی ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

پھر صاحبزادیوں میں امامہؓ بنت زینبؓ۔ زینب بنت فاطمہؓ، اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ ان لڑکیوں نے اس کے علاوہ کون سا قصور کیا تھا کہ وہ لڑکی تھیں۔ اور پنج تن کی تاریخ دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پنج تن میں تاریخی لحاظ سے ایک عورت تو شامل ہو سکتی ہے۔ بقیہ چار تن کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ لہذا یہ تو لازمی تھا کہ عورتوں کو اس سے خارج کرنا تھا۔ رہا علیؓ بن زینبؓ اور عبدالرحمانؓ بن رقیہؓ کا مسئلہ ان کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ وہ اپنے باپ کے لحاظ سے اموی تھے۔ اور ہمیں سبق یہ پڑھایا گیا ہے کہ اموی ہونا ایک جرم ہے جو قابل معافی نہیں۔ لہذا

ebooks.i360.pk

سب سے پہلے یہ جرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اپنی تین صاحبزادیاں امویوں میں دیں۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اور چونکہ یہ حضرات اموی تھے اور آپؐ نے غلطی سے اپنی صاحبزادیاں امویوں میں دی تھیں جس کا احساس بعد میں آنے والی نسلوں کو ہوا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کے لئے کوئی اور اموی جوان موجود ہوتا تو شاید حضرت فاطمہؓ اس کے عقد میں جاتیں۔

ان نواسے اور نواسیوں کے علاوہ آپ کے فرزند ابراہیم جو ماریہؓ قبطیہ سے تھے۔ ابھی حیات تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نواسوں اور نواسیوں کو چھوڑ کر صرف حسنؓ و حسینؓ کو عبا میں شریک کیا۔ اور تو اور خود حضرت فاطمہؓ کی دونوں صاحبزادیوں ام کلثومؓ اور زینبؓ کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی صفت قرآن نے رحمتہ للعالمین ہونا بیان کی ہے۔ وہ رحمتہ للعالمین کیا ہوتے وہ تو عیاذاً باللہ اپنی اولاد کے بھی قاتل ٹھہرے۔ یہ ہے وہ فارمولا جو اہل تشیع نے ہمارے ہاتھوں میں تھمایا اور سنی صاحبان عموماً اور خصوصاً پیر پرست طبقہ اس کی ترویج میں مشغول ہو گیا اور بطور دلیل واقعہ مباہلہ پیش کرنا شروع کر دیا۔

قرآن مجید میں ابناء۔ نساء اور انفس جمع کے صیغے ہیں۔ اور عربی زبان میں جمع کے لئے کم از کم تین ہونا شرط ہے۔ ان میں اکیلے حضرت علیؓ کیسے آ گئے انہیں نہ تو ابناء میں داخل کیا جا سکتا ہے اور نہ نساء میں۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آپ کی ازواج بھی موجود تھیں۔ جن کی کم از کم تعداد نو ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قطعاً نہیں لے کر جاتے۔ اور اس طرح ان کہانیوں کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کے مخالف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کے تینوں الفاظ اسم جمع ہیں جو لازمی طور پر تین اشخاص یا اس سے زیادہ کے لئے آتے ہیں۔ لہذا اگر آپ مباہلہ کے لئے تشریف بھی لے گئے تھے۔ تو ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ آپ کے ساتھ کم از کم دو افراد مزید عورت جنے والے ہوتے۔ اور اس طرح یہ تینوں حضرات

ebooks.i360.pk

مل کر اپنے اپنے بیٹوں کو لے کر آتے۔ ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی ہوتیں۔ اور وہ کچھ مزید اور افراد کو بھی دعوت دیتے۔ اس طرح قرآن کے نقطۂ نگاہ سے یہ حکم عام ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن قربان جائیے اس سبائی ذہن کے کہ اس نے اس کہانی کے تار پود بکھر کر پھینک دیئے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی اس دعوتِ مقابلہ کو عیسائیوں نے قبول ہی نہیں کیا ان کے لئے اسے قبول کرنا ممکن بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو عبا یا کمبل میں چھپا کر نہیں لائے تھے۔ یہ سارا افسانہ پنجتن کا کھیل ہے۔ جس کے لئے قرآن کی صورت بگاڑی جا رہی ہے۔ یہ دیو مالائی پانچ اشخاص کا ایک مجموعہ دیگر اقوام کی طرح اسلام میں بھی پیدا کیا گیا۔ اور جب ایک بار پنج تن وجود میں آ گئے تو اسے اتنی بار دہرایا گیا کہ ہر فرد بشر کے ذہن میں وہ بات رچ بس جائے اور دماغ اس کے خلاف سوچ بھی نہ سکے۔ الغرض پنجہ کا نشان بنایا گیا گھوڑے کی تصویر پہ سوار دکھایا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیان توحید دنیا کو اشخاص کی پرستش کی دعوت دینے لگے۔

جب پنج تن وجود میں آ گئے تو پھر ان کے لئے ولایت و امامت کے جھگڑے کیے گئے اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو اوروں پر فوقیت دی گئی۔ اور اموئیوں کو ذلیل وخوار کیا گیا تاکہ ہمارے سنّی حضرات حضورؐ کے ان نواسوں کا ذکر نہ کرسکیں۔ جن کے باپ دادا اموی تھے۔ اسی لئے یہ فارمولا ترتیب دیا گیا کہ حضور کی صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ بقیہ تین چونکہ امویوں کے نکاح میں گئی تھیں۔ لہٰذا وہ اولاد ہونے سے بھی خارج ہو گئیں۔

حالانکہ اگر غور سے اسلامی تاریخ اور ان حضرات کا مطالعہ کیا جائے جو ابتداء میں اسلام لائے تھے تو یہ صاف محسوس ہوگا کہ ہمیشہ اسلام کی راہ میں جان قربان کرنے والے امویوں کی تعداد ہاشمیوں کے مقابلہ میں زیادہ رہی ہے۔ بلکہ اگر اس پر بھی غور کیا جائے کہ زوجیت رسول میں تمام خاندان کی عورتیں آئیں لیکن بنو ہاشم خاندان صرف اسی باعث اس سے محروم رہا کہ قرآن نے آپ کے لئے شرط یہ لگا دی تھی

ebooks.i360.pk

اِلَّا هَاجَرْنَ مَعَكَ — مگر انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو

گویا کہ آپ کے نکاح میں آنے کے لئے از روئے قرآن مہاجر ہونا شرط تھا اور کوئی ہاشمی لڑکی یا عورت مہاجرہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے کوئی ہاشمی عورت آپ کے نکاح میں نہ آسکی اور کسی ہاشمی عورت کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل نہ ہوسکا۔ جب کہ بنو آمیہ میں سے حضرت اُم حبیبہؓ کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اور یہ فخر ایسا ہے کہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اور یہ اُم حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی صاحبزادی۔ امیر معاویہؓ کی بہن اور یزید بن معاویہؒ کی پھوپھی ہیں

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضورؐ کی بقیہ صاحبزادیوں سے جو اولادیں ہوئیں وہ سب اموی ہوئیں نہ کہ ہاشمی۔ اس طرح بنو امیہ کو بُرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کے اُن نواسے اور نواسیوں کا خاتمہ کیا جائے جن کا تعلق بنو اُمیہ سے ہے اور حضورؐ کی تین صاحبزادیاں امویوں میں گئیں۔ اور ان کی اولاد اموی ہوئی۔

اصطلاحات اور ان کی تشریح

مسند جس روایت کی سند ابتداء سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پائی جاتی ہو۔ اور درمیان سے قطعاً منقطع نہ ہو۔

منقطع اگر درمیان سند سے ایک راوی گر جائے یا گرا دیا جائے تو اسے منقطع کہتے ہیں۔ ایسی روایت محدثین کے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ یعنی وہ روایت جس کی سند متصل نہ ہو

انقطاع درمیان سے جب راوی گرایا جاتا ہے تو اس گرانے کے عمل کو انقطاع کہا جاتا ہے۔

مرسل اگر روایت کی سند میں سے صحابی کا نام غائب کر دیا جائے۔ یعنی تابعی یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ یا ایسا کیا اور صحابی موجود نہ ہو تو اس روایت کو مرسل بولتے ہیں۔ اور محدثین کے نزدیک مرسل ناقابل قبول ہیں۔

مجہول درمیان سند میں کوئی راوی ایسا ہو جس کا حال کچھ بھی معلوم نہ ہو تو وہ راوی مجہول ہے۔ اور وہ سند بھی مجہول ہے جس میں کوئی ایسا راوی پایا جائے۔ اور لازماً وہ روایت بھی مجہول ہے جس

ebooks.i360.pk

کہ سند میں کوئی مجہول راوی پایا جاتا ہو۔

عنعنہ جو روایت راوی عن فلاں کے ذریعہ کرے۔

معنعن جو روایت عن فلاں عن فلاں کے ذریعہ مروی ہو۔

تدلیس درمیان سے راوی غائب کرنا۔ وہ روایت جس کی سند میں سے کوئی راوی غائب کر دیا جائے اسے مدلَّس کہتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کام انجام دے رہا ہے اسے مدلِّس (دال کے زیر کے ساتھ) بولتے ہیں۔ جس روایت میں تدلیس کی جاتی ہے، اس میں چونکہ یہ بھی امکان ہوتا ہے کہ درمیان سے متعدد افراد حذف کر دئے گئے ہوں جس کا پڑھنے والے کو علم نہیں ہوتا۔ لہذا وہ روایت جس میں تدلیس پائی جاتی ہو قابل قبول نہیں۔ اور جس روایت کو مدلِّس عن کے ذریعہ روایت کرے اس کی وہ روایت بھی قابل قبول نہیں۔ مثلاً اہل کوفہ میں سے ابو اسحاق سبیعی اور اعمش وغیرہ مشہور مدلِّس ہیں۔ اس طرح اہل بصرہ میں سے سعید بن ابی عروبہ، قتادہ اور حسن بصری مشہور مدلِّسین ہیں۔ جب یہ حضرات کوئی روایت کریں جو انہوں نے نہ سنی ہو اور درمیان سے کوئی ضعیف راوی غائب کر دیا ہو اور وہ راوی ضعیف ہو۔ لہذا وہ روایت جو معنعن ہو

اور اس کا راوی مدلِّس ہو قابل قبول نہیں۔

امام بخاری نے اصول تو یہ بیان کیا ہے کہ مدلِّس کی حدیث قابل قبول نہیں۔ لیکن اپنی صحیح میں مدلِّس کی حدیث معنعن نقل کرتے ہیں اور خاموشی سے آگے گزر جاتے ہیں۔ مثلاً عن سعید بن عروبہ عن قتادہ عن فلاں۔

تدلیس لغت میں بیچنے کے وقت مال میں عیب چھپانے کو بولتے ہیں۔ شمنی کا کہنا ہے کہ علماء حدیث کے نزدیک تدلیس حرام ہے۔ اور وکیع بن جراح کا قول ہے کہ جب کپڑے کا عیب چھپانا جائز نہیں تو حدیث کا عیب چھپانا کیسے جائز ہوگا!

مرفوع اگر سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں۔

ebooks.i360.pk

موقوف لیکن اگر بات صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے موقوف کہا جاتا ہے۔

مقطوع لیکن اگر یہ بات تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے مقطوع کہتے ہیں۔

سند راویوں کا وہ طریقہ جس کے ذریعہ حضور تک پہنچا جائے۔ یہ ذہن میں رہے کہ ایسی روایت جس کی سند نہ پائی جاتی ہو وہ قطعی الا عتبار شے ہے۔ سند کو اسناد بھی کہتے ہیں

متصل اگر راوی حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سند پہنچ جائے تو اسے متصل کہتے ہیں۔

معضل اگر سند میں سے دو راوی گر جائیں تو اسے معضل کہتے ہیں۔

مردود لیکن اگر راوی معتبر ہے اور روایت ایسی نقل کر رہا ہے جو دیگر معتبر راویوں کے خلاف ہے تو ایسی روایت کو مردود بولتے ہیں۔

عدالت راوی میں ایسا ملکہ پایا جائے کہ جو اعمال بد فسق و بدعت وغیرہ سے انسان احتراز کرتا ہو اور جس انسان میں یہ صفات پائی جائیں تو اسے عادل کہتے ہیں۔

موضوع جس روایت کے کسی راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حدیث میں عمداً جھوٹ بولتا ہے۔ خواہ اس نے زندگی میں ایک بار ہی ایسا کیا ہو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں

متروک اگر راوی اپنے کذب و افتراء میں مشہور ہو گیا ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو تو اس راوی کو بھی متروک کہتے ہیں۔ اور اس کی روایت کو بھی متروک بولتے ہیں۔

مبہم اگر راوی کا نام یا اس کی ذات کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ تو اسے مبہم کہتے ہیں۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ مبہم راوی کی روایت قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ مبہم شخص صحابی ہے تو پھر روایت قابل قبول ہے۔ کیونکہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔

نوٹ :۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ صاحب جامع الاصول نے تحریر کیا ہے کہ محدثین لکھو

ebooks.i360.pk

ایک جماعت نے خوارج، قدری، شیعہ۔ رافضی اور دیگر اہل بدعات کی روایت قبول کی ہیں لیکن ایک جماعت نے اس معاملہ میں ان فرقوں میں سے کسی شخص کی روایت قبول نہیں کی۔ اور انہوں نے ان سے روایت لینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان فرقوں سے جو روایات لی جائیں گی وہ بہت احتیاط سے لی جائیں گی۔

تقاضائے احتیاط یہ کہ ان فرقوں سے روایات نہ لی جائیں۔ کیونکہ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ یہ فرقے اپنے اپنے مذہب کی ترویج کے لئے احادیث گھڑتے رہے اور بہت سوں نے توبہ کے بعد اس کا اقرار بھی کیا۔ مقدمہ مشکوٰۃ ص۶۔

راوی اگر حدیث روایت کرے لیکن روایت میں غلطیاں بہت کرتا ہو تو اس کے لئے حدیث میں کثرۃ؟ غلط اور غفلت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

صحاح حدیث کی وہ مشہور کتابیں جن کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی ان پانچ پر تو اتفاق ہے۔ اس لئے صحاح کہتے ہیں، چھٹی کتاب میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مؤطا، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مقدمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

کہ ان چاروں کتابوں یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں احادیث صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور انہیں صحاح اکثریت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ مصنف مصابیح نے ان چاروں کتابوں کی روایت کو حسن لکھا ہے۔ اور یہ لغوی معنی کے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ چھٹی کتاب سنن دارمی کو شمار کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بہت کم راوی ضعیف ہیں۔ بہت کم اس کی احادیث منکر ہیں۔ اس میں شاذ روایات بہت کم ہیں۔ اس کی سندات بھی عالی ہیں۔ اور بخاری سے زیادہ ثلاثیات اس میں پائی جاتی ہیں۔

اربعہ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چار کتابیں۔

ebooks.i360.pk

صحیحین:۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

کذاب: جس راوی کا حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنا ثابت ہو۔

نکارت: منکر روایت بیان کرنا۔ ایسے شخص کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔

غالی:۔ حد سے بڑھا ہوا۔ یعنی بہت بد بودار رافضی یا بہت بد بودار خارجی وغیرہ۔

شیعہ:۔ جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہو۔ ایسے لوگ حضرت علی کے دور میں موجود تھے۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ کم ہوتے گئے۔

رافضی:۔ جو خلفائے ثلثہ کو برا کہتا ہو۔

تشیع:۔ شیعہ ہونا۔

وضاع:۔ احادیث وضع کرنے والا۔

حافظ:۔ محدثین کی اصطلاح میں احادیث یاد رکھنے والے کو حافظ کہا جاتا ہے۔ یعنی حافظ الحدیث اس سے مراد حافظ القرآن نہیں ہوتی۔ ہم نے اپنی کتاب مذہبی داستان میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔ اور اگر حافظ سے مراد حافظ قرآن ہوتی ہے تو حافظ قرآن کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

غریب: اسے خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس حدیث کا صرف ایک راوی ہو۔ اگر وہ راوی معتبر ہے تو فقہاء کے نزدیک ایسی روایت قابل عمل تو ضرور ہے۔ لیکن اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر راوی ضعیف ہے تو وہ قابل عمل بھی نہیں۔ اور اگر وہ شدید ضعیف ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کی نسبت بھی حرام ہے۔

امام: ہر ماہر فن کو بولتے ہیں۔ اگر وہ ماہر فقہ ہے تو امام الفقہ مراد ہوتا ہے اور اگر ماہر حدیث ہے تو امام الحدیث مراد ہوتا ہے۔ ہم نے ہر جگہ یہ لفظ ماہر حدیث اور حدیث کے واقف کار کیلئے استعمال کیا ہے۔

نوٹ:۔ اگر کوئی روایت ضعیف ہو تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا

ebooks.i360.pk

یا اسے دین کا جزو تصور کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرلو"

گویا قرآن کی رو سے ہر مسلمان پر ہر خبر کی تحقیق لازمی ہے۔ اور جب تک کسی روایت کی صحت کی تحقیق نہ ہو جائے اُس وقت تک اسے بیان کرنا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تسلیم کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"مگر وہ لوگ جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو"

حضرت علیؓ سے متعلق وضعی روائتیں

حضرت علیؓ کی سپہ سالاری

حضرت عمرانؓ بن حُصین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر حضرت علیؓ بن ابی طالب کو عامل متعین کیا۔ حضرت علیؓ اس دستے کو لے کر گئے۔ انھوں نے ایک باندی حاصل کی۔ اس پر صحابہؓ نے ان پر اعتراض کیا اور صحابہ میں سے چار اشخاص نے عہد کیا کہ جب ہماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی تو حضرت علیؓ نے جو فعل کیا ہے اس سے حضورؐ کو مطلع کریں گے۔ اور صحابہؓ کا قاعدہ تھا کہ جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کو سلام کرتے اور پھر اپنے گھروں کو جاتے۔

جب یہ سریہ واپس آیا تو اس نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں اشخاص میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ علیؓ بن ابی طالب کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی ایسی حرکت کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ebooks.i360.pk

نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا۔ اس نے بھی شکایت پیش کی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے وہی بات دہرائی۔ آپؐ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہو کر وہی بات عرض کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور آپؐ غصہ میں سوال فرما رہے تھے۔ تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو، تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور میرے بعد علیؓ ہر مومن کے ولی ہیں۔

امام ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵

جیسا کہ ہم آگے لکھ رہے ہیں کہ واقعہ کی نوعیت کیا تھی۔ حضرت علیؓ کسی جنگی لشکر کے امیر نہ بنائے گئے تھے بلکہ انھیں خمس لینے کے لئے یمن بھیجا گیا تھا۔ جہاں تک ترمذی کی اس روایت کا تعلق ہے وہ جعفر بن سلیمان ضبعی کی تیار کردہ ہے۔ کیونکہ بقول امام ترمذی جعفر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور جعفر بن سلیمان تبع تابعی ہے۔

وصولِ خمس کے بعد حضرت علیؓ کی واپسی حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی۔ اور حج کے بعد خم غدیر میں شکایات کا دفتر کھلا حضور نے صحابہ کرام کی شکایات پر یہ جواب دیا۔

فان لہ فی الخمس اکثر من ذالک — کیونکہ خمس میں علی کا اس سے بھی زیادہ حصہ ہے

اور اس واقعہ کے باعث حضرت بریدہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا اقرار کیا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ جس پر حضورؐ نے حضرت بریدہؓ سے یہ الفاظ فرمائے کہ تو اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

واقعہ صرف اتنا تھا جس سے حضرت علیؓ کی بشری کمزوری اور غلطی ثابت ہو رہی تھی اور یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد خم غدیر کے مقام پر حضورؐ سے صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور حضورؐ نے معاملہ کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی تھی

ebooks.i360.pk

جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ تین ماہ کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا۔

لیکن شیعہ ذہن اس واقعہ کو جوں کا توں قبول نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے خم غدیر کے موقع پر حضرت علیؓ کی ولایت اور وصیت کے اتنے افسانے وضع کئے کہ اہل سنت حضرات بھی اس سیلاب میں بہہ گئے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور میں اہل سنت اور اہل تشیع میں کوئی فرق باقی نہیں رہا اور جو کمی رہ گئی تھی وہ تصوف کے واسطے پوری ہو گئی۔

جعفر بن سلیمان

ترمذی فرماتے ہیں اسے جعفر بن سلیمان الضبعی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور وہ تبع تابعی ہے اور مخالف کیمپ کا آدمی ہے جو واقعہ کو جوں کا توں کبھی قبول نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے روایت میں اپنی جانب سے ایسے الفاظ داخل کئے جس سے تمام صحابہؓ پر حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہو اور اصل شکایت پر پردہ پڑ جائے۔ پھر بعد میں اس واقعہ کو حضرت علیؓ کی ولایت کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو غریب یعنی خبر واحد قرار دیا۔ اور فرمایا اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس روایت کی صحت و عدم صحت کا تمام تر دارومدار جعفر بن سلیمان کی ذات پر موقوف ہے۔

جعفر بن سلیمان بنو حارث کا غلام تھا اس نے بنو ضبیعہ خاندان میں سکونت اختیار کی اسی لئے ضبعی کہلاتا ہے۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد و متقی لوگوں میں ہوتا ہے بخاری کے علاوہ تمام محدثین ستہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں کوئی خاص عیب نہیں۔ جب یہ صنعاء پہنچا تو لوگوں نے اس سے علم حاصل کیا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن سعید القطان اسے ضعیف کہتے اور اس کی حدیث نہ لکھتے۔ ابن سعد کا بیان ہے یہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن اس میں ضعف پایا جاتا ہے اور شیعہ ہے۔

ebooks.i360.pk

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے تھے انھوں نے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث سے علم حاصل کرتا ہے وہ میرے پاس نہ آئے کیونکہ عبدالوارث معتزلی ہے اور جعفر بن سلیمان رافضی ہے۔

سہل بن ابی حدویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر بن سلیمان سے دریافت کیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا، گالیاں تو خیر نہیں دیتا لیکن ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں جریر بن یزید بن ہارون کے ذریعہ اس جعفر کا یہ قول نقل کیا ہے اور اس کے بعد جریر بن یزید بن ہارون نے مزید فرمایا یہ جعفر تو گدھے کی طرح رافضی ہے۔

عمر بن علی کا بیان ہے کہ میں نے امام عبداللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے سوال کر رہے تھے۔ انھوں نے سوال کیا، کیا تو نے ایوب بن ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ امام ابن المبارک نے سوال کیا کیا ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا۔ ہاں۔ ابن المبارک نے سوال کیا، کہ کیا تو نے یونس بن یزید کو دیکھا ہے؟ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔ امام عبداللہ بن المبارک نے فرمایا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تھا تو ان کی مجلس میں کیوں شریک نہیں ہوا، اور ان سے علم کیوں نہ حاصل کیا؟ تو نے ان حضرات کو چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے روایات سنیں۔ اور عوف تو اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب اپنی ذات میں دو بدعتیں جمع نہیں کر لیتا۔ کیونکہ عوف بن ابی جمیلہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز عبدالرزاق بن ہمام سے ایسی بات سنی جو اس کے رافضی ہونے کا ثبوت تھی۔ میں نے عبدالرزاق سے سوال کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے مثلاً معمر، اوزاعی، سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس یہ سب اہل سنت تھے پھر تجھ میں یہ تشیع کہاں سے آیا؟ عبدالرزاق نے جواب دیا۔ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان آیا (یعنی صنعاء میں)، میں نے اسے فاضل اور نیک پایا

ebooks.i360.pk

لہٰذا انہوں نے اہل سنت کا مذہب حاصل کیا۔

یعنی جعفر بن سلیمان نہ صرف خود رافضی تھا بلکہ زہد و تقوے کا لبادہ اوڑھ کر دوسروں کو بھی رافضی بناتا تھا یعنی کہ عبدالرزاق بن ہمام جیسا محدث بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ شیعوں نے ہمیشہ زہد و تقویٰ اور تصوف کا لبادہ اوڑھ کر تشیع کا زہر پھیلایا ہے یہی وجہ ہے جو ہمارے صوفیا تشیع میں غرق نظر آتے ہیں حتیٰ کہ بلحاظ عقائد شیعوں اور سنیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ بلکہ بسا اوقات یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے صوفیا فی الواقع جعفر بن سلیمان کا کردار ادا کر رہے ہوں۔ اور تقیہ کر کے زہد و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ لیا ہو۔

ebooks.i360.pk

کیونکہ مسلم سے بغض رکھنا جائز نہیں۔ اس لئے آپ نے ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ بلا تقسیم باندی سے صحبت جائز ہے یا نہیں۔ تو اس پہ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ جائز نہیں لیکن اگر کسی نے ایسی حرکت کی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ جس شے میں ملکیت کا کچھ نہ کچھ حق پایا جاتا ہو۔ اس پر حد جاری نہیں ہوتی۔ جیسے اگر کوئی باپ کسی بیٹے کا مال چرالے تو اس پر قطعاً حد جاری نہ ہوگی کیونکہ بیٹے کے مال میں باپ کا بھی حق ہے۔ اس طرح خمس میں ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ، مساکین، سائلین و مسافرین کا حق ہے۔ لہٰذا اس جرم پہ حد جاری نہ ہوگی۔ لیکن یہ حرکت خود خلاف قانون ہے۔ اور اس مال کا نگران چونکہ امیر وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ کسی کو اجازت دیدے۔ اور لونڈی کو تقسیم کر دے تو اس شخص کیلئے اس کا استعمال جائز ہوگا۔ جیسے باندیاں امیر کی تقسیم سے جائز ہوتی ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خمس میں علیؓ کا اس سے زیادہ حصہ ہے تو یہ جملہ خود ایک اجازت متصور ہوگا۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ دوران جنگ جو عورتیں ہاتھ آتی ہیں اگر انھیں امیر تقسیم کر دے تو وہ جائز ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ان سے اس وقت تک صحبت جائز نہیں جب تک انہیں حیض نہ آجائے یا اگر حمل ہے تو وضع حمل نہ ہو تاکہ دو شخصوں کا نطفہ مخلوط نہ ہو جائے۔ اسے اصطلاح شریعت میں استبراء کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس قانونی نقطہ کو کیسے نظر انداز کیا۔ ممکن ہے۔ وہ لڑکی کنواری ہو جس سے استبراء کی ضرورت نہ ہو۔ اور لفظ جاریہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جاریہ عربی زبان میں کنواری اور نابالغ لڑکی کو کہتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ حرکت اگرچہ اللہ کی نظروں میں بری نہ ہو لیکن صحابہ کرامؓ جو حضورؐ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ انھیں یہ غیر اخلاقی حرکت ناگوار گزری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کے سبب اگرچہ صحابہؓ نے سکوت اختیار کر لیا لیکن

ebooks.i360.pk

یک عام شخص کے ذہن میں یہ تخیل ضرور پیدا ہوگا کہ اگر حضرت علیؓ ابن عم اور داماد نہ ہوتے۔ یا ان کی اسلام کی خاطر اتنی قربانیاں نہ ہوتیں، تو اس وقت حضورؐ کا ردعمل کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ تخیل کی پرواز نے عام لوگوں کے ذہنوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے کیا تاثر پیدا کیا ہوگا۔ اور ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے صرف ڈھائی ماہ بعد لوگ آپ کی خلافت کو قبول کر لیں گے۔ ہمارا ذہن تو یہ کہتا ہے کہ شاید ایک فرد بشر بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی لئے شیعہ ذہن نے اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا۔ اور ولایت علیؓ کے ڈھنڈورے پیٹنے شروع کر دیئے۔

یہ ہے خم غدیر کی اصل حقیقت جو شیعہ پروپیگنڈے کے سبب سنیوں کے ذہنوں سے بھی محو ہو چکی۔ بلکہ پاک و ہند کا سنی اس مسئلہ میں شیعوں کا ہمنوا بنا ہوا ہے۔ بلکہ ہمارے علماء بھی ترمذی وغیرہ کی روایت کو دیکھ کر شیعوں کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اُس کے مولیٰ ہیں

ابو سریحہ یا زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں۔ اس روایت میں شعبہ کو شک ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ شعبہ نے یہ روایت میمون ابو عبداللہ کے واسطہ زید بن ارقم سے نقل کی ہے۔

ترمذی نے یہ بات کہہ کر اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ شعبہ کو اس روایت میں شک و شبہ واقع ہو رہا ہے۔ اولیں شک تو یہ ہے کہ یہ روایت ابو سریحہ یعنی حذیفہ بن اسید سے مروی ہے یا زیدؓ بن ارقم سے۔

ebooks.i360.pk

دوسرا شک یہ ہے کہ شعبہ نے یہ روایت سلمہ بن کہیل سے سنی۔ یا میمون ابو عبداللہ سے، اس طرح اس روایت میں اضطراب ہے۔ اور جس روایت میں اضطراب ہو وہ مضطرب کہلاتی ہے جو شدید قسم کی ضعیف اور ناقابل قبول ہوتی ہے خواہ اس کی سند کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو۔

ابن عدی اور ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت سلمہ بن کہیل سے ہرگز مروی نہیں۔ بلکہ یہ روایت میمون ابو عبداللہ سے مروی ہے کیونکہ شعبہ کے علاوہ اسے عوف نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عوف نے میمون کا نام لیا ہے۔ اس لحاظ سے اس روایت کا تمام دارومدار میمون ابو عبداللہ پر موقوف ہے۔

میمون ابو عبداللہ

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید اس سے کوئی روایت نہ لیتے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ شخص لاشئے ہے۔ خود شعبہ کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک رذیل انسان تھا۔ میزان جلد ۳ صفحہ ۲۳۵

حضرت براء بن العازب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا ہم اس حج میں شریک تھے۔ آپ نے راہ میں قیام کیا۔ اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں تمام مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ علیؓ بھی حقدار ہے۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ (ابن ماجہ مترجمہ - ۱۹ ص)

ترمذی نے حضرت براء عازب سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس کہانی کے جواب کے

ebooks.i360.pk

لئے کافی ہے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ سطور میں اسے ضرور پیش کریں گے۔

عدی بن ثابت۔ براء سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عدیؒ بن ثابت ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے۔ احمد بن حنبل، احمد العجلی، اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔

ذہبی اور ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شیعوں کا مجتہد۔ ان کا قصہ گو اور ان کی مسجد کا امام تھا۔ ان میں یہ سچا شمار ہوتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تمام شیعہ اس عدی جیسے ہو جاتے تو شیعوں کا شر کچھ کم ہوتا یعنی اس کا شمار دس نمبریوں میں نہیں تھا۔

مسعودی کا خیال ہے کہ یہ شیعوں کے خیالات کو جس انداز میں پیش کرتا ہے اس سے بہتر انداز میں کوئی دوسرا شیعہ بیان نہیں کرتا۔ (یہ ذہن نشین رہے کہ مورخ مسعودی خالص تبرائی رافضی ہے)

جوزجانی کا بیان ہے کہ عدی راہِ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۹۱

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتم رازیؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اس کا دادا اس کی ماں کا نانا عبداللہ بن یزید تھا۔ اس نے احادیث براء بن العازب سے سنی ہیں۔ اس عدی سے احادیث نقل کرنے والے یحییٰ بن سعید الانصاری مسعر اور شعبہ ہیں۔ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتم سے اس عدی کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا یہ سچا شخص ہے شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا قصہ گو ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۲)

محدثین کا ایک اصول یہ ہے۔ کہ اگر کوئی صاحبِ مسلک ایسی روایت بیان کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو وہ روایت ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی امامت و ولایت سے بڑھ کر کوئی دوسری شئے نہیں۔ لہٰذا اس روایت کے مردود ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا راوی عدی بن ثابت شیعہ ہے

اگر آپ حضرات یہ تصور کرتے ہوں کہ اس روایت کا راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے

ebooks.i360.pk

لہٰذا یہ قابل قبول ہے۔ اگر فی الواقع یہ کچھ امر ہوتا تو بخاری و مسلم بھی اس سے روایت نقل کرتے لیکن ان کا نقل نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بخاری و مسلم کسی شیعہ راوی کی وہ روایات قبول نہیں کرتے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ اور چونکہ اس روایت سے شیعہ مسلک کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اس شیعہ کی یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

اگر آپ حضرات یہ تصور فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اتنا معمولی سا فساد ہے۔ تو شیعہ مذہب کا یہ اصول پیش نظر رکھیے کہ دین کے دس حصوں میں نو حصہ دین تقیہ یعنی جھوٹ بولنے پر موقوف ہے۔ یعنی شیعہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سب کچھ جھوٹ ہوتا ہے ان کی بات کو سچا ماننے والا سب سے بڑا جھوٹا ہے جو خود فریبی کا شکار ہے۔

اس روایت میں ایک اور بھی فساد موجود ہے اور اس مفسد کا نام علی بن زید بن جدعان ہے

علی بن زید بن جدعان

اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر ابو ملیکتہ بن جدعان ہے۔ اس کی کنیت ابوالحسن ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا شمار علماء تابعین میں ہوتا ہے اس سے بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ یہ حضرت انس، سعید بن المسیب اور ابو عثمان النہدی سے روایات نقل کرتا ہے۔

یہ شخص مختلف فیہ ہے جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہا اچانک نابینا ہو گئے علی بن زید بن جدعان، قتادہ اور اشعث الحدانی۔

منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

شعبہ کہتے ہیں آخر عمر میں اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا۔ منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

ebooks.i360.pk

حماد بن زید کوفی کا بیان ہے کہ یہ احادیث میں تبدیلیاں کرتا تھا۔ فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان۔ اس کی روایت سے احتراز کرتے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ یہ تو رافضی ہے۔

احمد العجلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے قوی نہیں۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں یہ شخص حجت نہیں لیکن ابو حاتم کہتے ہیں، اس کی روایت لکھ لی جاتی ہے۔ لیکن یزید بن ابی زیاد مجھے اس سے زیادہ پسند ہے۔

شعبیؒ کا بیان ہے کہ بڑھاپے میں دماغ جواب دے گیا تھا۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ میں اس کی روایت خرابی حافظہ کے باعث قبول نہیں کرتا۔ ابن عدی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا۔ ۱۳۱ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ میزان جلد ۳ ص۱۲۷

ابو حاتم کا بیان ہے کہ علی بن یزید بن جدعان ہم سے آج کچھ حدیث بیان کرتا اور کل کچھ اور، اور وہ اس لائق نہ تھا کہ اس کی حدیث قبول کی جائے۔ ج ۳ ص۱۸۶

صالح کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد اسے قوی نہیں سمجھتے تھے۔ الجرح والتعدیل

ترمذی نے حضرت براءؓ سے جو کہانی نقل کی ہے۔ اس سے کچھ اور ہی حالات سامنے آتے ہیں۔ قارئین کرام اس پر بھی نظر ڈال لیں۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک پر علیؓ بن ابی طالب کو امیر متعین کیا۔ اور ایک پر خالد بن الولید کو اور فرمایا جنگ کے وقت علیؓ امیر ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح فرمایا۔ اور اس قلعہ سے باندی لے لی۔ (یعنی اس سے ہمبستر ہوئے۔)

یہ واقعہ خالد بن الولید نے لکھ کر میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

ebooks.i360.pk

روانہ کیا جس میں علیؓ کی شکایت کی گئی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جب خط پڑھا تو آپ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو گئی اور فرمایا

تو اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ نے خاموشی فرمائی۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس ایک سند کے علاوہ کسی اور سند سے واقف نہیں ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳

اس واقعہ میں کہاں تک حقیقت ہے۔ اور کہاں کہاں غلطی ہے ہم اس وقت اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے لیکن تمام روایات سے یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بلا اجازت مال نے میں سے ایک لڑکی الگ کر لی تھی۔ اور اس سے بلا اجازت رسول ہمبستر ہوئے تھے۔ اور مال خمس میں اصل حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور آپ کی مرضی پر موقوف تھا کہ باندی کو کسی کی ملکیت میں دیں یا آزاد کر دیں۔ بہر صورت یہ نبی کی اجازت پر موقوف تھا اور یہاں بلا اجازت یہ فعل سرزد ہوا تو لوگوں کو اس پر اعتراض واقع ہوا۔ اور صحابہ میں چار اشخاص نے تو یہ عہد کیا تھا کہ ہم واپس جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شکایت پیش کریں گے۔

چونکہ حضرت علیؓ حجۃ الوداع سے قبل واپس نہ آ سکے تھے بلکہ سیدھے مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حج میں مصروف تھے جب آپ حج سے فراغت کے بعد خم غدیر میں ٹھہرے تو وہاں شکایتوں کے دفتر کھلے جیسے سبائیوں نے ابتدائی دور میں ردو بدل کر کے پیش کیا۔ اور جوں جوں ان کے اماموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اتنا ہی ان روایات میں ردو بدل ہوتا گیا۔ ترمذی کی ایک اور روایت ملاحظہ کیجیے۔

ebooks.i360.pk

جو حضرت عمرانؓ بن حصین سے مروی ہے۔ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اور اس پر علیؓ ابن ابی طالب کو امیر بنایا۔ وہ لشکر لے کر چلے اور راہ میں ایک لونڈی سے ہمبستر ہوئے جس پر لوگوں نے اعتراض کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چار صحابہ نے تو باہم عہد کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری ملاقات ہوگی۔ تو ہم علیؓ کی اس حرکت سے آپ کو مطلع کریں گے۔

مسلمانوں کا دستور یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب یہ لشکر واپس پہنچا تو انھوں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ علیؓ کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی اور ویسی حرکت کی رسول اللہ صلی اللہ نے منہ پھیر لیا۔ تو دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر یہی بات عرض کی۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے بھی شکایت کی۔ آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور فرمایا۔ آخر تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی۔ ج ۲ ص ۲۲۳

ہمیں اس روایت پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ ہمیں تو قارئین کے سامنے صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ خم غدیر میں ولایت تقسیم نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ شکایات کے دفتر کھلے ہوئے تھے۔ جس کا اقرار جعفر بن سلیمان جیسا رافضی بھی کر رہا ہے۔ جو حضرت عمرانؓ کی حدیث کا راوی ہے۔

ebooks.i360.pk

ہاں ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ ضرور عرض کریں گے کہ نہ تو دو لشکر بھیجے گئے اور نہ حضرت علیؓ کو امیر بنایا گیا۔ بلکہ حضرت علی کو یمن، حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا تھا۔ جو یہ تمام جھگڑا درپیش آیا۔

صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کے پاس حضرت علیؓ کو خمس لینے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت بریدہؓ کا بیان ہے مجھے علیؓ سے بغض پیدا ہو گیا۔ کیونکہ علیؓ نے غسل کیا تھا۔ (یعنی خمس میں سے ایک باندی کے ساتھ ہمبستر ہوئے تھے) میں نے خالدؓ سے کہا تم نے علیؓ کی یہ حرکت دیکھی۔

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے اس واقعہ کا آپ سے تذکرہ کیا۔ آپؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تو علیؓ سے بغض نہ رکھ۔ کیونکہ مال خمس میں اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

معلوم ہوا کہ خم غدیر میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ، کی تفہیم نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہاں تو سیکڑوں افراد شاکی کھڑے تھے۔ حتیٰ کہ اس واقعہ کی بدولت بعض صحابہؓ کے دلوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے بغض پیدا ہو گیا تھا۔ اور خاص طور پر حضرت بریدہؓ اس معاملہ میں اس طرح مشہور ہیں جیسے شیعہ راویوں نے ان کی جانب فضیلت علیؓ کی روایات وضع کرکے منسوب کی ہیں۔

یہ ہماری کوئی نرالی منطق نہیں بلکہ علامہ شمس الحق افغانی صاحب ترنگ زئی جو علمائے دیوبند میں ایک مستند اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک تقریظ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ انھوں نے یہ تقریظ علامہ محمد نافع صاحب کی ایک کتاب حدیث الثقلین پر لکھی ہے موصوف کے الفاظ ہیں۔

رابعاً عترت والی بات درست نہیں کیونکہ خم غدیر میں مقصود اصلی حضرت علیؓ پر اعتراضات کا دفعیہ تھا۔ اور اعتراضات کی اصلیت عداوت تھی۔ اللھم وال من والاہ او عاد من عاداہ کا تقابل

ebooks.i360.pk

تبلا رہا ہے کہ اہل بیت مستحق محبت ہیں نہ محل عداوت۔ حدیث الثقلین ص۳۱

اب رہا یہ مسئلہ کہ مقام غدیر خم میں یہ سند کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں تقسیم بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ ہماری عقل ہرگز بھی یہ امر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس قسم کے نامناسب ماحول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرما گئے۔ یہ تو سراسر خلاف حکمت ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے خلاف جو محاذ قائم ہو رہا تھا۔ اس کے تدارک کے لئے آپ نے یہ دعا فرمائی ہو۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ تو اس سے عداوت رکھ یہی بات مولانا شمس الحق افغانی نے فرمائی کہ یہاں محبت وعداوت کا تقابل ہو رہا ہے مقصود عداوت دور کرنا ہے تقسیم اسناد نہیں۔

حافظ جمال الدین زیلعی حنفی المتوفی ۷۶۲ھ مختلف روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔ اور کتنی ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں۔ مگر حدیثیں ضعیف ہیں۔ جیسے حدیث طیر اور حدیث افطر الحاجم اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور آشکار کر دیتا ہے۔ نصب الرایہ فی احادیث الہدایہ ج۱ ص۳۶۰

امام ابن تیمیہ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلا یصح من طریق الثبوت اصلا — یہ روایت ثقہ اور معتبر طریقہ سے ہرگز ثابت نہیں

منہاج السنہ ج ۴ ص۸۶

ہم نے جہاں تک قرآن وسنت کا مطالعہ کیا ہے تو ہمیں اس روایت کے علاوہ جہاں بھی مولیٰ کا لفظ نظر آیا تو وہ یا تو اللہ کے لئے استعمال ہوا اور اگر کسی انسان کے لئے یہ مستعمل ہوا تو اس صورت میں ہوا جب کہ اس شخص کا کوئی زر خرید غلام پایا جاتا ہو۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ebooks.i360.pk

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے

نیز ارشاد ہے

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہ اچھا مولیٰ ہے اور اچھا مددگار ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ آپ ہی ہمارے مولیٰ ہیں۔ کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

نیز ارشاد ہے۔

مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ان کا مولیٰ حق ہے اور حکم اسی کے لئے ہے

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور اس معنیٰ کے لحاظ سے اس کا غیر اللہ کے لیے استعمال جائز نہ ہوگا۔ اور خاص طور پر ان حضرات کے لیے جو کسی انسان کے زرخرید غلام نہ ہوں۔

زمانۂ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولیٰ کہہ کر پکارتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لا تقولوا السيدكم يا مولاى بل قولوا يا سيدى اپنے سردار سے اے میرے مولیٰ نہ کہو۔ بلکہ اے میرے سید کہا کرو۔

اور مالک اپنے غلام کو ذلیل وخوار تصور کرتے۔ اور اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو 'یا عبدی' کہہ کر پکارتے۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا اور مالکین کو حکم دیا وہ اپنے غلام کو مولیٰ کہیں۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ میں جس کا مولیٰ ہوا، علی رضؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالکین کے لئے اس لفظ کی ممانعت فرمائی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے لئے بلکہ حضرت علی رضؓ

ebooks.i360.pk

کے لئے بھی ان الفاظ کو استعمال فرماتے۔ یہ تو ایک امر محال ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ پر کھلا اتہام ہے

اا۔ اس کہانی سے یہ نتیجہ ضرور ظاہر ہوا کہ پاک و ہند میں کروڑہا افراد مولی بن گئے۔ جس نے داڑھی رکھ لی۔ وہ مولی بن گیا۔ خواہ اس نے فرنچ کٹ داڑھی ہی کیوں نہ رکھی ہو۔ وہ مولی کہلایا۔ اس طرح حضرت علیؓ کے واسطے سے یہ لفظ نہ صرف عام ہوا بلکہ داڑھی رکھنے والوں کیلئے ایک اچھی خاصی گالی بن گیا۔

سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے نماز پڑھی ہے۔

اگر یہ روایت بلحاظ سند درست بھی ہوتی۔ تب بھی ہمارے لئے ہرگز حجت نہیں اس لئے کہ جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی۔ اس وقت تک ابن عباسؓ وجود میں بھی نہ آئے ہونگے۔ کیونکہ ابن عباسؓ ہجرت مدینہ سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ اور جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی۔ تو شاید اس وقت ابن عباسؓ کے کوئی بڑے بھائی عالم وجود میں آنے کی تیاری فرما رہے ہوں گے۔ لہٰذا جھوٹ کے لئے ایک ہنر کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی ایک ہنر ہے کہ واقعہ کا ناقل اس شخص کو بنایا جائے۔ جو عالم وجود میں بھی نہ آیا تھا۔

ترمذی اس کہانی کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ یہ روایت اس سند سے غریب ہے کیونکہ اسے شعبہ کے علاوہ کسی نے ابوبلج سے نقل نہیں کیا۔ اور شعبہ سے محمد بن حمید کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اور ابوبلج کا نام یحییٰ بن سلیم ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۳

ہم نے اس کی سند دیکھی تو اس کی سند حسب ذیل سامنے آئی۔

محمد بن حمید، ابراہیم بن المختار، شعبہ، ابوبلج، عمرو بن میمون ابن عباسؓ

اس کا آخری راوی عمرو بن میمون ہے۔ اسے قناد کے لقب سے یاد

عمرو بن میمون کیا جاتا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت

ebooks.i360.pk

منکر ہوتی ہے جہاں تک شعبہ کا تعلق ہے تو یہ کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ اب یہ خبر نہیں کہ انھوں نے ایسے راوی سے روایت کیوں نقل کی۔ یا بعد کے راویوں نے ان کی جانب سے منسوب کر دی بلٰذا ہم بعد کے راویوں کی چھان بین کرتے ہیں۔

ابراہیم بن المختار الرازی۔ اس کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ ابن اسحاق کا شاگرد ہے اس سے محمد بن حمید اور عمرو بن رافع القزوینی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابو غسان زُنَیج کہتے ہیں۔ میں نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

(ابو غسان زُنَیج سے مراد محمد بن عمرو بن بکر الرازی ابو غسان ہے۔ وہ اپنی کنیت اور لقب سے مشہور ہیں) ان کا شاگرد محمد بن حُمَید ہے۔

محمد بن حُمَید الرازی۔ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں اس کا شمار حفاظ میں ہوتا ہے۔ ابن المبارک اور یعقوب قمّی سے روایات نقل کرتا ہے اور یہ ضعیف ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کے یہاں منکرات بہت ہوتی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابو زرعہ رازی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

فَضلَک الرازی کا بیان ہے کہ میرے پاس ابن حُمَید کی پچاس ہزار روایات ہیں لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ محمد بن حُمَید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی ہمیں سلمۃ الابرش کے واسطہ سے سنائی۔ اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ میں علی بن مہران کے

ebooks.i360.pk

پاس گیا۔ وہ ابن اسحاق کی وہ مغازی سنا رہا تھا جو محمد بن حمید نے سلمۃ الابرش سے نقل کی ہے۔ اس نے جب یہ مغازی مجھ سے سنی۔ تو حیران ہو کر بولا۔ یہ کتاب تو محمد بن حمید نے مجھ سے سُنی ہے۔

کوسج کا بیان ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ہم محمد بن حمید کو ہر معاملہ میں متہم سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس شخص سے بڑھ کر اللہ سے بے خوف کوئی نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں کی احادیث لیتا اور ان میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ ہم سے ابن حمید نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ میں ابن حمید اور ابن الشاذ کوفی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

ابو علی النیساپوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے سوال کیا کہ اگر آپ ابن حمید سے سند حاصل کرتے تو بہتر تھا کیونکہ احمد بن حنبل نے اس کی ثنا کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ احمد اسے صحیح طور پہ پہچانتے نہ تھے۔ اگر وہ اسے پہچان لیتے۔ جیسے ہم نے اسے پہچانا ہے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

ابو احمد العسّال کا بیان ہے کہ میں نے فضلک الرازی سے سُنا ہے کہ میں محمد بن حمید کے پاس گیا وہ روایات کے لئے سندات وضع کر رہا تھا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قرآن حفظ نہ رکھ سکتا تھا۔

ابو بکر الصنعانی سے دریافت کیا گیا کیا آپ محمد بن حمید سے روایات کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ ہاں اس سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایات لی ہیں۔

محمد بن حمید کے شاگردوں میں محمد بن جریر طبری اور ابو القاسم البغوی ہیں۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

ebooks.i360.pk

اب ذرا آپ ابو بلج کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابو بلج الفزاری

یہ قبیلہ بنو فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واسط میں مقیم تھا اس کا نام یحییٰ بن سلیم تھا۔ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چاروں اصحاب سنن نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ عمرو بن میمون الاودی اور محمد بن حاطب الجمحی سے روایت نقل کرتا ہے۔ اور اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات نقل کی ہیں۔

اسے یحییٰ بن معین وغیرہ۔ ابن سعد، نسائی، اور دارقطنی، نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں اچھا ہے اس میں کوئی برائی نہیں۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے۔ یہ اللہ کا بہت ذکر کرتا تھا۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ خطا کیا کرتا تھا۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے۔ کہ آپؐ نے علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اور اس کی بکواسات میں سے ایک بکواس یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص نے فرمایا۔ جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس کے دروازے آپس میں کھڑکھڑاتے ہوں گے اور وہاں کوئی نہ ہوگا۔

ثابت البنانی کا بیان ہے۔ کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے اس روایت کو منکر قرار دیا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت بہت منکر ہے۔

میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۸۴

ebooks.i360.pk

حضرت علیؓ کی امارتِ حج

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ برارت کی دس آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بلایا اور انھیں اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ جاکر اہلِ مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ اور فرمایا جاؤ ابوبکرؓ سے جلد ملو۔ اور ان سے جہاں بھی ملاقات ہو میری تحریر لے لینا۔ اور اس تحریر کو اہل مکہ کے پاس لے کر جانا۔ اور پڑھ کر سنانا حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں ابوبکرؓ سے جحفہ میں ملا۔ اور ان سے خط لے لیا۔ ابوبکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغیر حج کئے لوٹ آئے۔

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے متعلق کچھ نازل ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ نہیں لیکن جبرائیل میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے حکم دیا کہ آپ کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یا آپؐ خود جائیں یا اسے بھیجیں جو آپؐ میں سے ہو۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱

یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے محمد بن سلیمان لُوین سے نقل کی ہے اس طرح اس روایت کو امام احمد کی جانب منسوب کرنا تو غلط ہے۔ ہاں یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ کی جانب منسوب کی جا سکتی ہے۔

محمد بن سلیمان لُوین نے یہ روایت محمد بن جابر سے نقل کی ہے۔ اس نے سماک سے اس نے حنش سے اور اس نے حضرت علیؓ سے ہم اسکے صرف دو راویوں پر کلام کریں گے۔ ایک حنش اور ایک سماک۔

حنش بن المعتمر :- اسے ابن ربیعہ الکنانی الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔ ہم نے الیصال ثواب نامی کتاب میں تحریر کیا تھا کہ حضورؐ کی جانب سے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی دھینت کا

ebooks.i360.pk

ابن سبائی سبی شخص ہے۔ اس نے حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس سے حکم، سماک، اور اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

اسے ابوداؤد نے ضرور ثقہ کہا ہے لیکن ابوحاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ شخص نیک ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور یہ کہانی ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوتیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۶

اسے ابوداؤد نے ضرور ثقہ کہا ہے لیکن ابوحاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ نیک شخص ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں۔ یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور کہانی ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوتیں میزان ج ۱ ص ۲۱۹

اور یہ پہلے بھی کئی بار عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے اہل کوفہ نقل کریں تو روایت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اسے نقل نہ کریں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے جتنے بھی ساتھی ہیں یہ سب قاتلین عثمان ہیں۔ اور سب جھوٹے ہیں۔ اس لئے محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ پر جتنا جھوٹ بولا گیا اتنا کسی فرد پر نہیں بولا گیا۔ لہٰذا اگر کوئی کوفی یا با الفاظ دیگر کوئی سبائی حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ امام نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں اس سے سماک روایت کرتا ہے۔ قوی نہیں ص ۳۶۔ بخاری لکھتے ہیں حنش بن المعتمر الصنعانی۔ بعض لکھتے ہیں۔ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے اس نے حضرت علیؓ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے سماک اور حکم کوفی نے روایت نقل کی ہے۔ محدثین اس کی حدیث میں کلام کرتے ہیں۔ کتاب الضعفاء صفحہ ۳۸

سماک بن حرب حنش سے یہ روایت نقل کرنے والا سماک ہے۔ اس کی کنیت ابوالمغیرہ ہے

ebooks.i360.pk

الکوفی ہے۔ بخاری کے علاوہ اس سے سب نے روایت لی ہے۔ یہ سچا ہے۔ نیک آدمی ہے۔

ابن المبارک نے سفیان سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے جریر الضبی کا بیان ہے کہ میں سماک کے پاس گیا۔ میں نے اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس آگیا اور دل میں سوچا کہ اس کا دماغ سٹھیا گیا ہے۔ لہٰذا میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ امام شعبہ اسے ضعیف کہتے ہیں احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے لیکن تب بھی یہ عبد الملک بن عمیر سے بہتر ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

نسائی کا بیان ہے کہ جب کسی اصل میں منفرد ہو تو یہ حجت نہیں۔ لیکن اس میں یہ عیب ہے کہ اسے تلقین کی جاتی تو وہ اس تلقین کو قبول کر لیتا۔

حجاج نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے سماک سے کہنا شروع کیا عکرمہ عن ابن عباس وہ جواب دیتے ہاں۔

ابن عمار کا بیان ہے کہ حدیث میں غلطیاں کرتا۔ لوگ اس کی حدیث میں اختلاف کرتے ہیں۔ عجلی کا بیان ہے جائز الحدیث ہے۔ سفیان ثوری اسے تھوڑا بہت ضعیف کہا کرتے تھے۔ ابن المدینی کہتے ہیں اس کی روایت عکرمہ سے مضطرب ہے۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ یہ عکرمہ کے علاوہ اور لوگوں کی روایت میں ٹھیک ہے۔ لیکن ان لوگوں میں نہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا

ترمذی نے حضرت علیؓ کے ذریعہ یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ انا دار الحکمۃ وعلی بابھا۔

ebooks.i360.pk

ہیں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب و منکر ہے۔ اسے بعض راویوں نے شریک سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں صنابحی کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ اور ہم نے ثقہ راویوں میں سے سوائے شریک کے کسی اور کے پاس یہ روایت نہیں پائی۔

شاید امام ترمذی نے اس روایت کو اسی لئے منکر قرار دیا ہے۔ ابن جوزی اور سراج القزوینی جنھوں نے عربی میں ترمذی پر حاشیہ لکھا ہے وہ اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔

شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن عمر الرومی ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں اس میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ محمد بن عمر الرومی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو کس نے وضع کیا ہے۔ شریک نے یا محمد بن عمر الرومی نے یا اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری نے یہ مجھے معلوم نہیں۔ بہرصورت یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۶۸

اس کا آخری راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو ترمذی کا استاد ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ ابن ابی شیبہ اور ہناد کا بیان ہے کہ یہ فاسق ہے۔ اور سلف کو گالیاں دیتا تھا

میزان ج ۱ ص ۲۰۱

شریک سے یہ روایت نقل کرنے والے محمد بن عمران الرومی اور عبدالحمید بن بحر البصری

علامہ ابن الجوزی اس روایت پہ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اول تو یہ روایت سوید بن غفلہ سے نقل کیا۔ لیکن سوید نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ اور یہ روایت مضطرب ہے۔ اور سلمہ بن کہیل نے صنابحی سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں اس روایت کی تین سندات ہیں پہلی سند میں محمد بن عمر الرومی ہے ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے جو ان حضرات نے کبھی بیان نہیں کی تھی۔ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ دیگر سندات میں عبدالحمید بن بحر ہے۔ جو

ebooks.i360.pk

اسے شریک سے نقل کر رہا ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ حدیث کا چور تھا۔ اور ثقہ راویوں سے ایسی روایات ذکر کرتا ہے، جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ اس کی روایت کو کسی حال میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

اس روایت کی ایک سند یہ ہے کہ ابو بکر بن مردویہ نے محمد بن قیس کے ذریعہ اسے شعبی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ حضرت علیؓ سے ناقل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں حکمت کا گھر ہوں، اور علیؓ اس کا دروازہ ہے"۔ لیکن اس کی سند میں محمد بن قیس مجہول ہے پہلی دو روایتوں میں جناب شریک کا حال ابن الجوزی نے نقل نہیں کیا۔ ہم اس کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

شریک بن عبداللہ النخعی۔ ابو عبداللہ الکوفی قاضی ہیں۔ حافظ ہیں، صادق ہیں، ثقات میں سے ایک امام ہیں، علی بن الاقمر زیاد بن علاقہ اور متعدد تابعین سے احادیث روایت کرتے تھے علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے کہ وہ اس شریک کو انتہائی ضعیف قرار دیتے تھے۔

ابن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن المہدی کو کبھی شریک سے حدیث روایت کرتے نہیں سنا۔

محمد بن یحییٰ بن سعید القطان نے اپنے والد یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے شریک کے اصول میں بہت خلط ملط دیکھا ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن سعید سے عرض کیا لوگوں کا گمان ہے کہ شریک "آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور آخر عمر میں خلط ملط کرنے لگا تھا اس پر یحییٰ بن سعید نے فرمایا وہ ہمیشہ سے ہی روایات میں خلط ملط کرنے کا مریض تھا۔

یحییٰ بن حسن کا بیان ہے کہ اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس النخعی۔ اس کا دادا سنان بن انس حضرت حسین بن علی کا قاتل ہے۔

ebooks.i360.pk

یحییٰ بن زکریا کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس شریک سے روایت کرتے۔

عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں۔ شریک کا حدیث میں کچھ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ اس شریک کا حافظہ خراب تھا۔ اسے حدیث میں اضطراب ہوتا اور تشیع کی جانب مائل تھا۔

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ شریک نے چار سو احادیث میں غلطیاں کی ہیں۔

معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ شریک سچا ہے ثقہ ہے لیکن اگر اس کی روایت میں کوئی اس کا مخالف ہو تو مجھے اس کا مخالف اس سے زیادہ محبوب ہے۔

ابو زرعہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے اور احادیث میں احتیاط نہیں برتتا اور خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر تصور کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار روایات تو جابر جعفی رشیوں کی کتابوں کا راوی کی بعض اور دس ہزار غریب روایات بھی۔

سعدویہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا ہے۔ شریک اہل کوفہ کی روایات سفیان سے زیادہ جانتا ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ شریک ان روایات میں قوی نہیں ہیں جن کی روایت میں وہ منفرد ہے

ابو توبہ الحلبی کا قول ہے کہ ہم رملہ میں تھے تو لوگوں نے باہم اس امر کا تذکرہ کیا کہ اس وقت انسانوں میں سب سے اہم کون شخص ہے۔ کچھ لوگ بولے کہ ابن لہیعہ ہیں۔ کچھ لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ وہ امام مالک ہیں ہم نے عیسیٰ بن یونس سے دریافت کیا وہ اس زمانے میں ہمارے پاس آئے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا اس امت کا اہم آدمی شریک ہے۔ اور شریک اس وقت تک زندہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے انھوں نے فرمایا ابو اسحاق کے معاملہ میں مجھے شریک زہیر سے

ebooks.i360.pk

زیا... ہے۔ اور عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ابو اسحاق کا ردی... کے معاملہ میں مجھے شریک اسرائیل سے زیادہ پسند ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ شریک سچا ہے۔ مجھے ابو الاحوص سے زیادہ پسند ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرعہ سے شریک کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔ احادیث بکثرت روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی ہوتا ہے کبھی کبھی غلطیاں کرتا ہے۔ اس پر فضلک الصائغ نے ان سے فرمایا کہ شریک نے واسط میں باطل احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابو زرعہ نے اس پر فرمایا۔ ان روایات کو باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا۔ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں کسی صحابی کو کوئی فضیلت نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا یہ شخص احمق ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو فضیلت دی گئی ہے۔

ایک روایت شریک سے یہ ہے کہ علیؓ کو ابوبکرؓ پر وہی شخص فضیلت دے سکتا ہے جو خوار و رسوا نہ ہو۔

ابو داؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ انھوں نے خود شریک کو یہ کہتے سنا ہے کہ علیؓ خیر البشر ہیں۔ جو شخص اس سے انکار کرے۔ اس نے کفر کیا۔

عبدالسلام بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے کہا کیا آپ اپنے بھائی کی عیادت نہیں کر سکتے؟ اس نے سوال کیا، کون سا بھائی؟ میں نے عرض کیا، مالک بن مغول۔ اس نے جواب دیا۔ جو علیؓ اور عمارؓ پر نکتہ چینی کرے۔ وہ میرا بھائی نہیں۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے علی بن حکیم کے ذریعہ علی بن خادم سے نقل کیا ہے کہ عتاب ...... اور ایک اور شخص شریک کے پاس گئے۔ اور عرض کیا لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کو علیؓ کے حق ہونے کے معاملہ میں شک ہے۔ شریک نے جواب دیا اے احمق مجھے شک کیسے ہو سکتا ہے میں تو یہ پسند کرتا تھا کہ میں علیؓ کے ساتھ ہوتا۔ اور اپنی تلوار مخالفین کے خون سے

ebooks.i360.pk

نکیھن کرنا۔ (یعنی زبیر، طلحہ اور امیر معاویہ)

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے خود شریک کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو مسلمانوں نے ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ بنا لیا اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی شخص ابوبکرؓ سے افضل ہے۔ تو سب اس پر ٹوٹ پڑتے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ اگرچہ اس نے حق اور عدل کو قائم کیا۔ لیکن جب اس پر موت کا وقت آیا۔ تو اس نے چھ آدمیوں میں شوریٰ قائم کر دی۔ اور وہ عثمانؓ پر جمع ہو گئے۔ اگر ان لوگوں کو اس امر کی اطلاع ہوتی کہ کوئی شخص ان میں سے عثمانؓ سے بھی افضل موجود ہے تو یہ لوگ انہیں گھیر لیتے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انھوں نے فرمایا۔ تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے شریک سے حق بات اگلوائی۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے اور یقیناً اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اس حمیت نے اس شریک کے سامنے امیر معاویہؓ کا تذکرہ کیا اور کہا کہ امیر معاویہؓ نہایت بردبار شخص تھے۔ اس پر شریک نے کہا وہ شخص کیسے بردبار ہو سکتا ہے کہ جس نے حق کو چھپایا۔ اور علیؓ سے جنگ کی۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حدیث میں حسن بن صالح اس شریک سے زیادہ ثابت ہے۔ شریک تو اس کی پرواہ بھی نہ کرتا کہ وہ کیسی احادیث بیان کرتا ہے

امام ذہبی فرماتے ہیں اس کے باوجود شریک علم کا ایک تھیلا تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شریک میں کوئی برائی نہیں مسلم نے متابعت میں اس شریک کی حدیث روایت کی ہے ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۰

جو روایت سطور بالا میں پیش کی گئی یعنی میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کے اگر دیگر راوی معتبر بھی ہوتے تب بھی یہ روایت شریک کے شیعہ ہونے

ebooks.i360.pk

کے باعث مردود ہوتی۔ اور اس صورت میں جب کہ دیگر روایات قطعًا مجہول ہیں، اس شریک کی روایات کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے علاوہ متعدد سندات سے ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں

یہ روایت ابن عباسؓ سے مجاہد نے نقل کی ہے۔ مجاہد سے اعمش اور اعمش سے ابو معاویۃ الضریر نے۔ اگرچہ اعمش اور ابو معاویہ ہر دو شیعہ ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے تمام ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے لہٰذا ہم بھی اسے قبول کر لیتے ہیں۔ ورنہ محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر راوی کوئی حدیث روایت کرے جس سے راوی کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو وہ روایت قابل قبول نہیں۔ اس لحاظ سے اعمش اور ابو معاویۃ الضریر کی روایت بھی قابل قبول نہیں لیکن ہم نے ان پر تبصرہ اس لئے نہیں کیا کہ اہل سنت والجماعت کے بیشتر ارکان ان اہل تشیع کے مداح ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دیگر ایسے بھی راوی پائے جاتے ہیں جن پر ابن جوزی نے کلام کیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی تلخیص پیش کئے دیتے ہیں۔

ابن عباسؓ سے یہ روایت دس سندات سے مروی ہے۔ پہلی سند میں ابو معاویہ سے یہ روایت نقل کرنے والا جعفر بن محمد البغدادی الفقیہ ہے۔ لیکن وہ روایت کی چوری میں مشہور ہے۔

دوسری سند میں رجاء بن سلمہ ہے۔ رجاء بن سلمہ حدیث کی چوری میں متہم ہے

تیسری اور چوتھی سند میں عمر بن اسمٰعیل ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں کذاب ہے خبیث ہے۔ برا آدمی ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں۔ یہ متروک ہے۔

پانچویں سند میں ابو الصلت الہروی ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کذاب ہے۔ اس نے یہ روایت ابو معاویہ کے نام سے وضع کی اور پھر اس سے ایک جماعت نے اس روایت کو چوری

ebooks.i360.pk

کیا اور روایت آگے بڑھائی۔

چھٹی سند میں احمد بن سلمہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے اور دوسروں کی احادیث چوری کرتا ہے۔

ساتویں سند میں سعید بن عقبہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور غیر ثقہ ہے

آٹھویں سند میں ابو سعید العدوی ہے جو مشہور کذاب ہے۔ اور وضاع الحدیث ہے۔

نویں سند میں اسمٰعیل ابن یحییٰ بن یوسف ہے۔ ابن عدی کا کہنا ہے یہ احادیث چوری کرتا اور سندوں میں تبدیلی کرتا ہے اس کی روایت کو کسی صورت میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

دسویں سند میں حسن بن عثمان ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

رہی حدیث جابر، اس کی پہلی سند میں احمد بن عبد اللہ المکتب ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ روایات وضع کیا کرتا تھا۔

دوسری سند میں احمد بن طاہر بن حرملہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابو الصلت کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے اس روایت کو ایک جماعت نے چوری کیا اور آگے بڑھایا۔ ابو حاتم بن حبان کا بیان ہے اس خبر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور نہ ابن عباس اور مجاہد سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اور نہ اعمش اور ابو معاویہ نے کوئی حدیث بیان کی۔ اور جس شخص نے یہ حدیث بیان کی ہے غالباً اس نے ابو الصلت سے چوری کیا ہے اور اس کی سند تبدیل کر دی۔

اس روایت کے سلسلہ میں امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو الصلت کی صورت بگاڑے۔

دارقطنی نے ان لوگوں کے نام گنائے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو چوری کیا ہے ان

ebooks.i360.pk

جن میں سے عمر بن اسمٰعیل بن مجالد ہے دوسرے محمد بن جعفر العبدی، تیسرے محمد بن یوسف ہیں جو ابن مبارک کا شیخ ہے۔ اس نے ایک مجہول الشیخ کے ذریعہ ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے جو تھا ایک شامی شیخ ہے جو اسے ہشام بن عمار کے ذریعہ ابو معاویہ سے روایت کرتا ہے۔ ابن حبان نے ایک پانچویں راوی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا نام عثمان بن خالد العثمانی ہے۔ یہ شخص یہ روایت عیسیٰ بن یونس کے ذریعہ اعمش سے روایت کرتا ہے اس کی روایت کو حجت سمجھنا جائز نہیں۔ دار قطنی کا بیان ہے عیسیٰ بن یونس سے عثمان بن عبداللہ الاموی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی نے ایک چھٹے شخص کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے اسے ابو الصلت سے احمد بن سلمہ نے بھی چوری کیا ہے۔ اور یہ شخص ثقہ راویوں کے نام سے باطل احادیث روایت کرتا ہے ابن جوزی کا بیان ہے کہ اسے ساتویں شخص رجاء بن سلمہ اور آٹھویں شخص جعفر بن محمد البغدادی اور نویں شخص ابو سعید العدوی اور دسویں شخص ابن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے اگرچہ ان سب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اس روایت کی کوئی اصل نہیں موضوعات۔ ج ۱ ص ۳۴۹

یہ روایت خواہ کسی درجہ کی ہو لیکن ایک صحیح حدیث بھی جو بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ سے نقل کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں سو رہا تھا۔ اچانک خواب میں میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس میں سے دودھ پیا۔ حتیٰ کہ دودھ کی تری میرے ناخنوں سے ٹپکنے لگی۔ میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہوئی۔ فرمایا علم

اگر اس روایت پر غور کیا جائے، تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ در اصل باب العلم حضرت عمرؓ تھے اور چونکہ عمرؓ کے نام سے للٰہی بغض تھا لہٰذا حضرت علیؓ کے لئے فوراً روایات وضع کی گئیں تاکہ

ebooks.i360.pk

اس روایت کا جواب تیار ہو سکے۔ ورنہ دراصل باب العلم حضرت عمرؓ تھے۔

اے علیؓ جو تجھ سے بغض رکھے وہ مُنافق ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ اے علیؓ تجھ سے بجز مومن کے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵ ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۲۔

امام ترمذی نے حسب عادت اس روایت کو بھی حسن قرار دیا ہے لیکن ہمیں اس روایت پر متعدد اعتراض ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عدی بن ثابت ہے جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے اور اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں لیکن یہ کٹر شیعہ ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ شیعوں کا عالم ہے اور ان میں سچا مشہور ہے۔ ایک قصہ گو انسان ہے اور شیعوں کی مسجد کا امام تھا۔ کاش اگر تقیہ شیعہ بھی ایسے ہی ہو جائیں تو ان کا فتنہ کچھ کم ہو جاتا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے عدی سے زیادہ درست بات کہتے ہوئے کسی کو نہیں پایا۔ اتفاق سے مسعودی بھی کٹر شیعہ ہے یعنی گواہ بھی گھر کا ہے۔ امام احمد نسائی اور احمد العجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں سچا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے دارقطنی کا قول ہے یہ غالی رافضی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں راہ حق سے ہٹا ہوا ہے میزان ج ۳ ص ۶۱

اگر عدی کو شیعہ اور رافضی ہونے کے باوجود صادق القول بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی محدثین کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ کسی بدعتی فرقہ کے راوی کی وہ روایت ہرگز قبول نہیں ہوتی جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو۔ اس [illegible] سے یہ روایت ناقابل قبول ہے اور چونکہ راوی

اپنے مذہب کی تائید میں حدیث روایت کرتا ہو وہ متروک اور ضعیف تصور کیا جاتا ہے اور اس روایت سے تشیع کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً منکر ہے۔

عدی نے یہ کلام کہا کہ نقل کرنے والا سلیمان بن مہران الاعمش الکوفی ہے۔ ان کا نام سلیمان بن مہران ہے یہ اعمش کے نام سے جانتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے۔ اور درمیان سے اکثر ضعیف راویوں کو گرا دیتا ہے اس لحاظ سے یہ مدلس بھی ہے اور مدلس کی ایسی روایت قابل قبول نہیں ہوتی جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت حرف عن سے مروی ہے۔

اس کا ایک راوی یحییٰ بن عیسیٰ ہے جو الرملی ہے۔ جو اصلاً کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور اس نے رملہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لیے رملی کہلاتا ہے۔ امام احمد اس کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ابو معاویہ کا قول ہے کہ اس کی حدیث لکھ لیا کرو۔ لیکن یہ ابو معاویہ خود ذہبی کی ثقاہت پر تعلق رکھتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی حدیث عمدہ ہوتی ہے۔

اس کے برعکس یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں احمد بن ابی مریم کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس یحییٰ بن عیسیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا اس کی حدیث نہ لکھو۔ نسائی لکھتے ہیں یہ یحییٰ بن عیسیٰ قوی نہیں

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت کہ علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ اس کا راوی بھی یحییٰ بن عیسیٰ ہے اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں اور کوئی دوسرا انھیں روایت نہیں کرتا۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۴

اس کا آخری راوی عیسیٰ بن عثمان ہے جو یحییٰ بن عثمان الرملی کا بھتیجا ہے امام ذہبی نے اس کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا آدمی ہے یعنی صدوق ہے۔ اور صدوق اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو۔ اور یہ ثقاہت کا سب سے ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ کیونکہ صدوق ہونے کے باوجود یہ ممکن ہے کہ وہ غلط روایات بیان

ebooks.i360.pk

کرے یا خود روایات میں غلطی کرے۔

اس تمام گفتگو سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آیا کہ اس کے دو راوی شیعہ اور ایک ضعیف ہے اور یہ روایت ردّی ہے۔

اگر اس کے ساتھ بخاری کی وہ حدیث بھی شامل کر لی جائے جو حضرت براءؓ سے عدیؓ بن ثابت شیعہ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے، حضرت براءؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

الانصار لا یحبھم الا مؤمن	انصار سے مؤمن کے علاوہ کوئی محبت نہیں
ولا یبغضھم الا منافق فمن	کرتا اور ان سے منافق کے علاوہ کوئی بغض
احبھم احبہ اللہ ومن	نہیں رکھتا۔ جو ان سے محبت کرے گا۔ اللہ
یبغضھم ابغضہ اللہ	اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے
بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۴	گا۔ اللہ اس سے بغض رکھے گا۔

بخاری کی ایک اور روایت حضرت انسؓ بن مالک سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

آیت الایمان حب الانصار و	ایمان کی علامت انصار کی محبت اور منافق
آیت النفاق بغض الانصار	کی علامت انصار سے بغض ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصار کو دیکھ کر فرمایا تھا۔

اللھم انتم من احب الناس الی	اے اللہ۔ تم تمام لوگوں میں مجھے سب سے
بخاری ج ۱ ص ۵۳۴	زیادہ محبوب ہو۔

اور یہ بات آپ نے تین بار فرمائی تھی۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ابوایوبؓ اور دیگر صحابہؓ کے نام کا ورد کرنے والے اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد صرف پانچ آدمی مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ یعنی حضرت علیؓ حضرت سلمانؓ حضرت مقدادؓ حضرت عمارؓ اور حضرت ابوذرؓ۔ اور اتفاق سے ان میں ایک بھی انصاری نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ebooks.i360.pk

اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس طریقے سے مسلمان بنے۔

پرندے کا گوشت کھانا

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ آپ کے پاس ایک پرندے کا گوشت آیا۔ آپؐ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ وہ میرے ساتھ شریک ہو کر اس پرندے کا گوشت کھائے۔ اتنے میں علیؓ آگئے اور انھوں نے آکر حضور کے ساتھ وہ گوشت کھایا

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اگرچہ یہ روایت اور سندات سے بھی مروی ہے۔ لیکن ہم اس روایت کو اسی سند سے جانتے اور پہنچانتے ہیں۔

اور سُدّی کا نام اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ہے اس نے حضرت انسؓ بن مالک کا زمانہ پایا ہے۔ اور حسین بن علی کو بھی دیکھا ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۳۶

سُدّی سے مراد سدی کبیر یعنی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک یہ سچا ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین لکھتے ہیں۔ اس کی روایات میں ضعف ہوتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔

سلم بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ابراہیم نخعی اس سدی کے پاس سے گزرے۔ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ یہ تفسیرِ قرآن نہیں بلکہ تفسیرِ قوم ہے۔ لوگوں نے ابراہیم سے عرض کیا۔ اسے قرآن کا بہت بڑا علم حاصل ہے۔ انہوں نے علم فرمایا نہیں بلکہ جہالت۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے کہ یہ سدی ضعیف ہے لیث کہتے ہیں کہ کوفہ میں

ebooks.i360.pk

دو شخص سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ ایک سدی اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد کا بیان ہے کہ میں سدی کے پاس روایات سننے گیا ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۶

سدی سے یہ کہانی نقل کرنے والا عیسیٰ بن عمر ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے

عیسیٰ سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ یہ امام بخاری کا استاد ہے۔ اور صحیح بخاری میں اس سے روایات بھی مروی ہیں یحییٰ بن معین اور ابو حاتم رازی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم مزید فرماتے ہیں کہ عبید اللہ سے زیادہ محتاط تو ابو نعیم ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ وہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ بلکہ علم قرآن میں وہ استاد تصور کیا جاتا تھا۔ میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھاتے نہیں دیکھا۔ اور نہ اسے کبھی ہنستے ہوئے دیکھا۔

ابو داؤد سجستانی کا قول ہے کہ وہ تو ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ عبید اللہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے۔ اس نے بدترین قسم کی احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان بلاؤں کا موجد وہ خود ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔

ذہبی کہتے ہیں بظاہر بہت عابد و زاہد تھا۔ اور حرام سے بہت پرہیز کرتا تھا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ جب کوئی راوی کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو اس کی وہ روایت ناقابلِ قبول ہوتی ہے اور خاص طور پر جب اس روایت سے شیعوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شیعہ راوی کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہ ہوگی،

ebooks.i360.pk

جس میں حضرت علیؓ اور ان کے اہل خاندان کی فضیلت یا اموی اور دیگر صحابہؓ کی مذمت ہو۔ امام ہیثمی کی تمام روایات راویوں کا جھوٹ تصور کی جائیں گی۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں دین کے دس حصوں میں سے نو حصے دین جھوٹ بولنا ہے اور جو شخص جھوٹ نہیں بولتا اس کا دینداری سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس فرقہ کا عام جھوٹ صحابہ کرام کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اس لیے سُدّی اور عبید اللہ بن موسیٰ کی کوئی ایسی روایت قابل قبول نہیں جس سے صحابہ کی مذمت یا مفروضہ اہل بیت کی فضیلت کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے روایات لی ہیں تو بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے مذہب تشیع کی تائید ہوتی ہو۔ بخاری و مسلم ایسے شیعہ راوی سے روایت لیتے ہیں جس سے دیگر رواۃ بھی روایت کر رہے ہوں۔ اس لیے بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ کی مناقب اہل بیت یا دیگر صحابہؓ کی مذمت میں کوئی روایت نہیں لی۔ بخاری و مسلم ان شیعہ راویوں سے عام طور پر ایسی روایات لیتے ہیں جو دوسرے راوی بھی روایت کر رہے ہوں۔

ہاں اگر اسے صرف شیعہ راوی روایت کر رہا ہو۔ اور اس شیعہ راوی سے جھوٹ بولنا بھی ثابت نہ ہو۔ اور وہ روایت شریعت کے کسی اصول کے خلاف نہ ہو تو اس شیعہ راوی کی روایت قبول کی جائے گی۔ عام محدثین کا فیصلہ یہی ہے اگرچہ بعض محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ شیعہ راوی کی کسی قسم کی کوئی روایت قابل قبول نہیں۔ اس لیے کہ وہ لوگ تقیہ یعنی جھوٹ کو عین دین اور کار ثواب تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس خارجی، معتزلی، مرجی وغیرہ جھوٹ کو جائز نہیں سمجھتے۔ اس لیے ان کی روایات قابل قبول ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنے مسلک کی تائید میں کوئی روایت نہ کریں۔

اس کا ایک اور راوی سفیان بن وکیع ہے اس کا کاتب اس کی روایات میں اضافہ کرتا رہتا اور یہ اپنے خرابی حافظہ کے باعث وہ روایت جیسی لکھی پاتے اسے جوں کا توں بیان کر دیتے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اپنے والد وکیع بن الجراح الکوفی کی طرح شیعہ مذہب رکھتے ہوں۔

ebooks.i360.pk

اور اپنے جھوٹ کو کاتب کے سر منڈھتے ہوں۔

الغرض اس روایت کی سند میں چار راوی مجروح ہیں۔ اس لئے ابن جوزی نے "العلل المتناهیہ فی احادیث الواهیہ"۔ اور سراج الدین قزوینی نے حاشیہ ترمذی میں اسے موضوع قرار دیا ہے۔ علامہ محمد طاہر پٹنی فرماتے ہیں اس کی تمام سندات باطل ہیں۔

ہمیں حیرت تو خطیب بغدادی پر ہے کہ انھوں نے حاکم مصنف مستدرک کو اس لئے رافضی قرار دیا ہے کہ انھوں نے یہ روایت المستدرک میں نقل کی۔ لیکن ترمذی نے اسے اپنی جامع میں نقل کیا ہے اور اسے غریب قرار دیا۔ لیکن خطیب نے ترمذی کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ ممکن ہے کہ حاکم نے ترمذی ہی سے دیکھ کر نقل کیا ہو۔ اس طرح اصل مجرم ترمذی بنتے ہیں۔ نہ کہ حاکم۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حاکم شیعہ ہیں۔ لہٰذا ترمذی بھی تشیع سے کسی صورت میں خالی نہیں۔ اور کتاب المناقب میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے معاملے میں تو وہ کٹر شیعہ نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینے میں مجھ سے ابتدا فرماتے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تو آپ مجھے عطا فرماتے۔ اور جب خاموش رہتا تب بھی مجھ سے ابتدا فرماتے۔

ترمذی کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۳

حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا عبداللہ بن عمرو بن ہند ہے۔ یہ سوائے حضرت علیؓ کے کسی سے روایت نہیں کرتا اور اس سے عوف اعرابی کے علاوہ کسی اور [illegible] نے روایت نہیں کی۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

اس عبداللہ بن عمرو بن ہند سے عوف اعرابی کے علاوہ دنیا کا کوئی شخص واقف نہیں

ebooks.i360.pk

اس لحاظ سے یہ راوی مجہول ہے۔ اور مجہول راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں۔

عوف الاعرابی کی مرویات اکثر کتب صحیح میں پائی جاتی ہیں۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، تو اگر چند ہمعصروں کا باہم موازنہ کرے جیسے ابن عون اور ایوب کا عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحمرانی کے ساتھ، حالانکہ یہ چاروں حسن بصری اور محمد بن سیرین کے شاگرد ہیں۔ تو تو ان چاروں میں صحت نقل اور فضیلت علمی کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق پائے گا۔ اگرچہ عوف اور اشعث بھی صادق اور امین سمجھے جاتے۔ لیکن عوف اور اشعث ہرگز ابن عون اور ایوب کے مقام کو نہیں پہنچے۔

محمد بن عبد اللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اے قدری۔

عبد اللہ بن المبارک نے جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا جب تو نے ابن عوف یونس اور ایوب کو دیکھا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تو نے انھیں چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے احادیث سنی۔ اللہ کی قسم عوف تو بدعتوں سے کم پر راضی نہیں ہوتا۔ یعنی وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

ایک بار بندار نے عوف کی حدیث پڑھ کر سنائی اور فرمایا عوف اللہ کی قسم قدری ہے رافضی ہے شیطان ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵

اس لحاظ سے یہ روایت عوف بن ابی جمیلہ رافضی کی وضع کردہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار شخصوں کی محبت فرض تھی

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالی نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان چار اشخاص کے نام بھی بتا دیجئے۔ آپ نے:

ebooks.i360.pk

ان میں علی رضؓ بھی ہیں۔ ان میں علیؓ بھی ہیں۔ یہ الفاظ تین بار دہرائے۔ پھر فرمایا۔ ابو ذرؓ مقدادؓ اور سلمانؓ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵

ملت سبائیہ اس کی قائل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ صرف چند اشخاص مسلمان باقی رہ گئے تھے اصول کافی کی ایک روایت کی رو سے ان کی تعداد تین ہے ایک روایت میں چار افراد کا ذکر ہے۔ اور ایک میں پانچ کا۔ اس روایت میں حضرت عمارؓ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان سے کون سا ایسا قصور سرزد ہوا تھا جو ان کا شمار نہیں کیا گیا۔

مزید لطف یہ ہے کہ یہ روایت حضرت بُریدہ رضؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ سابقہ صفحات میں بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت بُریدہ رضؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس امر کا اقرار کیا تھا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اور آپؐ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

اگر واقعتاً یہ روایت درست ہے اور انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک صحابی نبیؐ کی زبان سے ایسی بات سننے کے بعد حضرت علیؓ سے بغض رکھے۔ لازماً ان دونوں روایات میں سے ایک روایت یقیناً غلط ہے۔

امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اسے شریک کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

جناب شریک صاحب کا حال سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس کے اعادے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن عبداللہ بن ادریس کے یہ الفاظ ضرور ذہن میں رکھئے کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

اور ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ روایت اس کے تشیع کا منہ بولتا ثبوت ہے

ebooks.i360.pk

اگر اس نے یہ روایت وضع نہیں کی ، تب بھی اس روایت کی سند میں ایک اور زہر ملا ناگ موجود ہے جس کا نام اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری

ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ اس پر بہت سے محدثین نے جرح کی ہے ، کیونکہ یہ غالی شیعہ تھا۔ عبدانؒ کا بیان ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ہنادؒ نے ہم پر اسمٰعیل کے پاس جانے پر اعتراض کیا اور فرمایا تم اس فاسق کے پاس کیوں جاتے ہو۔ جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۹۶

اس کی سند میں ایک اور راوی ابو ربیعہ الایادی ہے جس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۹۶

الغرض اس روایت کی سند میں دو راوی رافضی اور ایک منکر الحدیث ہے۔ ایسی صورت میں اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

میرا قرضہ صرف علیؓ ادا کرسکتے ہیں

حضرت حبشیؓ بن جنادہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں ، اور میری جانب سے کسی چیز کی ادائیگی یا علیؓ کریگے یا میں خود کروں گا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶۔ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۵۶

اس روایت کا پہلا راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے کہ وہ صحابہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ سُدی کذاب رافضی کا بھانجا ہے۔ دوسرا راوی وہی شریک بن عبداللہ بن سنان ہے جس کا تفصیلی زائچہ سابقہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے تیسرا راوی ابو اسحاق السبیعی ہے جو مشہور مدلس ہے حتیٰ کہ امام عبداللہ المبارک نے یہاں تک فرمایا

ebooks.i360.pk

کہ اہلِ کوفہ کو تدلیس کے مرض میں مبتلا کرنے والے ابو اسحاق اور اعمش ہیں اور مدلس کی ایسی روایت قابلِ قبول نہیں جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ ابنِ قتیبہ نے المعارف میں اور شہرستانی نے الملل والنحل میں اس ابو اسحاق کو شیعہ قرار دیا ہے۔ ذہبی میزان میں زبید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ محدثین اہلِ کوفہ کی ایک جماعت ایسی ہے کہ جن کے مذہب کی ہرگز تعریف نہیں کی جا سکتی۔ (یعنی شیعہ ہونے کے باعث) لیکن اس کے باوجود وہ محدثین کوفہ کے سردار ہیں مثلاً ابو اسحاق سبیعی منصور، زبید الیامی اور اعمش وغیرہ اور ان کے ہم عصر۔ ان لوگوں کی صداقت کے باعث ان کی روایات قبول کی جاتی ہیں۔ لیکن مرسل روایات قبول نہیں کی جاتیں۔" المراجعات ص۱۱۱ میزان ج ۹۶/۲

گویا یہ چاروں افراد بھی شیعہ ہیں اور ان چاروں کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان میں تشدد نظر نہیں آتا۔

جب ہم اس روایت پر معنوی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں تو دنیا یہ بات جانتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کا سارا قرضہ ابوبکرؓ نے ادا کیا اسی طرح مسجد نبوی کی زمین کا پیسہ ابوبکرؓ نے ادا کیا۔ اور جب مسجد میں اضافہ کیا گیا اور زمین خریدی گئی تو اس کی ادائیگی عثمانؓ نے کی۔ تو کم از کم جھوٹ بولتے وقت کچھ عقل سے ہی کام لے لیا ہوتا۔ اسے تو لوگ خالص سپید جھوٹ تصور کریں گے۔

اس روایت کے تحت یہ جتنے قرضے ادا کیے گئے یہ سب کالعدم ہوئے۔ لہٰذا سبائی برادری ان قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ جب وہ اہتمام کرے تو ہمیں ضرور مطلع کرے

حضرت علیؓ کی فضیلت

حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک علیؓ اور

ebooks.i360.pk

عباسؓ اجازت طلب کرتے ہوئے آئے اور ان حضرات نے مجھ سے کہا کہ اے اسامہؓ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ علیؓ اور عباسؓ اجازت طلب کرنا چاہتے ہیں آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ فرمایا۔ لیکن میں جانتا ہوں جا کر انہیں آنے کی اجازت دو۔ میں نے انہیں جا کر اجازت دی وہ دونوں اندر داخل ہوئے

ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اس لئے آئے ہیں کہ آپؐ سے یہ سوال کریں کہ آپؐ کے اہل میں آپؐ کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے جواب دیا۔ فاطمہؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ ہم آپؐ سے آپ کے اہل کے بارے میں سوال کرنے نہیں آئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ مستی ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے یعنی۔ اسامہؓ بن زیدؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اسامہؓ کے بعد۔ فرمایا علیؓ بن ابی طالبؓ

اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپؐ نے اپنے چچا کو تو آخر میں ڈال دیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ اس لئے کہ علیؓ نے آپ پر ہجرت میں سبقت کی ہے۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور شعبہ عمر بن ابی سلمہ کو ضعیف کہتے تھے ج ۲ ص ۲۲۶

امام ترمذی کے ان آخری الفاظ سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آگیا کہ ان کے نزدیک حسن وہ روایت ہوتی ہے جس کا راوی ضعیف ہو۔ یعنی وہ ضعیف روایت کے لئے حسن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے۔ کاش ہمارے علماء امام ترمذی کے اس دعویٰ کو قبول فرمالیں۔ لیکن امام ترمذی نے خود اقرار کر لیا ہے کہ وہ ضعیف کو حسن کہتے ہیں

عمر بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن

یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے والد ابو سلمہ کا شمار

ebooks.i360.pk

مدینہ کے فقہائے سبعہ میں ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ یہ مدینہ کے قاضی تھے سچے آدمی ہیں لیکن غلطیاں کرتے ہیں۔ تقریب ص ۲۵۴۔ گویا یہ روایت غلطی سے وجود میں آگئی۔ امام ذہبیؒ میزان میں لکھتے ہیں۔ اس عمرؒ بن ابی سلمہ کو شعبہؒ، یحییٰ بن معینؒ نسائی اور ابو حاتمؒ نے ضعیف قرار دیا ہے اس نے ۱۳۲ھ میں اپنے ایک اموی بھائی کے ساتھ مل کر بنو عباس کے خلاف بغاوت کی جو ناکام ہو گئی۔ اور عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے اسے شام میں قتل کر دیا۔ میزان ج ۳ ص ۲۰۱۔ نیز محدثین یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ یہ عمر منکر روایات اپنے والد کی جانب منسوب کر کے بیان کرتا تھا۔

بلحاظ سند تو ہم اس پر زیادہ کلام اس لئے کرنا نہیں چاہتے کہ امام ترمذی نے خود ہی اس کے ضعف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور شعبہ کا قول نقل کر کے جو خاموشی اختیار کی اس سے یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ امام ترمذی شعبہ کے ہمنوا ہیں۔ اور ان کے نزدیک عمرؒ بن ابی سلمہ ضعیف ہے۔

لیکن جب ہم اس روایت پر معنوی لحاظ سے غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ روایت خلاف عقل اور خلاف اصول باتوں کا ایک پلندہ نظر آتی ہے۔ قارئین بھی ان امور پر غور فرمالیں

ا۔ یہ آیت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ۔ اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور اے نبی آپ نے بھی اس پر انعام کیا حضرت اسامہؓ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ ان کے والد حضرت زیدؓ بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں آپؐ نے آزاد کر کے اپنا متبنٰی بنایا تھا اور یہی آپؐ کا وہ انعام ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا جا رہا ہے۔ اس روایت میں اس آیت کا تعلق حضرت اسامہؓ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جو تاریخ، تفسیر، حدیث اور علماء کے متفقہ فیصلہ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر اس کی سند بھی معتبر ہوتی تب بھی یہ روایت مردود ہوتی۔

ebooks.i360.pk

۲۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے ایک سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم یہ سوال کرنا نہیں چاہتے تھے اور پھر ان دونوں حضرات نے دوسرا وہی سوال دہرایا۔ اور دوبارہ اس سوال پر دوسرا جواب ملا۔

۳۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسامہؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں حالانکہ آج تک روئے زمین پر اس کا کوئی قائل نہیں رہا۔

۴۔ اس روایت کی رو سے آپؐ نے حضرت اسامہؓ کو اہل بیت میں شمار کیا اور چچا اور داماد کو اہل بیت سے خارج کیا۔ حالانکہ اگر اہل بیت سے مراد ازواج ہیں تو یہ سبھی خارج ہوتے ہیں۔ اور اگر اہل بیت سے مراد اہل خانہ ہیں تو یہ سب داخل ہوتے ہیں۔ آخر اس میں ایسی کیا پالیسی ہے کہ حضرت اسامہؓ تو اہل بیت میں داخل کئے جائیں۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو اس سے خارج کیا جائے۔

ہمارے نزدیک اس میں پالیسی یہ ہے کہ بنو امیہ کے خلاف جو تحریک چلی، وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ نے مل کر چلائی۔ گویا یہ دونوں خاندان بنی امیہ کی مخالفت پر متفق ہوئے اور عمر بن ابی سلمہ نے بنو امیہ کے ساتھ مل کر اس نئی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ کو اپنا مخالف تصور کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے ان دونوں حضرات کی حیثیت گرانے کے لئے یہ روایت وضع کر ڈالی۔ اور اسی سیاست کے پیش نظر حضرت اسامہؓ کا مقام ان حضرات سے بلند کر کے دکھایا گیا۔

۵۔ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوتے اور چچا اور داماد کو اجازت طلب کرنی پڑتی جو ایک انتہائی حیرت ناک امر ہے۔

۶۔ اس روایت کی رو سے حضرت علیؓ حضرت عباسؓ سے اس لئے افضل ہیں کہ انھوں نے پہلے ہجرت کی۔ گویا جو پہلے ہجرت کرے گا وہ بعد کے مہاجرین سے افضل ہوگا

ebooks.i360.pk

اس سے یہ ثابت ہوگا کہ تمام مہاجرین حبشہ حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح وہ مہاجرین مدینہ بھی افضل ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے قبل ہجرت کی۔ مثلاً حضرت مصعبؓ بن عمیر حضرت بلالؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بن مظعون وغیرہ۔ اس فارمولے کے تحت صحابہ کرام کے مراتب از سر نو متعین کرنے ہونگے۔

حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کے بارے میں فیصلہ

عبدالرحمان بن سابط نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہؓ اپنی کسی خاص ضرورت سے مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت سعدؓ ان سے ملنے کے لئے آئے۔ اتفاق سے مجلس میں حضرت علیؓ کا ذکر آیا تو امیر معاویہؓ نے انہیں کچھ برا بھلا کہا۔ اس پر سعدؓ کو غصہ آیا۔ اور کہنے لگے۔۔۔

کہ تو اس شخص کے بارے میں ایسی بات کہہ رہا ہے کہ جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں" اور میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا" اے علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور میں نے یہ کہتے بھی سنا ہے کہ "میں آج اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے" ابن ماجہ مترجم ج ا ص ۷۶

ہم نے جب ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اس وقت بھی اس روایت پر ایک حاشیہ چڑھایا تھا لیکن اب ہمیں اس حاشیہ سے کافی اختلاف ہے۔ اس لئے ہم اپنے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنی پرانی کتابوں میں جو روایات نقل کی ہیں یا ان پر جو تبصرہ کیا ہے۔ ان پر روایاتی طور پر کلی اعتماد نہ کیا جائے۔ مثلاً اصول فقہ ترجمہ ابن ماجہ۔ شرح حصن حصین۔ ترجمہ کتاب الاذکار۔ ترجمہ فتوح الغیب اور ترجمہ فوز الکبیر وغیرہ۔

یہ حدیث اتفاق سے صحیح مسلم میں پائی جاتی ہے۔ لیکن ابن ماجہ اور مسلم کی حدیث میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسلم کی اصل روایت تو بہت مختصر ہے جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو

ebooks.i360.pk

اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸

حضرت سعدؓ سے صرف اتنی مختصر سے روایت مروی ہے۔ جس کا تعلق غزوۂ تبوک سے ہے۔ اس میں امیر معاویہؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ حضرت سعدؓ سے اس روایت کو ان کے صاحبزادے مصعب، ابراہیم اور امام سعید بن المسیب روایت کر رہے ہیں۔ اور ان سب سے یہ روایت متعدد و صحیح سندات کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن اس اصل روایت میں ولایت علیؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ لیکن صورت حال یہ پیش آئی کہ کذابین اور ضعیف راویوں نے حضرت سعدؓ کی اس اصل روایت میں اضافے شروع کر دیئے۔ اور روایت کی صورت ہی بدل ڈالی۔

اس کا ثبوت خود مسلم کی ایک دوسری روایت سے ملتا ہے جو امام مسلم نے ایاس بن بکیر کے حوالے سے حضرت سعدؓ سے نقل کی ہے۔ جو ہم قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

بکیر بن مسمار نے عامر بن سعدؓ کے ذریعہ حضرت سعدؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ امیر معاویہ نے سعدؓ کو حکم دیا کہ اے سعدؓ کیا وجہ کہ تم ابو تراب کو برا نہیں کہتے۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے تین باتیں فرمائیں چونکہ مجھے وہ یاد ہیں اس لئے میں ہرگز برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر مجھے ان میں سے ایک خوبی بھی حاصل ہو جاتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں انہیں پیچھے چھوڑ دیا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا۔ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہو جائے جیسا کہ ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد نبوت نہیں

اور میں نے خیبر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے حضرت سعدؓ فرماتے ہیں ہم نے اس کے لئے امیدیں وابستہ کیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس علیؓ کو بلاؤ۔ علیؓ لائے گئے تو ان کی آنکھیں دکھنے آرہی تھیں۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا۔ اور انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ اور اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائی۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

ebooks.i360.pk

نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَ اَبْنَاءَکُمْ ۔ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا۔ اور فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸۔

امام نووی فرماتے کہ علماء کا قول ہے کہ ہر وہ روایت کہ جس میں کسی صحابی پر اعتراض واقع ہوتا ہو اسے بغیر تاویل کے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ اس روایت میں یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو دوسروں سے برا کہلواتے تھے۔ لہٰذا اس روایت کو اصل صورت میں تو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

یہ تو بڑوں کی باتیں ہیں ہم تو چھوٹے آدمی ہیں، ہمارے ذہن میں تو موٹی موٹی باتیں آتی ہیں جو ہم ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔

۱۔ راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا، اور حکم بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ سوال پیش کر دیا گیا۔ اب محسوس ہوتا ہے کہ یا تو راوی بھول گیا یا سسپنس پیدا کرنے کیلئے بات کو گول کر گیا۔

۲۔ امیر معاویہؓ نے حضرت سعدؓ سے جو خصوصاً سوال کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعدؓ کے علاوہ بقیہ صحابہ تو حضرت علیؓ کو برا کہتے تھے۔ لیکن صرف ایک سعدؓ ایسے تھے جو یہ حرکت نہ کرتے تھے۔ جس کے باعث امیر معاویہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں تضاد پیدا ہو گیا ہے گویا راوی ایک جانب یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے انہیں برا کہنے کا حکم دیا۔ لیکن دوسرے جملے سے یہ ثابت کرتا ہے کہ امیر معاویہؓ صرف وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے حکم کچھ نہیں دیا۔

۳۔ مباہلہ واقع نہ ہوا اور نہ اس کی ضرورت پیش آئی۔ گویا راوی صرف پنج تن کو ثابت کرنے کے لئے یہ کہانی بیان کر رہا ہے۔

۴۔ راوی نے پوری آیت پیش نہیں کی۔ بلکہ آیت کا صرف وہ حصہ بیان کیا جس سے یہ چار تن آیت کے تحت داخل ہو جائیں۔

۵۔ نجران کا وفد ۹ھ میں آیا، اور اس وقت امیر معاویہؓ کاتب وحی کی حیثیت سے مدینہ میں موجود تھے۔ کیا یہ بات ان کے علم میں نہ تھی۔

ebooks.i360.pk

۴۔ اس روایت کو حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے عامرؒ نے نقل کیا ہے۔ اور عامرؒ سے بکیر بن مسمار نے جناب امام سعید بن المسیب نے اس عامرؒ سے وہ مختصر الفاظ نقل کئے ہیں جو ہم نے شروع میں مسلم کے حوالہ سے پیش کئے ہیں۔ اور بکیر بن مسمار اور سعید بن المسیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کجا سعید اور کجا بکیر۔ اور محدثین کا اصول ہے کہ جب ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف روایت بیان کرے تو اس کی روایت شاذ ہوگی۔ اور اس راوی کی روایت قبول کی جائے گی جو زیادہ ثقہ ہو۔ اور کمتر کی روایت مجروح ہوگی۔

پہلی روایت نقل کرنے والے سعید بن المسیب محدثین کے نزدیک سید التابعین ہیں۔ جب کہ بکیر بن مسمار کا حال یہ ہے کہ بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ بلکہ انہوں نے فرمایا اس کی روایت قابل اعتراض ہوتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۱۔

حاتم بن اسماعیل

بکیر سے اس روایت کو حاتم بن اسمٰعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں اس سے بخاری و مسلم نے روایات لی ہیں۔ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ مشہور ہے۔ لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔

اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں غفلت پائی جاتی ہے میزان ج ۱ ص ۴۲۸۔

گویا اس کی روایت سعید بن المسیب کی حدیث اور مصعب اور ابراہیم کی روایات کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ روایت خود مجروح ہوگی۔

مسلم کی روایات تو ضمناً یہ بحث آگئیں۔ تاکہ قارئین کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ راوی کا جتنا مقام گرتا جاتا ہے۔ روایت میں اضافے ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی اصل ہیئت بدل جاتی ہے۔

اب ابن ماجہ کی روایت پر نظر ڈالئے تو آپ کو صاف طور پر نظر آجائے گا کہ حضرت سعدؓ کی روایت میں چند باتیں زبردستی ٹانگی گئی ہیں۔

۱۔ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** کا جملہ حدیث میں زبردستی ٹانک دیا گیا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ کی روایت میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو برا کہتے۔

ebooks.i360.pk

۳۔ جب امیر معاویہؓ نے یہ حرکت کی تو حضرت سعدؓ کو بہت غصہ آیا۔ تب یہ فضائل ظاہر ہوئے۔

۴۔ دیگر صحابہؓ خاموش یہ تماشا دیکھتے رہے۔ نہ انہوں نے امیر معاویہؓ پر اعتراض کیا اور نہ حضرت سعدؓ کی کسی بات کا رد کیا۔

۵۔ ان تینوں روایات میں ایک بات ہر جگہ موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں چھوڑ کر گئے۔ اور انہیں حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دی۔ حضرت سعدؓ کی اصل روایت اتنی تھی۔ باقی یاروں کے اضافات ہیں جو حضرت سعدؓ کی جانب زبردستی منسوب کر دیئے گئے ہیں۔

موسیٰ بن مسلم بن رومان ابن ماجہ کی مذکورہ روایت کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم بن رومان ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اَزدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۲۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں اس کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جس سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی اس کے حال سے لاعلم ہیں۔

ابومعاویۃ الضریر موسیٰ بن مسلم سے یہ روایت نقل کرنے والا ابومعاویۃ الضریر ہے۔ اس کا نام محمد بن خازم ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے بچپن ہی میں نابینا ہو گیا تھا۔ تمام صحاح میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ اعمش سے جو روایات نقل کرتے ہیں وہ درست ہوتی ہیں۔ لیکن اور لوگوں کی روایات میں انہیں وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۲۹۵۔

اور یہ روایت چونکہ وہ موسیٰ بن مسلم سے نقل کر رہے ہیں لہذا یہ روایت ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ موسیٰ بن مسلم راوی انہی کے وہم کی پیداوار ہو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن خراش کا قول ہے کہ ابومعاویہ اعمش کی روایت میں ثقہ ہیں۔ لیکن وہ جب اور لوگوں سے روایت کریں تو ان میں اضطراب ہوتا ہے۔ یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ بلکہ وہ تو واضح الفاظ میں فرماتے کہ ابومعاویہ اعمش کے علاوہ کسی کی روایت کو صحیح یاد نہیں رکھتا تھا۔

ebooks.i360.pk

حاکم کہتے ہیں اس ابو معاویہ سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایات نقل کی ہیں لیکن یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ عبید اللہ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یعقوب بن شیبہ اور عجلی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن مدلس ہے اور مرجیٔ ہے۔ وکیع بن الجراح اس کے مرجی ہونے کے باعث اس کے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ مرجیٔ تھا۔ میزان ج ۴ ص ۵۷۵۔

حاصل کلام یہ کہ ابو معاویہ مرجیٔ تھا۔ مدلس تھا۔ اور غالی قسم کا شیعہ تھا۔ اور کسی شیعہ کی ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ شیعوں کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا یہ روایت تشیع کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اس کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم مجہول ہے۔

یہ روایت حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے حالانکہ حضرت سعدؓ ان صحابہ میں داخل ہیں۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت تک نہیں کی حیرت کا مقام ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی ولایت سے واقف ہونے کے باوجود ان کا ساتھ تک دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے بھی یہ حضرت سعدؓ پر اتہام ہے۔

اس مصنوعی روایت میں حضرت علیؓ کیلئے مولیٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ لغوی لحاظ سے مولیٰ مالک کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور مولیٰ نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ — بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ○ — یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے۔ وہ اچھا مددگار ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ — اے اللہ آپ ہمارے مولا ہیں۔ کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر اللہ کو مولیٰ کہنا حرام ہے۔ خواہ

ebooks.i360.pk

مولیٰ کہا جائے یا مولینا۔ زمانہ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولیٰ کہہ کر پکارتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ ارشاد فرمایا۔

لاتقولوا سیدکم یا مولای — تم اپنے سردار کو اے مولانہ کہو۔

اور مالک اپنے غلام کو ذلیل و خوار تسلیم کرتے۔ اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو عبد کہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا۔ بلکہ مالکین کو حکم دیا کہ تم اپنے غلاموں کو مولیٰ کہا کرو۔

لاتقولوا لعبدکم یا عبدی بل قولوا یا مولای۔ — اپنے غلاموں کو تم یا عبدی نہ کہو۔ بلکہ یا مولای کہو۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ ایک جانب تو غلام احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو اور دوسری جانب مالکین کے دماغ پر اپنے مالک ہونے کی رعونت کا بھوت سوار نہ ہو۔ حدیث اور تاریخ میں یہ تصور اتنا عام ہوا کہ ہر غلام کو مولیٰ کہا جانے لگا مثلاً بلال مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس، نافع مولیٰ ابن عمر اور اسلم مولیٰ عمر وغیرہ۔ اس مولیٰ کی جمع موالی آتی ہے۔ تاریخ میں حکومت موالیین مشہور رہی ہے۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالک کے لئے اس لفظ کے استعمال کی ممانعت فرمادی۔ اور قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہونا چاہئے تو ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرمائیں۔

لیکن اگر اس روایت میں مولیٰ سے مراد غلام ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی صریح توہین ہے۔ اس توہین پر تو ایسے اشخاص کو سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ اس سے بڑی توہین کیا ہوگی کہ ان حضرات کو غلام قرار دیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کسی انسان کے غلام نہ تھے۔

ہمارے علماء جو خود کو مولینا کہلوانے پر فخر کرتے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ اس لفظ سے خود کو مخاطب کرانے سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ اگر آپ اس سے مراد مالک لیتے ہیں تو وہ معنی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

ebooks.i360.pk

مخصوص ہیں۔ اور اگر اس سے مراد غلامی ہے تو ہم کون جو اس پر اعتراض کریں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے عوام اس سے واقف نہیں، کاش آپ حضرات انہیں بتا دیتے تاکہ انہیں بھی یہ محسوس ہو جاتا کہ جنھیں وہ سر پر اٹھائے ہوئے ہیں وہ خود بخود عوام کے غلام بننے کے لئے تیار ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ عوام کے غلام ہیں۔ اس لئے کہ وہ پیٹ کے غلام ہیں۔ اور پیٹ انہیں عوام کا غلام بننے پر مجبور کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؓ تھے

جُمیع بن عُمیر تیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اُن سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے فرمایا فاطمہؓ، پھر ان سے سوال کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب تھا۔ انہوں نے فرمایا ان کے خاوند (علیؓ) اور جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت روزہ رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۵۰۔

اس کی سند پر تو ہم بعد میں بحث کریں گے۔ لیکن سب سے اول دو باتیں ذہن نشین کر لیں۔

۱۔ اول یہ کہ حضرت عائشہؓ کا اپنا ذاتی تخیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔

۲۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے جو اس کے مخالف روایات پیش کی ہیں۔ انہیں حسن صحیح کہا ہے۔ اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ترمذی جب کسی روایت کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت متعدد سندات سے مروی ہیں۔ جس میں کچھ سندات صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں۔

ہم اس نقطۂ نگاہ سے جب دیکھتے ہیں تو ترمذیؒ نے اس مضمون پر چند اور روایات بھی پیش کی ہیں۔ اولاً آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ترمذی نے حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو سب

ebooks.i360.pk

سے زیادہ محبوب کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کیا مردوں میں کون محبوب ہے، فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۱

نیز حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ عرض کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب ہے۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۱۔

تمام علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے افضل تھے۔ اور آپؐ کے سب سے بڑے رفیق اور محبوب تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ اور اس بات سے ایک ایک صحابی واقف تھا۔ اور پھر یہ روایت صحیح ہے۔ اور صحیح کی موجودگی میں غریب کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

پھر جمیع نے حضرت عائشہؓ کا قول پیش کیا ہے جو زیادہ سے زیادہ ان کی ذاتی رائے قرار پائے گی بشرطیکہ وہ ان کا قول ہو اور حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کر رہے ہیں۔ اور قول رسول کے مقابلہ میں قول صحابی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں اس قول کو صحابی کی ذاتی رائے تصور کر کے رد کر دیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ اقرار فرما رہے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ اور اس کے باپ ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ ام المومنین اس کے برعکس اپنا کوئی اور خیال ظاہر فرمائیں۔ اگر واقعتہً ام المومنین نے ایسی بات فرمائی تھی تو پھر سبائی برادری کو ان سے آخر کیوں ناراضگی ہے۔ اور اگر ہے تو انہیں اب اس ناراضگی کو دور کر دینا چاہیے۔

حضرت عائشہؓ کے اس قول کو ان سے جمیع بن عمیر التیمی نے روایت کیا ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں۔ اس کا اتا پتہ حافظ ذہبی سے معلوم کیجئے۔

جمیع بن عمیر التیمی تیم اللہ بن ثعلبہ کا غلام تھا۔ اس سے ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ترمذی نے اسکی بعض روایات کو حسن کہا ہے۔ اس کی سنن میں تین روایات

ebooks.i360.pk

پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتمؒ کہتے ہیں کوفہ کا باشندہ ہے۔ نیک آدمی ہے۔ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہیں جنہیں اور کوئی بیان نہیں کرتا۔

بخاریؒ کہتے ہیں اس نے ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر اعتراض ہے۔

ابن حبانؒ کہتے ہیں رافضی ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ یہ تو سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا۔ کہا کرتا تھا کہ کراکی نامی پرندہ فضا میں اڑتے ہوئے بچے دیتا ہے اور اس کے بچے زمین پر نہیں گرتے۔

یہ روایت کہ "اے علیؓ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے" اسی کی پیش کردہ ہے۔ میزان ج ا ص۴۲۱

یہ حضرت کتنے درجے کے رافضی ہیں اور ان کی روایت پیش کر کے ترمذیؒ نے جو حسن کہا ہے فریق مخالف اس پر کس طرح تالیاں پیٹتا ہے۔ وہ عبدالحسین شرف الدین موسوی کی زبانی سنئے۔

ابن حبانؒ کہتے ہیں جیسا کہ میزان میں ہے رافضی ہے۔ اس سے علاء بن صالح

جُمیع بن عمیر صدقہ بن المثنیٰؒ اور حکیم بن جبیرؒ نے روایت نقل کی ہیں۔ اور یہ ان تینوں کا شیخ ہے۔ سُنن میں اس کی تین روایات موجود ہیں۔ ترمذیؒ نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ اس کا اقرار ذہبی نے بھی کیا ہے۔ اس کا شمار تابعین میں بھی ہوتا ہے۔ اس نے ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ابن عمرؓ سے اس نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ المراجعات ص۷۸۔

شرف الدین کے قول کا مقصد یہ ہے کہ ہم کوئی نئی بات تو نہیں کہہ رہے ہیں ہم تو وہی بات کہہ رہے ہیں جو اسے سنیو تمہارے راویوں نے بیان کیں۔ اور تمہارے علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ اسی کو کہتے ہیں جس کا جوتا اسی کا سر۔۔ کاش ہمارے اہل سنت علماء کچھ سوجھ بوجھ سے کام لیں۔

اس جُمیع سے یہ داستان نقل کرنے والا ابوالجحاف ہے۔ آیئے امام ذہبی کی زبانی اس کا حال بھی معلوم کریں۔

ebooks.i360.pk

ابوالجحاف اس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ترمذی کے بعض نسخوں میں ترمذی کا یہ قول بھی موجود ہے کہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں یہ پسندیدہ انسان تھا۔ امام احمد اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ نسائیؒ کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایات لی ہیں۔ لیکن

ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی روایت قطعاً حجت نہیں۔ کیونکہ اول تو یہ شیعہ ہے۔ اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ مثلاً۔

اے علیؓ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔

اے علیؓ تو اور تیرے تمام شیعہ جنت میں جائیں گے۔ میزان ج ۲ ص۱۱۔

ہمارے اہل سنت بھائی غالباً اسی لیے شیعوں کے ساتھ اتحاد کے نعرے لگاتے ہیں کہ شاید شیعوں کی مہربانی سے انہیں بھی کوئی کوٹھی مل جائے۔ چلو جنت میں نہ سہی دنیا میں سہی۔

عبدالحسین موسوی نے یہاں کیا مزے لوٹے ہیں؟ تو آئیے کچھ آپ بھی مزے لوٹ لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ابن عدی نے اس داؤد کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں ہوتی ہیں۔ یہ شیعہ ہے۔

یا للعجب غور کیجئے کہ ابن عدی کے اس قول کی کیا حیثیت ہے کہ ان ناصبیوں (سنیوں) میں سے ——— سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور علی بن عابس نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ جن کا شمار اس دور کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور نسائیؒ نے اس کی حدیث کو حجت مانا ہے۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔ نسائیؒ کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ذہبی نے یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ اور کیا نواصب کے لئے (اے سنیو) اتنی بات کافی نہیں کہ ابوداؤد اور نسائیؒ نے اس سے روایات لی ہیں۔ المراجعات ص۸۲۔

اسے عوامی زبان میں کہا جاتا ہے۔ بھیگا ہوا جوتا۔ ہم تو اپنے اہل سنت بھائیوں سے یہی عرض کریں

ebooks.i360.pk

سکتے ہیں کہ

ع۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

گویا اس روایت کے دو راوی سبائی ہیں۔ اور جمیع تو بہت بڑا فنکار ہے۔

اس مضمون کی ایک اور روایت حضرت بریدہؓ کی جانب منسوب ہے۔ جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے محبوب فاطمہؓ اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب علیؓ تھے ابراہیم جوہری جو ترمذی کے استاد ہیں ان کا بیان ہے کہ اس محبت کا تعلق اہل بیت سے ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کے علاوہ اس کی کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو حضرت بریدہؓ اپنا تخیل ظاہر فرما رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ فی الواقع بھی ان کا تخیل صحیح ہو۔ یہ اُن کی ذاتی رائے ہے بشرطیکہ اسے تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے اپنا اس قسم کا کوئی تخیل ظاہر فرمایا تھا۔ ہمارا تخیل یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کا اس قول سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ بات ان کی جانب منسوب کر کے اندرونی راز پر پردہ ڈالا جا رہا ہے۔ . . .

کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس خمس کی وصول یابی کے لئے روانہ فرمایا . . . . اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے غسل کیا تھا۔ (اس خمس کی ایک باندی کے ساتھ ہم بستر ہو کر) میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی حرکت دیکھی . . ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کی۔ آپ نے فرمایا اے بریدہؓ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں؟ آپ نے فرمایا علیؓ سے بغض نہ رکھو کیونکہ علیؓ کا خمس میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۴۔

اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے وقت پیش آیا۔ اگر حضرت بریدہؓ کے نزدیک حضرت علیؓ سب سے زیادہ

ebooks.i360.pk

محبوب ہستی ہوتے تو حضرت بریدہؓ ہرگز ان سے بغض نہ رکھتے۔ یہ بات ان کی جانب اس لئے منسوب کی گئی ہے تاکہ خم غدیر کی اصل کہانی پر پردہ ڈالا جا سکے۔

حضرت بریدہؓ کی اس روایت کا ایک راوی جعفر بن زیاد ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمری الکوفی اس کی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں یحییٰ ابن معین کہتے ہیں۔ ضعیف ہے احمد فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ عثمان الدارمی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین نے اسے بے کار قرار دیا۔

ابو داؤد کہتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں نیک آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں یہ بھاگ کر خراسان چلا گیا۔ وہاں حکومت کے خلاف سازش شروع کی۔ منصور کو اس کی اطلاع ملی۔ اس نے اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کیا۔ اور اسے جیل میں ڈال دیا۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد چھوڑ دیا۔

اس کے پوتے حسین بن علی کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفر نے اسے خط بھی تحریر کیا تھا پھر اسے ساتھ مقام میں شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ کافی طویل عرصہ قید رہا ۱۶۷ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۷۔

گویا حضرت بریدہؓ کی یہ روایت ایک شیعہ کی عملداری میں تیار ہوئی۔ رہ گیا محدثین کا یہ فرمان کہ فلاں شخص سچا ہے شیعہ ہے۔ یا فلاں شخص نیک ہے شیعہ ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلاظت دیکھ کر یہ کہے کہ یہ غلاظت ہے۔ لیکن اس میں سے خوشبو مہک رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور کم از کم موجودہ دور میں ہماری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔

عبداللہ بن عطاء جعفر الاحمری یہ روایت عبداللہ بن عطاء الکوفی سے نقل کرتا ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ عبداللہ متروک ہے۔ اور نسائی لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے میزان ج ۲ ص ۴۶۱

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں غلطیاں کرتا ہے۔ اور مدلس ہے۔ تقریب ص ۱۸۲۔

یہ عبداللہ بن عطاء یہ روایت حضرت بریدہؓ کے صاحبزادے سے نقل کر رہا ہے۔ اور صاحبزادے

ebooks.i360.pk

کا نام بیان نہیں کرتا۔ اگر صاحبزادے سے مراد ان کا بیٹا سُلیمان ہے تو انہوں نے اپنے والد سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔ اور اگر صاحبزادے سے مراد بریدہ کے بیٹے عبداللہ ہیں تو اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن محدثین ان کو پسند نہیں کرتے۔ وکیع کا قول ہے کہ عبداللہ سے بہتر ان کے بھائی سلیمان ہیں۔ سلیمان کی حدیث زیادہ صحیح ہوتی ہے۔

احمد بن محمد ہانی کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان دونوں بھائیوں کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا سُلیمان کی جانب سے تو میرے دل میں کوئی شک نہیں۔ لیکن عبداللہ۔۔۔۔ اس کے بعد امام صاحب خاموش ہو گئے۔ میزان ج ۲ ص ۲۹۶۔

ممکن ہے یہ روایت اسی عبداللہ سے مروی ہو، اور راوی نے دھوکہ دینے کی غرض سے اس کا نام ذکر نہ کیا ہو۔ لیکن عبداللہ بن بُریدہ اتنے گئے گزرے نہیں جتنا جعفر الاحمر شیعہ، یا جتنا عبداللہ بن عطاء الکوفی۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت ان دونوں میں سے کسی نے تیار کی ہے۔

جوتے بجانے والا

رِبعیؓ بن حِراش کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے رُحبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب حدیبیہ کا دن آیا تو مشرکین کے کچھ افراد ہمارے پاس آئے جن میں سُہیل بن عمرو بھی تھا اور مشرکین کے کچھ اور بھی سردار تھے۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے بچوں، بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ افراد بھاگ کر آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ اور ان میں دین کی کچھ سوجھ بوجھ نہیں ہے۔ یہ لوگ مالوں، اور جائیداد سے بھاگ کر آ گئے ہیں، آپ انھیں واپس کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معشرِ قریش یا تو تم اپنی حرکات سے باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اتار دے گا۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ایمان کا امتحان لے لیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے۔ ابوبکرؓ نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ خاصف النعل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے جوتے دئے تھے جنہیں وہ

ebooks.i360.pk

بچایا کرتے تھے۔

یہ دقوعہ بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہمیں اس روایت کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵۔

یہ روایت اتنی مہمل ہے کہ اس پر بحث کرنا بھی ایک حماقت ہے۔ حتیٰ کہ اس کی عربی تک درست نہیں، کہیں یہ کسی راوی کا کشف تو نہیں۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو آج تک کسی مؤرخ اور سیرت نگار نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ حالانکہ حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ عمل میں لایا گیا۔ اسے حضرت علیؓ نے تحریر کیا تھا۔ اور اس میں انہوں نے محمد رسول اللہ لکھا تھا جسے سہیل بن عمرو نے یہ کہہ کر کٹوا دیا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیتے تو پھر اختلاف ہی کیا باقی رہتا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آپ نے اسے کٹوا کر محمدؐ بن عبداللہ لکھوایا۔

لیکن اس روایت کا راوی اس روایت کی ابتدا میں بیان کرتا ہے کہ مشرکین نے عرض کیا یا رسول اللہ۔۔۔ یعنی جب ان لوگوں نے آپ کو رسول اللہ مان لیا تھا تو پھر وجہ اختلاف کیا تھی۔

یہ بھی تاریخی اور حدیثی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ معاہدہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں واپس فرمایا۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت علیؓ کی اس مشکل کشائی اور راسخ الدینی کا ۳۶ھ تک کسی کو علم نہ ہو سکا۔ نہ اہل خاندان کو نہ غیر اہل خاندان کو، نہ مسلم کو اور نہ کافر کو۔ اگر حضرت علیؓ واقعی اتنی خوبیوں کے مالک تھے کہ تن تنہا کافروں کی گردن کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔ تو بجائے اس کے کہ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا تنہا حضرت علیؓ کو مکہ روانہ کر دیا جاتا۔ تاکہ وہ مکہ کو کفار سے پاک کر دیں۔ بلکہ یہ کام ہجرت سے قبل ہی انجام دے لینا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دب کر صلح فرمائی۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک تمام راوی ثقہ ہوں لیکن ہمارے نزدیک دو راوی ناقابل قبول ہیں۔ سفیان بن وکیع اور شریک بن عبداللہ۔

ebooks.i360.pk

سفیان بن وکیع

اس سفیان سے ترمذی اور ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ یہ وکیع بن الجراح کوفی کے صاحبزادے ہیں۔ امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں اس پر جھوٹی احادیث بیان کرنے کا الزام ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان پر اس لئے اعتراض ہے کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے اور سامع اپنی رائے سے کوئی بات کہتا یہ اسے بھی حدیث میں داخل کر لیتے۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے۔ ان کا کاتب ان کی احادیث میں تبدیلیاں کر دیتا۔ اس طرح اس کاتب نے ان کی روایات کو غلط کر دیا۔ اور سفیان وہ روایات بیان کرنے لگے۔ (گویا یہ کوئی بہت پہنچے ہوئے صوفی تھے)

ابن عدی نے ان کی چند منکرات نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ کہ ان کی روایات میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ان کے کاتب کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ وہ موقوف (قول صحابی) کو مرفوع (قول رسول) بناتا اور مرسل (جس میں سے راوی چھوٹ گیا ہو) کو موصول (جس کے پورے راوی موجود ہوں) بناتا اور سند میں تبدیلیاں کرتا رہا۔

ابن حبان لکھتے ہیں۔ خود تو بہت فاضل اور سچے آدمی تھے۔ لیکن ان کی روایات میں تمام خرابیاں ان کے کاتب کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ (میزان ج ۲ ص ۱۷۳)

گویا حدیبیہ کی یہ داستان اسی کاتب کی وضع کردہ ہے۔ اس سفیان کی روایات تمام محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہیں۔ صرف امام ترمذی واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

اس روایت کا ایک اور راوی شریک بن عبداللہ ہے اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ لیکن ہماری نظر میں اس کی روایات قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ وہ سبائیت کا علمبردار ہے۔ اور محدثین کے نزدیک کسی شیعہ کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس کا تعلق اہل بیت سے ہو۔

قاضی شریک

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں یہ شریک سچا آدمی ہے۔ واسط کا قاضی تھا۔ نہایت عادل۔ فاضل۔ عبادت گزار اور بدعات کی مخالفت میں بہت سخت تھا۔ آخر میں کوفہ کا قاضی بنا۔ اس وقت سے اس کا حافظہ

ebooks.i360.pk

خراب ہوگیا۔ تقریب ص۱۴۵

کوفہ کی آب و ہوا بھی ماشاء اللہ ایسی ہی تھی کہ اچھے اچھوں کا نہ صرف حافظہ بلکہ ذہن تک خراب کر دیتی تھی۔ قارئین آئیے ذرا حافظ ذہبی سے معلوم کریں کہ ان کا واقعتاً حافظہ خراب تھا۔ یا دماغ میں کوئی خرابی تھی۔

شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ قاضی تھا۔ حافظ الحدیث تھا سچا تھا اور اماموں میں سے ایک امام تھا۔ بخاری کے علاوہ سب نے اس سے روایات لی ہیں۔ اس نے علی بن الاقمر، زیاد بن علاقہ اور متعدد تابعین سے احادیث نقل کی ہیں۔

امام علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام یحیٰی بن سعید القطان اسے انتہائی ضعیف قرار دیتے تھے۔ ابن المثنیٰ کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن سعید اور عبدالرحمان بن مہدی کو اس کی کوئی حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا یحیٰی بن سعید القطان مزید فرماتے ہیں کہ شریک کی اصل روایات میں خلط ملط ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن سعید القطان سے عرض کیا لوگوں کا خیال ہے کہ شریک آخر عمر میں روایات میں خلط ملط کرنے لگا تھا۔ انہوں نے فرمایا وہ تو ہمیشہ ہی خلط ملط کرتا رہا ہے (یعنی حافظہ کی خرابی کا تو بہانہ ہے)

یحیٰی ابن معین فرماتے ہیں کہ اس شریک کا نسب نامہ یہ ہے۔ شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس نخعی ہے۔ اس کا دادا سنان بن انس قاتل حسین ہے۔ امام ابن المبارک کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی جوزجانی لکھتے ہیں۔ اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ اس کی حدیث مضطرب ہوتی ہے۔ یہ مائل تھا (یعنی تشیع کی جانب)

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ اس نے چار سو روایات میں غلطیاں کی ہیں۔ معاویہ بن صالح نے یحیٰی بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ شریک ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور اس کی روایت کے خلاف روایت کرے تو وہ دوسرا شخص ہمیں پسند ہے۔ ابویعلیٰ نے یحیٰی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شریک اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور حدیث کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھتا۔ اور اس کے باوجود خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔

ebooks.i360.pk

عبدالرحمان بن شریک کا قول ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار مسائل تو جابر جعفی کے بیان کردہ تھے (جابر جعفی فقہ جعفر یہ کا راوی ہے) اور ان کے پاس دس ہزار غریب روایات تھیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ شریک سفیان سے زیادہ اہل کوفہ کی روایات کو جانتا تھا۔ دار قطنی کا قول ہے کہ جب شریک کوئی ایسی روایت بیان کرے جسے کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو شریک قوی نہیں۔ یعنی یہ کسی دوسرے سہارے کا محتاج ہے۔

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے دریافت کیا، کہ کیا شریک کی روایت کو حجت سمجھا جائے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا ہے اور غلطیاں کرتا ہے اس پر فضلک الصائغ نے ان سے فرمایا۔ اس نے واسط میں رہتے ہوئے تو باطل روایات بیان کی تھیں۔ ابوزرعہ بولے کہ باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی صحابی کو کسی پر فضیلت نہ دے تو کیسا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ احمق ہے کیا ابوبکرؓ و عمرؓ کو فضیلت نہیں دی گئی۔

ابوداؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ میں نے شریک کو یہ کہتے سنا، کہ علیؓ خیرالبشر ہیں، اور جو شخص اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

عبدالسلام بن حرب کہتے ہیں میں نے ایک روز شریک سے کہا کہ آپ اپنے بھائی مالک بن مغول کی عیادت کو نہیں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا جو علی اور عمار پر تنقید کرے وہ میرا بھائی نہیں۔

علی بن قادم کا بیان ہے کہ عتاب اور ایک اور شخص شریک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ لوگوں نے شریک سے سوال کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تجھے صحابہ کے معاملہ میں شک ہے۔ اس نے جواب دیا اے احمق میں شک کر سکتا ہوں۔ میری تو آرزو یہ تھی کہ کاش میں اس زمانہ میں ہوتا۔ اور علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر ان صحابہؓ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتا۔ (جس طرح شریک کے دادا سنان نے اپنے ہاتھوں کو حضرت حسینؓ کے خون سے رنگا)

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے شریک سے خود یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ebooks.i360.pk

وفات ہوئی۔ اور مسلمانوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ ان لوگوں میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جو ابوبکر سے افضل ہے۔ تو اگر انہیں یہ معلوم ہوتا تو یہ سب اسے گھیر لیتے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

اگرچہ اس نے حق اور انصاف کو قائم کیا۔ لیکن جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے چھ افراد کی مجلس شوریٰ قائم کر دی۔ اور ان سب نے عثمانؓ کو خلیفہ بنا لیا۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ ان چھ افراد میں کوئی عثمانؓ سے بھی افضل ہے تو یہ سب انہیں گھیر لیتے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے شریک کی زبان سے واضح بات ظاہر کرا دی (یعنی خلاف تقیہ) اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

نیز اس شریک کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہؓ کا تذکرہ کیا اور کہا وہ بہت بردبار تھے۔ اس پر شریک نے جواب دیا جس نے حق کو چھپایا اور علیؓ سے قتال کیا وہ بردبار نہیں ہو سکتا۔ یہ شریک ۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۰۔

عبدالحسین شرف الدین موسوی لکھتے ہیں۔

کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شریک اہل بیت کے مذہب کی طرف مائل تھا۔ اس نے یہ روایت بیان کی علی میرے وصی اور وارث ہیں۔ اور یہی وہ ہستی ہے جس نے بنی امیہ کے دور میں امیر المومنین کے فضائل کی اشاعت کی۔ اور اسی شریک نے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب معاویہ کو تم میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ المراجعات ص ۹۱۔

ہمیں افسوس یہ ہے کہ شریک نے یہ روایت اس وقت بیان کی جب امیر معاویہؓ کی اولاد بھی دنیا سے ختم ہو گئی تھی۔ اسے تو یہ روایت اس وقت بیان کرنی چاہیے تھی جب امیر معاویہؓ منبر رسول پر تشریف فرما تھے۔ اور اس وقت تک جناب شریک پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور اگر پیدا بھی ہو جاتے تو مدینہ منورہ اور دمشق کو اللہ نے تشیع کی غلاظت سے پاک رکھا تھا۔ اسی لئے کسی سبائی بچے کو اس کی ہمت نہ ہو سکی۔

قارئین کرام آپ سفیان بن وکیع اور شریک کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ہم تو ایسی صورت میں ایسی روایت کو حدیث کے لفظ سے تعبیر کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔ کجا کہ حدیبیہ کے اس واقعہ کو حسن صحیح قرار دیا جائے۔

ebooks.i360.pk

حضرت علیؓ منافقین کی پہچان کا ذریعہ ہیں

حضرت ابو سعیدؓ خدری فرماتے ہیں ہم انصار منافقین کو بغض علیؓ سے پہچانا کرتے تھے ترمذی لکھتے ہیں یہ روایت غریب ہے۔ اور شعبہ نے ابو ہارون العبدی کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور یہ روایت اعمش سے بھی روایت کی گئی ہے اور اعمش نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے ابو سعید سے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵۔

یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت علیؓ نے منافقین کے خلاف کون سا خصوصی کارنامہ انجام دیا تھا۔ جیوہ تعارف کا ذریعہ بن گئے۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ منافقین کی اصطلاح ان معنی میں استعمال ہوتی ہو۔ جن معنی میں یہ سبائی طبقہ اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ سبائیوں کے نزدیک منافقین سے مراد ابو بکرؓ و عمرؓ اور مہاجرین مکہ ہوتے ہیں۔

ترمذی نے خود اس روایت کو غریب قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کے راوی ابو ہارون العبدی کی ذات پر شعبہ کو اعتراض ہے۔

ابو ہارون العبدی

اس ابو ہارون کا نام عمارۃ بن جوین ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ امام شعبہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ یا تو ابو ہارون کی روایت قبول کر لو یا خود اپنا گلا کٹوانا منظور کر لو تو مجھے اپنا گلا کٹوانا قبول ہوگا لیکن اس کی روایت بیان کرنا نہیں۔ یہی شعبہ فرماتے ہیں کہ میں ہو مسافر سے اس کا حال معلوم کرتا۔ اتفاق سے یہ ہمارے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی جس میں حضرت علیؓ کی فضیلت میں منکر روایات جمع تھیں۔ حمادؔ بن زید کا قول ہے یہ ابو ہارون کذاب ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ کذاب ہے مفتری ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی کسی روایت کو ہرگز سچا نہ مانا جائے نسائیؒ لکھتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ متلون مزاج ہے۔ کبھی خارجی بن جاتا ہے اور کبھی رافضی، اور ابن حبان لکھتے ہیں یہ حضرت ابو سعیدؓ خدری کے نام سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔

شعبہ کہتے ہیں میں نے اس کے پاس جو کتاب دیکھی تھی اس میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی جانب یہ بات بھی

ebooks.i360.pk

منسوب کی گئی تھی کہ جب عثمانؓ کو قبر میں اتارا گیا تو وہ اللہ کا کافر بن چکا تھا۔

یحیٰی بن معین فرماتے ہیں وہ اپنی اس کتاب کو نعجمۃ الوحی کہا کرتا تھا۔ صالح بن محمد کا قول ہے کہ وہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۷۳۔

ابو ہارون سے یہ کہانی نقل کرنے والا جعفر بن سلیمان الضبعی ہے۔ اب ذرا اس کا بھی کچھ حال ملاحظہ کر لیجئے۔

جعفر بن سلیمان الضبعی

مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ یہ بنو حارث کا غلام تھا۔ اور خاندان بنی ضبیعہ میں اس نے قیام کیا تھا۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد علماء میں ہوتا ہے۔

یحیٰی بن معین کہتے ہیں جعفر ثقہ ہے۔ لیکن یحیٰی بن سعید اس کو ضعیف قرار دیتے اور اس کی کوئی روایت نہ لکھتے۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں۔ یہ صنعا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس سے روایات نقل کیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں یہ امی تھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں یہ ثقہ ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے اور یہ شیعہ تھا۔

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے لوگوں سے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث کے پاس جائے وہ میری مجلس میں نہ آئے۔ اس لئے کہ عبدالوارث معتزلی سمجھا جاتا تھا۔ اور جعفر بن سلیمان رافضی۔

سہل بن ابی حذویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر سے سوال کیا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ جعفر نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔

جریر بن یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پیغام دے کر جعفر الضبعی کے پاس بھیجا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔ جریر بن یزید بن ہارون فرماتے ہیں یہ جعفر رافضی ہے اور قطعاً گدھے کی طرح ہے۔

ebooks.i360.pk

عمر بن علی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے کچھ سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے سوال کیا۔ تو نے ایوب بن ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ جعفر نے کہا ہاں۔ کیا تو نے ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا ہاں۔ کیا تو نے یونس کو دیکھا ہے؟ ہاں۔ ابن المبارک نے آخری سوال کیا کیا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تو تو نے ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہ علم حاصل کیا۔ اور تو عوف کے پاس بیٹھ کر علم حاصل کرتا ہے۔ اللہ کی قسم عوف اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک اپنی ذات میں دو بدعات جمع نہیں کر لیتا۔ کیونکہ وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۷۔

اس طرح سے اس روایت کی تمام سندی حیثیت قارئین کے سامنے آگئی ہے۔ اب ذرا ایک اور لحاظ سے بھی اس پر نظر ڈال لیں تو بہتر ہے۔

خود ترمذی نے حضرت براء بن عازب انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ان سے جو محبت کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ترمذی ج ۲ ص ۲۵۲۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

نیز بخاری نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کی علامت انصار کی محبت اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ منافقین کی پہچان کا ذریعہ انصار ہیں حضرت علیؓ نہیں۔ اصل میں سبائی برادری کا ایک اصول یہ ہے کہ جہاں انہیں کسی صحابی کی کوئی فضیلت نظر آئی اس میں ترمیم کر کے حضرت علیؓ پر چسپاں کر دی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی ذات ان فرضی اور مصنوعی فضائل سے بہت بلند ہے۔

اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے دیکھا اے اللہ تو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک مجھے علیؓ کو نہ دکھا دے۔

ebooks.i360.pk

امام ترمذی یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں، یہ روایت حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۸۔

حضرت اُمِّ عطیہؓ صحابیہ سے روایت کرنے والی عورت اُمِّ جمیل ہے۔ یہ کون ہے؟ ذہبی کہتے ہیں اسے کوئی نہیں جانتا۔ اور جابر بن صُبیح کے علاوہ اس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص ۶۱۳۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ تقریب ص ۴۷۵

یعنی یہ عورت مفقود الخبر ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ امام ترمذی اس سے واقف تھے یا نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے لاپتہ لوگوں کی کھوج لگائی ہے۔ لیکن یہاں انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ترمذی کو بھی اس کا کوئی کھوج نہیں ملا۔ لیکن پھر یہ روایت حسن کیسے بن گئی۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ ہم اپنی کم علمی کے باعث آج تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ حسن آخر کون سی ہے؟ جو کبھی صحیح روایت کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور کبھی منکر روایت کے ساتھ۔ ہم آج تک اصل میں یہ عقدہ حل نہ کر سکے۔ اور ہمارے متاخرین علماء جب کسی موضوع اور منکر روایت پر اپنے اجتہاد کی بنیاد۔ کھتے ہیں تو سب سے اول اسے حسن قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہم جیسے لاعلم یہ تصور کر بیٹھتے ہیں کہ یہ روایت عمدہ ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور امام ترمذی نے بہت سی روایات کو حسن کہہ کر تم سے بڑے بڑے پتھر ہضم کروائے ہیں۔ حیرت تو ہمیں متاخرین علماء کے ہاضمہ پر ہے کہ ان کے پیٹ میں پتھر بھی بدہضمی پیدا نہیں کر سکے۔ ہمارا تو ان روایات کا نام سن کر ہی ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔

جابر بن صُبیح

اُمِّ شراحیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا جابر بن صبیح ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں اس کی روایات ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی کنیت ابوالبشر ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ازدی کا قول ہے کہ اس کی روایت درست نہیں ہوتی میزان ج ۱ ص ۳۷۷۔

ابوالجراح البہزی

جابر بن صُبیح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابوالجراح البہزی ہے ابن حجر لکھتے ہیں یہ مجہول ہے۔ تقریب ص ۳۹۹۔ ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو ترمذی نے

ebooks.i360.pk

حسن کہتا ہے۔ لیکن اس ابوالجراح سے کوئی شخص بھی واقف نہیں۔ اور اس سے ابوعاصم کے علاوہ کوئی یہ روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص ۵۱۵۔

ابوعاصم ابوالجراح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابوعاصم ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں؟ اس کا اتا پتہ اس کے فرشتے ہی بتا سکتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ کون شخص ہے دنیا کے تمام افراد اس کے حال اور نام سے ناواقف ہیں۔ اگر ابوعاصم سے مراد ابوعاصم الکاہلی ہے تو ابن المدینی کہتے ہیں یہ شخص مجہول ہے اور اگر ابوعاصم سے مراد ابوعاصم العبادانی ہے تو یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ حافظ عقیلی لکھتے ہیں یہ ابوعاصم العبادانی منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ ص ۵۴۳۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں ابوعاصم العبادانی کو کمزور قرار دیا اس پر ف کی علامت بنائی ہے۔ تقریب ص ۴۱۳۔ یہ ق کی علامت بنانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ اگر ترمذی میں بھی اس کی روایات موجود ہوتیں تو ابن حجر اس کے نام کے ساتھ ت کی علامت بھی بناتے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابوعاصم نامی کوئی مسوسمی پرندہ ہے جو یہ داستان گا کر چلا گیا۔ اور کسی کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون ہے۔ اور کہاں سے آیا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں۔ تین راوی مفقود الخبر ہیں۔ اور ایک ضعیف ہے لیکن پھر بھی ہمارا اس پر ایمان ہے کیونکہ امام ترمذی نے اسے نقل کر کے حسن قرار دیا ہے۔۔۔۔۔ ہم نے راویوں کے حالات پیش کر دیئے ہیں۔ اب علماء کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ اس روایت کا کیا درجہ ہے۔ یا قارئین خود فیصلہ کرلیں۔۔۔۔ ہمیں اس کے لئے مجبور نہ فرمائیں۔

حضرت علی سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے استعمال فرماتے

حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلی کا بیان ہے کہ حضرت ابولیلیٰؓ حضرت علیؓ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے تھے۔ ہم نے ابولیلیٰ سے

ebooks.i360.pk

عرض کیا کہ آپ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ سے سوال کریں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز مجھے بلوایا اور اس وقت میری آنکھیں دکھنے آ رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ میری آنکھیں دکھنے آرہی ہیں۔ آپ نے میری آنکھوں میں تھوکا پھر آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس سے سردی اور گرمی دور فرما۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس کے بعد سے آج تک میں نے گرمی اور سردی محسوس نہیں کی۔ ابن ماجہ ترجمہ ج ۱ ص ۵۰

اس روایت کے سلسلہ میں سب سے اول تو عرض یہ ہے کہ آج تک خیبر کے واقعات کے سلسلہ میں جتنی احادیث اور جتنی تاریخی روایات پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں یہ کہانی ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔ اور حافظ مزی کا دعوی ہے کہ ہر وہ روایت جسے صرف ابن ماجہ نے روایت کیا ہو۔ اور کسی اور نے روایت نہ کیا ہو وہ ضرور منکر ہوتی ہے۔

ثانیاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سردی اور گرمی کے کپڑے جداگانہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ اون کے موٹے جھوٹے کپڑے جو سردیوں میں استعمال ہوتے وہی گرمیوں میں استعمال کئے جاتے۔ حتیٰ کہ مسجد میں پسینہ سے بدبو پھیل جاتی۔ اسی لئے جمعہ کے غسل کا حکم دیا گیا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ متمول طبقے کے کچھ افراد حیرہ، یمن، شام اور روم کے بنے ہوئے باریک کپڑے استعمال کرتے ہوں۔ لیکن یہ سلسلہ بھی حضرت عمرؓ کے زمانہ فتوحات کے بعد شروع ہوا۔ اور حضرت علیؓ کا شمار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کھاتے پیتے افراد میں نہیں ہوا۔

ہمارے تخیل میں یہ دعا عقلاً ناممکن نہیں لیکن اس کا جو مفہوم راوی پیش کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کے اظہار کے لئے اس نے یہ کہانی وضع کی ہے۔ وہ قطعاً ناکافی ہے۔ دراصل گرمی دور ہونے سے مقصد لگا ہوں کی گرمی ہے۔ کیونکہ آنکھیں اکثر گرمی کے باعث دکھنے آتی ہیں۔ آپ کا آنکھوں کی اس حرارت کو دور کرنے کے لئے دعا فرمانا اسی طرح ممکن ہے جس طرح آنکھوں میں تھوک لگانا۔ لیکن تاریخی معاملات میں یہ عقلی دوڑ نہیں چلتی اس کے لئے تاریخی طور پر یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش آیا یا نہیں۔ اگر ابن ماجہ کی اس روایت کی سند عمدہ ہوتی تو ہم خود اسے ایک ثبوت قرار دیتے۔ لیکن اس کی سند اس لائق نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے اس کی سند کے ابتدائی دو راوی قابل اعتراض ہیں یعنی عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلی۔

ebooks.i360.pk

عثمان بن ابی شیبہ ابو بکر بن ابی ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ ان کا شمار حدیث کے بڑے علماء میں ہوتا ہے ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اکثر علماء نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ایسی روایات نقل کرتے ہیں جنہیں کوئی اور نقل نہیں کرتا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں عثمان کسی دوسرے مددگار کے محتاج نہیں۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔ لیکن ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ لیکن امام احمد نے ان کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے بھی ان کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ ان حضرات کو ہزارہا احادیث یاد تھیں۔ لیکن قرآن کی کوئی ایک آیت بھی صحیح طور پر یاد نہیں ہوتی تفصیل کے لئے ان کا حال آپ ہماری کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" ملاحظہ کیجئے۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عثمان بن ابی شیبہ نے یہ روایت محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔ جو تاریخ میں ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور ہیں جو کوفہ کے بہت بڑے فقیہ اور پابند سنت انسان تھے۔ لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں۔ افسوس انہیں جتنا قوی ہونا چاہیے تھا یہ اتنے قوی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ان کی احادیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں میں نے اتنے کمزور حافظہ کا کوئی اور انسان نہیں دیکھا۔ نسائی، یحییٰ بن سعید القطان اور ترمذی نے ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ فحش غلطیاں کرتے جس کے باعث ان کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۶۱۳۔

اس لحاظ سے یہ روایت ابن ابی لیلیٰ کی منکرات میں شمار ہوگی۔ لیکن ان سے زیادہ خطرناک عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ کیونکہ ہمارا ذہن ہرگز یہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جسے ہزارہا روایات یاد ہوں وہ قرآن کی کوئی آیت صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکے۔ بلکہ وہ ہمارے نزدیک قرآن میں عمداً تحریف کرتا ہے۔ اور تقیہ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اور اس نے متعدد موضوع کہانیاں بیان کی ہیں۔ قرآن میں افترا کا حال ہم نے "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" پیش کیا ہے۔

ebooks.i360.pk

اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ذریعہ ہوا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ اور ان کی ذریت قیامت کے روز تک اوصیاء کو ختم کریں گے۔

اس روایت کا راوی بھی وہی نسابہ ہے۔ اور اس روایت کو وہ دبری سے نقل کرتا ہے۔ اور وہ عبدالرزاق سے۔ یہ ہر دو روایت ایک ہی درجہ کی ہیں۔ اور ان کے راوی بھی وہی ہیں۔ جو سابقہ روایات میں پائے جاتے رہے ہیں۔

چونکہ ہمارا تعلق اوصیاء سے نہیں اس لئے عرض یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی پانچ اولادیں ہوئیں یعنی حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ۔ لیکن لڑکیوں کو ان کی اولاد ہونے سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا۔ محسن بے چارے بچپن میں انتقال کر گئے۔ رہ گئے حضرت حسنؓ چونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی اولاد وصایت و ولایت سے محروم ہوئی۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ اور چونکہ پہلی تینوں صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ لہٰذا ان کے نام بھی لینا جرم ہے۔

اس طرح یہ وصایت و ولایت تین صاحبزادیوں اور ان کی اولاد کو محروم کر کے بلکہ انھیں اولاد رسولؐ ہونے سے خارج کر کے ایک بیٹی اور اس کی اولاد پر یہ عمارت تعمیر کی گئی۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادیاں چونکہ دشمنوں کے نکاح میں گئیں یا ان کے ساتھ رہیں۔ اس لئے وہ بھی ولایت و وصایت کے منصوبے سے خارج ہوئیں۔ اور چونکہ حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اور یہ سب معاملہ اس وقت پیش آیا جس وقت حسنؓ جانشین بن چکے تھے۔ اور انھوں نے ایک اموی سے صلح کی اور یہ ناقابل معافی جرم تھا۔ لہٰذا جہاں اولاد حسنؓ خلافت سے محروم ہوئی۔ وہاں ایک لازمہ یہ بھی قرار پایا کہ بنو امیہ ہمیشہ کے لئے مبغوض بن گئے۔ اور اس بغض کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایران اور برصغیر میں کوئی اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی اولاد قرار نہیں دیتا۔ ہاں یہ ضرور

ebooks.i360.pk

ہوتا رہا کہ تاریخ میں جب بھی کوئی انقلاب آیا تو کچھ نئے لوگ سید ضرور بن گئے ۔ اور خود کو اولاد فاطمہ کہلانے لگے ۔ اس طرح تاریخ میں ہزارہا بار سادات کی پود میں اضافہ ہوتا رہا ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر رافضی سید بن گیا جس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔

ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا ، کہ جس سے یہ بیان نہ کیا گیا ہو کہ اس کے بعد یہ کام کس کی ذمہ داری میں ہوگا ۔ کیا اللہ نے آپؐ سے بھی یہ بات بیان فرمائی ہے ۔ آپ نے جواب دیا ہاں وہ شخص علیؓ ہے ۔ میزان ج ا صفحہ ۵۸۴

یہ کون سا اصول تھا جس کی تعلیم سلمانؓ کی زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جا رہی ہے اگر واقعتاً یہی اصول ہمیشہ کارفرما تھے تو بتائیے کہ حضرت یوسفؑ ، حضرت شعیبؑ ، حضرت یونسؑ ، حضرت لوطؑ اور حضرت عیسٰیؑ کے بعد کون ان کا جانشین ہوا ، اور کون ان کے قریب رہا ہے ۔

راوی کا بیان ہے کہ سلمانؓ سے یہ روایت حضرت ابوہریرہ نے نقل کی ہے ہمارے نزدیک بلحاظ علم حضرت ابوہریرہؓ کا مقام حضرت سلمانؓ سے بہت زیادہ ہے ۔ اور کوئی ایسی روایت نہیں جو حضرت ابوہریرہؓ نے سلمانؓ سے نقل کی ہو ۔

حکیم بن جُبیر اس کا راوی حکیم بن جبیر ہے ۔ اس حکیم سے تمام اصحاب ستہ نے احادیث نقل کی ہیں ۔ یہ سعید بن جبیر اور ابوجحیفہ سے روایات نقل کرتا ہے ۔ اس سے شعبہ اور زائدہ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں ۔ یہ شیعہ ہے ۔

امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے منکر الحدیث ہے ۔ بخاری کہتے ہیں شعبہ کو اس پر اعتراض تھا ۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں ۔ دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے ۔ معاذ کہتے ہیں میں نے شعبہ سے عرض کیا کہ مجھے حکیم بن جبیر کی حدیث سنائیے فرمایا اس کی حدیث بیان کرنے سے مجھے جہنم میں جانے

ebooks.i360.pk

کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں شعبہ نے اس کی روایت ترک کردی تھی۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے فرمایا، اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں۔ شعبہ نے حدیث صدقہ کے باعث اس کی روایات ترک کردی تھیں۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحیٰی بن سعید اس کی روایات بیان کرتے اور عبدالرحمٰن قطعاً نہ بیان کرتے۔

اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں۔ اور اس میں بھی منکرات پائی جاتی ہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور حکیم نے اس روایت کو عبدالعزیز بن مروان کی جانب منسوب کیا ہے اور عبدالعزیز بن مروان تو حضرت علیؓ کا مخالف تھا۔ وہ ایسی کہانی کیسے نقل کرتا۔ میزان ج ا ص۲۷۵

حکیم بن جبیر سے یہ کہانی نقل کرنے والا مشہور دجال زمانہ یعنی مورخ محمد بن اسحاق ہے۔ جس کا حال بارہا پیش کیا جا چکا ہے۔

سلمۃ بن الابرش

مورخ ابن اسحاق سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا سلمۃ بن الفضل الابرش ہے۔ اس نے ابن اسحاق سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابوداؤد میں پائی جاتی ہیں۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس کی بعض احادیث منکر ہوتی ہیں

یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے غزوات کی روایات لکھی ہیں۔ اور غزوات کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مکمل کسی کی کتاب نہیں۔ (بات مکمل کی نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ صحیح کی ہو رہی ہے)۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ذریح کا بیان ہے کہ میں نے سلمۃ الابرش سے سنا ہے کہ میں نے ابن اسحاق سے اس کی مغازی دو بار سُنی ہے۔ اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں لے اس کی اور

ebooks.i360.pk

روایات لکھی ہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی کوئی روایت ایسی نہیں ملی جو از حد منکر ہو۔ لیکن علی ابن المدینی فرماتے ہیں۔ ہم رتے سے جب واپس چلے تو ہم نے اس کی تمام لکھی ہوئی روایات لغو سمجھ کر زمین پر پھینک دیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ سلمہ رازی ہے شیعہ تھا۔ اس کی روایت لکھی جاتی ہیں بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ ابو زرعہ رازی کا قول ہے۔ کہ رَے کے باشندے اسے پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اول تو اس کا مذہب بدترین تھا۔ اور دوسرے رَے کے لوگوں پر اس نے مظالم بھی بہت کیے تھے۔ ۱۹۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

سلمۃ الرازی سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن حمید الرازی ہے۔

محمد بن حمید الرازی

یہ مورخ ابن جریر کا استاد ہے۔ سلمۃ بن الابرش سے ابن اسحاق کی مغازی کا ناقل ہے۔ اسکی روایات ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہیں۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں۔ معلومات اس کی کافی وسیع تھیں۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکرہ ہوتی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس کی احادیث پر اعتراض ہے۔

امام ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ فضلک الرازی فرماتے ہیں میرے پاس اس کی پچاس ہزار روایات لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی روایت کا بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ ہمیں محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی پڑھ کر سنائی اور دعویٰ کیا کہ اس نے یہ کتاب سلمۃ الابرش سے سنی ہے۔ اس کے بعد میرا علی بن مہران کے پاس جانا ہوا۔ وہ کتاب المغازی پڑھ کر سنا رہے تھے۔ ان کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ انھوں نے یہ کتاب سلمۃ الابرش سے سنی ہے۔ میں نے سوال کیا۔ کیا محمد بن حمید نے بھی یہ کتاب سلمۃ سے پڑھی تھی؟ وہ جب تک رَے میں

ebooks.i360.pk

پڑ گئے اور فرمایا۔ اس نے یہ کتاب مجھ سے پڑھی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؒ بن حمید جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ مورخ محمد بن حمید جتنی روایات بیان کرتا ہے۔ ہم سب اس کی روایات کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ اللہ سے بے خوف ہو۔ اس کے یہاں اللہ سے ڈر کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ یہ دوسرے راویوں کی روایات لے کر ان میں ردّ و بدل کرتا اور پھر انھیں اپنی جانب منسوب کرتا۔

ابن خراش فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ابنؒ حمید جھوٹا ہے۔ اور دیگر اکثر محدثین کا قول ہے کہ یہ حدیث چور ہے۔ دوسروں کی روایات چوری کر کے اپنی جانب منسوب کرتا ہے۔ نسائیؒ کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے اور صالح جزرہ کہتے ہیں۔ میں نے محمد بنؒ حمید اور ابن الشاذ کوفیؒ سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ اس فن کے ماہر تھے۔

ابو علی النیسابوری کا بیان ہے کہ میں نے ابنؒ خزیمہ سے عرض کیا۔ آپ محمدؒ بن حمید کی روایات کیوں نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ امام احمدؒ بن حنبل تو اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا امام احمدؒ کو اس کے حالات کی خبر نہ تھی۔ اگر انھیں اس کے صحیح حالات معلوم ہوتے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

امام فضلک الرازیؒ کا بیان ہے کہ میں ایک روز محمدؒ بن حمید رازی کے پاس گیا۔ وہ اس وقت روایات کی سندات وضع کر رہا تھا۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ اس روایت کا ہر راوی شیعہ اور ہر راوی فارس وایران کا باشندہ ہے۔ اور تین راوی اپنے اپنے دور کے مشہور مؤرخ اور مشہور کذاب ہیں۔

علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں" ترمذیؒ کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ شعبہؒ سے اس

ebooks.i360.pk

سند کے علاوہ کسی اور سند سے یہ روایت مروی نہیں۔

ہمارے نزدیک یہ رام کہانی اس صحیح حدیث کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔ جو حضرت ابوبکرؓ کے سلسلہ میں مروی ہے "کہ ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ تمام کھڑکیاں بند کردو"

حافظ ابن حجر اپنی روایت پرستی کے زعم میں رقم طراز ہیں۔ اس روایت کی متعدد سندات ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔ لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اسے رافضیوں نے اس حدیث صحیح کے مقابلہ پر وضع کیا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں مروی ہے۔

ہمارے نزدیک ان سبائیوں کا یہ خاص دستور ہے کہ جہاں بھی انھیں کسی صحابی میں کوئی فضیلت نظر آئی۔ فوراً حضرت علیؓ کے لئے وہ کہانی تیار ہوگئی۔ حافظ ابن حجر جو روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں اور صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی متعدد سندات مروی ہیں یا نہیں تو سبائی بچوں نے تحریف قرآن کے سلسلہ میں دو ہزار روایات پیش کی ہیں اور تقریباً اتنی ہی روایات ولایت و امامت کے سلسلہ میں مروی ہیں تو کثرت سندات کے باعث ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا۔ اس نظریہ کے پجاریوں کو ذرا سوچ سمجھ کر بات کہنی چاہئیے۔ اور عقل سے کام لے کر کوئی نیا اصول وضع کرنا ہوگا۔ ورنہ کثرت سندات کے باعث امامت اور تحریف قرآن پر ایمان لانا لازمی ہو جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس روایت کے واضعین کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ ابوبکرؓ کا مکان مسجد کے قرب و جوار میں نہ تھا جو اس کے جواب کے لئے یہ دروازے والی کہانی وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان کا مکان تو عقیق میں تھا۔ اور حضور کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ سب کھڑکیاں بند کردو۔ اس روایت میں کھڑکی سے مراد خلافت ہے جو ابوبکرؓ کو حاصل ہو کر رہی۔ سبائیوں کا اگر دل چاہے تو بیشک وہ حضرت علیؓ کے پورے گھر کو دروازوں میں تبدیل کردیں ـــــ سنیوں کا مقصد تو حاصل ہو چکا۔

ترمذی کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند نہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ بقیہ سندات جس سے ابن حجر بھی دھوکہ کھا گئے، ترمذی کے بعد تیار کی گئیں۔ ترمذی کے زمانہ

ebooks.i360.pk

یعنی تیسری صدی ہجری تک ان سندات کا وجود نہ تھا۔ اگر یہ سندات بنو بویہ کے زمانہ میں معزالدولہ کی سرپرستی میں تیار کرلی گئی ہوں تو اس کا علم امام ترمذی کو ہرگز نہ ہو سکتا تھا کیونکہ وہ بنو بویہ کی آمد سے قبل انتقال کر چکے تھے۔

عمرو بن میمون

اس روایت کا اولین راوی عمرو بن میمون ہے۔ جو قناد کے لقب سے موسوم ہے حیرت اس پر ہے کہ ابن عدی۔ ذہبی۔ بخاری نسائی اور دیگر ماہرین رجال نے اس کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ صرف عبدالرحمن بن مہدی نے یہ تحریر کیا ہے کہ یہ ابو زہیر عبدالرحمان بن معزا سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے صالح بن زیاد الرقی نے روایت نقل کی ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد ابو حاتم سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں اسے نہیں پہچانتا یہ کون ہے اور اس کی یہ حدیث منکر ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۲۵۰

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔ عمرو بن میمون القناد عبدالرحمن بن معزا سے روایت کرتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۳۷۶

گویا ابو حاتم کے علاوہ کسی نے اس پر تبصرہ نہیں کیا۔

یحییٰ بن ابی سلیم الفزاری

اس کی کنیت ابو بلج ہے۔ واسط کا باشندہ ہے۔ اسے یحییٰ بن معین، نسائی، دارقطنی اور ابن سعد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا بہ اکثر اللہ کا ذکر کرتا رہتا۔ لیکن امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ امام بخاری یہ جملہ اس وقت فرماتے ہیں جب کسی راوی کو وہ جھوٹا سمجھتے ہوں امام احمد فرماتے ہیں اس نے یہ حدیث منکر روایت کی ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کہتے ہیں یہ روایت اس کی منکرات میں داخل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ غلطیاں کرتا ہے۔ ثابت البنانی کہتے ہیں میں نے اس روایت کا تذکرہ حسن بصری کے سامنے کیا۔ انھوں نے اس روایت کا انکار کر دیا۔

ebooks.i360.pk

ابراہیم بن المختار الرازی

اس کی سند کا ایک راوی ابراہیم بن المختار الرازی ہے۔ یہ مؤرخ محمد بن اسحاق کا شاگرد ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ابو غسان زنیج کہتے ہیں میں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۵

ترمذی کی سند کا آخری راوی محمد بن حمید الرازی ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے محمد بن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ اور مورخ ابن جریر کا استاد ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں

حاصل کلام یہ کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

اس روایت کو امام احمد اور نسائی نے یحییٰ بن ابی سلیم کے ذریعہ عمرو بن میمون سے نقل کیا ہے اور عمرو بن میمون نے ابن عباسؓ سے یہ کہانی نقل کی ہے اور عمرو بن میمون ناقابل اعتبار ہے۔ اور یحییٰ بن ابی سلیم بھی قابل وثوق نہیں۔

امام احمد نے یہ روایت زیدؓ بن ارقم سے بھی نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح پیش کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کے دروازے مسجد میں کھلے ہوتے تھے۔ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔ علی کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دو۔ یہ سنکر چند حضرات نے آپؐ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ آپؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا۔ اما بعد میںؐ نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تھا لیکن تم میں سے بعض افراد نے اس پر اعتراض کیا۔ اللہ کی قسم نہ میںؐ نے اپنی مرضی سے بند کئے اور نہ اپنی مرضی سے کھولے لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا میںؐ نے اس کی اتباع کی ہے۔

یہ روایت حضرت زیدؓ بن ارقم سے میمونؒ ابو عبداللہ نے نقل کی ہے۔ اور میمون سے نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیلہ ہے اور اس سے محمد بن جعفر نے روایت کی ہے۔ جس سے امام احمد روایت کر رہے ہیں۔ البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۳۴۲

ebooks.i360.pk

میمون ابوعبداللہ یہ حضرت عبدالرحمان بن سمرہ کا غلام تھا۔ اس کی روایات نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن محمد بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ شعبہ کہتے ہیں یہ تو ایک رذیل انسان تھا۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۵

عوف الاعرابی میمون سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیلہ ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابوسہل اس کی کنیت ہے۔ تمام اصحاب ستہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ اس سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ایک جماعت نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

عمرو بن علی المقدمی کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو دیکھا وہ جعفر بن سلیمان سے کہہ رہے تھے۔ تو نے ابن عون، ایوب اور یونس کو دیکھا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تو ان کے پاس نہیں بیٹھا اور ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ اور تو نے انہیں چھوڑ کر عوف کی صحبت اختیار کی۔ اللہ کی قسم عوف کا دل ایک بدعت پر خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کرلے۔ ایک تو وہ قدری ہے اور ایک شیعہ ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ جب تو چند ہم عصر لوگوں میں مقابلہ کر کے دیکھے گا مثلاً ابن عوف اور ایوب کا مقابلہ عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحرانی سے کر کے دیکھے گا۔ حالانکہ یہ دونوں حسن بصری کے شاگرد ہیں۔ جس طرح ابن عون اور ایوب ان کے شاگرد ہیں۔ تو ان دونوں پارٹیوں میں تجھے زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ بلحاظ فضیلت بھی اور بلحاظ نقل روایات بھی اگرچہ عوف اور اشعث کی روایات کو بھی رد نہیں کیا جاتا لیکن ان دونوں میں احتیاط کا وہ مادہ نہیں پایا جاتا جو ابن عون اور ایوب میں موجود ہے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کہتے ہیں۔ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے

ebooks.i360.pk

اور کہہ رہے تھے اے قدری ۔

بندار یعنی محمد بن جعفر لوگوں کو اس عوف کی روایات سُنا رہے تھے۔ سنانے کے بعد انھوں نے فرمایا ۔ اللہ کی قسم عوف قدری تھا ۔ رافضی تھا ۔ شیطان تھا ۔ میزان ج ۳ صہ ۳۰۵

اتفاق سے عوف سے یہ روایت بندار ہی نے نقل کی ہے ۔ اور انھوں نے یہ بھی بیان کر دیا ہے ۔ کہ وہ رافضی ہے ۔ اور یہ روایت اس کی رافضیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس روایت کے راوی شیعہ ہیں ۔

پھر بندار کا دعویٰ تو یہ ہے کہ عوف نے اس روایت کو حضرت زید بن ارقم رض کی جانب منسوب کیا اور ابوالاشہب کا بیان ہے ۔ کہ اس نے یہ روایت حضرت براء بن عازب رض کی جانب منسوب کی ۔ اس طرح یہ ایک کی بجائے دو روایتیں پیدا ہو گئیں ۔ ابوالاشہب کا نام جعفر بن الحارث ہے ۔ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے ۔

ابویعلیٰ موصلی نے یہ روایت حضرت سعد رض سے ان الفاظ میں نقل کی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ علی رض کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں ۔ لوگوں نے اس پہ باتیں بنائیں ۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے یہ دروازہ خود نہیں کھولا بلکہ اسے اللہ نے کھولا ہے ۔

ہمارے لئے تو اس روایت کی تردید کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اور صحابۂ کرام اس پر اعتراض کریں اور اسے تسلیم نہ کریں ۔ یہ خالص سبائی منطق ہے ابویعلیٰ نے جو سند بیان کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سعد سے اسے نقل کرنے والا خیثمہ ہے ۔ یہ کون ذات شریف ہیں ، ان کے والد محترم کون ہیں اور یہ کہاں کے باشندے ہیں یہ سب کچھ بعد کے راویوں نے اپنے پیٹ میں ہضم کر لیا ہے ۔ جس کی وجہ سے ہمارا ہاضمہ خراب ہو گیا ۔ اور ہم نے تمام خیثمہ نامی افراد کو تلاش کر ڈالا ۔ معلوم ہوا خیثمہ نامی چار افراد گزرے ہیں ۔

ebooks.i360.pk

خثیمہ بن خلیفہ یہ ربیعۃ الرائے سے روایت نقل کرتا ہے۔ ابوالفتح الازدی کہتے ہیں یہ انتہائی ضعیف ہے۔ یہ امام مالک کا ہم عصر ہے۔ گویا تبع تابعی ہے۔ اس نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ربیعۃ الرائے جو اس کے استاد ہیں انھوں نے بھی صرف حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ جن کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔ اور حضرت سعدؓ تو ۵۵ھ میں وفات فرما چکے تھے۔

خیثمہ بن محمد الانصاری ذہبی کہتے ہیں یہ مجہول ہے یہ واقدی سے نقل کرتا ہے۔

خیثمہ بن ابی خیثمہ اسکی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔

خیثمہ بن عبدالرحمٰن الکوفی ثقہ ہے لیکن مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ۸۰ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی ایسا خیثمہ موجود نہیں جس نے حضرت سعدؓ سے روایات سنی ہوں۔ اور جو بھی یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ وہ درمیان سے کسی خبیث کو گرا رہا ہے۔ حضرت سعدؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً جھوٹ ہے۔

ہمیں حیرت حافظ ابن کثیرؒ پر ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دروازہ کھلا رہنے کی فاطمہؓ کی وجہ سے اجازت دی تھی جو آپ کی حیات تک تھی لیکن جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو یہ اجازت بھی ختم ہوگئی تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اجازت وفاتِ رسولؐ تک محدود تھی؟ اس طرح حافظ صاحب نے اس کا وجود تسلیم کر لیا۔ اور ان روایات پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جبھی تو ان کے شاگرد ابن حجرؒ نے یہ فرمایا کہ یہ روایت حسن ہے۔

خیثمہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مسلم نامی کوئی فرد ہے۔ ہم نے جب مسلم نامی افراد پر نظر ڈالی تو عقدہ یہ کھلا کہ مسلم نامی اکیاون۵۱ افراد کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے اپنی تقریب میں کیا ہے۔ اور سینتیس افراد کا ذکر ذہبی نے میزان میں کیا ہے۔ اب ہم نے اس مسلم کی تلاش شروع کی۔ جو خیثمہ سے روایت نقل

ebooks.i360.pk

کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ معلوم کرنا تو بہت آسان ہے کہ یہ فلانے کھیت کی مولی ہے۔ لیکن ایسے مسلم کو تلاش کرنا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

ہم نے اس سے آگے بڑھ کر مسلم کے شاگرد غسان بن بشر الکاہلی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ ہم اتنے کاہل الوجود ہیں کہ اب ہمیں مزید کسی کاہلی کی کوئی حاجت نہیں۔ مجبور ہو کر ہم نے ان کاہلی کے شاگرد محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الطحان کی تلاش شروع کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب ہی موسمی پرندے تھے۔ ان کی تلاش میں زندگی ختم ہو جائے گی۔ افسوس تو یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر جیسے حضرات اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

ع   اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

حضرت علیؓ کو علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے گئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے جس میں سے ہر باب سے مزید علم کے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۴

اس روایت کا راوی حیی بن عبد اللہ بن شریح بن معافر المعری ہے۔ ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں اس میں کچھ ہرج نہیں۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں بشرطیکہ اس سے نقل کرنے والا ثقہ ہو۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن عدی نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ اس کی تقریباً بیس روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان روایات میں تمام نسک بعد کے راویوں کی جانب سے پیدا

ebooks.i360.pk

ہوا ہے۔ یہ تمام روایات عبداللہ بن لہیعہ نقل کرتا ہے۔ لہٰذا یہ الزام عبداللہ بن لہیعہ پر قائم ہوتا ہے نہ کہ حیٰی بن عبداللہ بن شریح پر۔ گویا امام ذہبی کے نزدیک ایسی بے ہودہ روایات کا مجرم عبداللہ بن لہیعہ ہے۔ لہٰذا خود حافظ ذہبی کی زبانی اس کا خاکہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

عبداللہ بن لہیعہ

اس کی کنیت عبدالرحمٰن ہے۔ مصر کا قاضی تھا۔ اور وہاں کے علماء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے کبار تابعین سے علم حاصل کیا تھا۔

یحیٰی بن معین فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے اور اس کی روایات حجت نہیں۔ حمیدی کا بیان ہے کہ یحیٰی بن سعید القطان اسے ہیچ تصور کرتے۔ نعیم بن حماد کا بیان ہے کہ عبدالرحمان بن مہدی فرماتے تھے۔ میں ابن لہیعہ سے جو بھی روایت سنتا ہوں اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ علی المدینی نے عبدالرحمان بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ میں ابن لہیعہ کی کوئی روایت لینے کے لئے تیار نہیں۔

یحیٰی بن بکیر کا بیان ہے کہ ۱۷۰ھ میں اس کے مکان میں آگ لگ گئی۔ اور اس کی سب تحریرات جل گئیں۔ لہٰذا اس کے بعد اس نے حافظہ پر بھروسہ کرتے ہوئے احادیث بیان کیں جس میں غلطیاں کیں۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ یہ بھی ابن لہیعہ کا ایک جھوٹ ہے کہ اس کی تحریرات جل گئیں۔ اس کے مسودات میں کوئی آگ نہ لگی تھی میں نے عمارہ بن غزیہ نے روایات اس کی تحریرات سے آگ کے واقعہ کے بعد نقل کیں ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ جب اس کے گھر میں آگ لگی تھی تو اس کے روبرو چند اوراق رکھے ہوئے تھے وہ جل گئے تھے۔ (اس نے اس معمولی سی بات کا افسانہ بنا دیا۔ بلکہ اس واقعہ کو اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا)

عثمان بن صالح مزید فرماتے ہیں میں اس کی اصل بیماری سے واقف ہوں۔ قصہ یہ

ebooks.i360.pk

پیش آیا تھا کہ میں اور عثمان بن عتیق نمازِ جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ ہمارے آگے ایک گدھے پر سوار ابن لہیعہ جا رہا تھا۔ اچانک اس پر فالج گرا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ عثمان بن عتیق یہ دیکھ کر جلدی سے لپکے اور ابن لہیعہ کو اٹھا کر بٹھایا۔ اور ہم اسے اٹھا کر گھر لے گئے یہیں سے اس کی بیماری کی ابتداء ہوئی۔ (غالباً عثمان بن صالح کا مقصد یہ ہے کہ فالج گرنے کے باعث اس کا دماغ جواب دے گیا تھا۔)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس نے عمرو بن شعیب کی حدیثیں محمد بن المثنیٰ سے سنی تھیں۔ بعد میں دعوی کرنے لگا کہ اس نے عمرو بن شعیب سے یہ حدیثیں براہ راست سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے عبداللہ بن لہیعہ آگ لگنے سے پہلے بھی ضعیف تھا۔ اور آگ لگنے کے بعد بھی ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھے بشر بن السری نے نصیحت کی کہ اگر تیری ملاقات ابن لہیعہ سے ہو تو اس کی کوئی روایت نہ لینا۔

فلاس کہتے ہیں آگ لگنے سے قبل اس کی روایات معتبر ہیں۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر اس سے ابن المبارک اور مقریٔ وغیرہ روایت کریں تو صحیح ہے۔ لیکن ابو زرعہ کہتے ہیں یہ بات قابل اعتبار نہیں۔ رہا ابن المبارک اور ابن وہب کا اس سے روایت لینا تو اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ معتبر تھا۔ بلکہ یہ دونوں خود امام الحدیث تھے۔ وہ صرف اس سے صحیح روایات لیتے۔

ابن ابی مریم کا قول ہے کہ میں آخر عمر میں ابن لہیعہ کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے پاس بربریوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ اور یہ انہیں احادیث سنا رہا تھا۔ اور یہ تمام احادیث منصور اعمش اور اہل کوفہ کی تھیں۔ میں نے ابن لہیعہ سے سوال کیا تم نے اہل کوفہ کی احادیث کہاں سے سنیں تیرے تو تمام استاد مصری ہیں۔ کہنے لگا ایسے ہی کان میں پڑ گئی تھیں۔ میں انھیں لکھ نہ سکا تھا۔ اس لئے بیان کر رہا ہوں۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک ایسی صورت میں روایت

ebooks.i360.pk

بیان کرنا جائز نہیں۔

جوزجانی کہتے ہیں ابن لہیعہ کی روایت میں کوئی نور نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی روایت قابل حجت ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ ۹۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۴ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ خود نیک آدمی تھا لیکن اس میں عیب یہ تھا کہ ضعیف راویوں سے روایت لیتا اور پھر ان کے نام درمیان سے حذف کر دیتا۔

ابن عدی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ اور یہ ساری آفات خود اس کی ڈھائی ہوئی ہیں میزان ج ۲ ص ۴۷

عبدالحسین شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب میں اس کا شمار شیعہ علما میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اس کی روایت ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ پھر عبدالحسین نے اس کی ایک روایت پیش کی جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ المراجعات ص ۹۱

ابن عدی نے بھی وہ روایت پیش کی اور ذہبی نے بھی بیان کی۔ اور ان دونوں حضرات نے اسے غالی شیعہ قرار دیا۔ ہمارے قارئین کرام بھی اس روایت کو ملاحظہ فرمالیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بلائے گئے۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا میرے لئے میرے بھائی کو بلاؤ تو عثمان رضی اللہ عنہ بلائے گئے۔ آپ نے ان کی جانب سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ بلائے گئے۔ آپ نے دیکھ کر انہیں اپنے کپڑے میں چھپا لیا۔ اور ان پر جھک گئے۔

جب علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے باہر آگئے تو لوگوں نے ان سے سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا حضور نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دئے۔ ہر باب سے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ج ۲ ص ۴۸۲۔ المراجعات ص ۹۶

ebooks.i360.pk

یہی روایت شیعوں کی امامت اور صوفیاء کے علم سینہ بسینہ کا ماخذ ہے۔ گویا تیئیس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ اور حضرت علیؓ کو تعلیم دیتے رہے وہ تو ایک لایعنی شے رہی۔ اصل تعلیم تو یہ تھی جو چند منٹ میں پھونک مار کر پلا دی گئی۔ جس طرح عثمان ہرونی ؒ نے معین الدین اجمیری ؒ کو پھونک مار کر انگلی شہادت میں اٹھارہ ہزار عالم دکھا دیئے تھے۔ اور وہ انہوں نے پلک جھپکتے میں گن بھی لئے تھے ہمارا خیال یہ ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں میں کچھ کمزوری تھی جو صرف اٹھارہ ہزار عالم نظر آئے۔ ورنہ ایک ہزار کو ایک ہزار سے ضرب دو تو ایک لاکھ بنتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور میر اجمیری صاحب نے ایک پھونک میں سلوک کی منزلیں طے کر لیں اور پھر اس کے پھونک کا تماشا پھیلا کہ مادر زاد ولی پیدا ہونے لگے۔

حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ

حضرت علیؓ کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے کہ ان کی زرہ ایک یہودی نے اٹھالی۔ مقدمہ قاضی کے یہاں پہنچا۔ لیکن حضرت علیؓ مقدمہ ہار گئے۔ حضرت علیؓ کے اس عدل و انصاف کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہوگیا قصہ نویسوں نے اس قصے کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن قارئین اب آپ اصل قصہ جو راوی نے بیان کیا تھا حافظ ابن عدیؒ اور حافظ ذہبیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمالیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

راوی نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس دیکھی اور اسے پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے جو فلاں روز گر گئی تھی۔ اس پر یہودی نے جواب دیا یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ لہٰذا میرا اور آپ کا فیصلہ قاضی المسلمین کر سکتا ہے۔

الغرض یہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے۔ جب قاضی شریح نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو اپنی کرسی عدالت چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؓ ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا۔

اگر میرا دشمن مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ نہ تو غیر مسلموں کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھاؤ۔ اور نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ بلکہ انھیں

ebooks.i360.pk

راہ میں بھی تنگ سے تنگ جگہ چلنے پر مجبور کردو۔ اگر وہ تمہیں برا کہیں تو ان کی پٹائی کرو، اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کردو۔ پھر اس یہودی کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا یہ میری ہی زرہ ہے۔

یہودی نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین سچ کہتے ہیں لیکن گواہ لائیے۔ حضرت علیؓ نے اپنے غلام قنبر اور اپنے بیٹے حسن کو بلایا۔ انہوں نے شہادت دی۔ اس پر قاضی شریح نے فرمایا غلام کی شہادت تو قبول ہے لیکن بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو نے عمرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ حسن و حسین نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے۔ شریح نے جواب دیا اللہ کی قسم ایسا ہی ہوا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا تو حسن کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم تو بھی ہمارے پاس فیصلہ لے کر آئے گا۔ یقیناً اس کے گھر والوں کے درمیان چالیس روز کے اندر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یہ کہنے کے بعد آپ نے زرہ یہودی کو دے دی۔

اس یہودی نے عرض کیا ایک تو امیر المؤمنین آپ میرے کہنے سے قاضی کے پاس جانے پر راضی ہوگئے پھر آپ کے خلاف فیصلہ ہوا۔ آپ اس پر بھی راضی ہوگئے تو یہ آپ ہی کی زرہ ہے جو میں نے پڑی ہوئی اٹھائی تھی۔ یہ لیجیے۔ اور اس کے بعد وہ یہودی اسلام لے آیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا جا یہ زرہ بھی تیری۔ جا یہ گھوڑا بھی لے جا۔ اور پھر حضرت علیؓ نے اس کا وظیفہ متعین کر دیا۔ آخر کار وہ یہودی جنگ صفین میں قتل ہوا۔ میزان ج ا ص۵۸۵۔

ہم اس کی سند اور اس کے رواۃ پر تو بعد میں بحث کریں گے۔ اولاً تو اس کی معنوی حیثیت پر غور کر لیا جائے کہ عدل و انصاف کے نام سے کیا کیا خرافات جمع کی گئی ہیں۔

۱۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ حسن و حسین نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے تو یہ روایت قطعاً منکر ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے تو یہ سرے سے مروی نہیں۔ اور اگر یہ روایت بالفرض درست بھی ہو تو اس سے عدالتوں کے فیصلوں میں کیا فرق واقع ہوتا ہے۔ اسلامی قضا کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ کیا اس قانون کو توڑنے کا نام عدل و انصاف

ebooks.i360.pk

ہے۔ میرے نزدیک تو یہ حضرت علیؓ کی ذات پر ایک بہت بڑا اتہام ہے۔ جس سے ان کی عظمت میں بھی فرق آتا ہے اور اسلام کا بھی مذاق اڑتا ہے۔

۲۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ غیر مسلموں کے نہ برابر بیٹھو، نہ ان کی تیمار داری کرو۔ بلکہ انھیں تنگ راستہ پر چلنے پر مجبور کرو، اگر ان میں سے کوئی تمہیں بُرا کہے تو مارو اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کر دو۔ یہ روایت پڑھنے کے بعد ہمیں برہمن مذہب یاد آ گیا۔ ان کے یہاں اسی قسم کے اصول اچھوتوں کے ساتھ اختیار کیے جاتے ہیں۔ ہمیں تو قرآن نے غیر مسلموں کے سلسلہ میں یہ حکم دیا ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ۔ البقرہ

اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو تم ان پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی انھوں نے کی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کفار و مشرکین بھی آ کر بیٹھتے، آپ ان کے بیماروں کی تیمار داری فرماتے، تمام صحابہ کا اس پر عمل رہا۔ آپ کے اور صحابہ کے یہ اخلاق دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے۔ جہاں تک بُرا کہنے پر مارنے کا تعلق ہے تو ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔

بُرائی کا بدلہ اتنی ہی بُرائی ہے۔ لیکن اگر کسی نے معاف کیا اور صلح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ اللہ ظالموں سے محبت نہیں فرماتا۔

لہٰذا یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک صریح جھوٹ ہے۔ جس نے پورے دین اسلام کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ بلکہ یہ روایت جس نے وضع کی وہ کوئی انتہائی قسم کا جاہل ہے یا اول درجہ کا دجّال ہے۔ جس نے حضرت علیؓ کے عدل و انصاف کے پردے میں ان کے علم کا مذاق اڑایا ہے بلکہ ان کی عزت کو داغدار کیا ہے۔

۳۔ یہ کون سا شرعی اصول اور انصاف ہے کہ جب کوئی امیر مدعی بن کر عدالت میں جائے تو قاضی یا جج کو کرسی سے ہٹا کر خود جج بن کر بیٹھ جائے اور جب جج قانونی اعتراض اٹھائے تو مدعا علیہ کو دھونس دی جائے۔ اور اسے اس کے بیوی بچوں سے علیحدہ کرنے کی دھمکی دے جائے۔ ایسا اصول تو آج کل کے

ebooks.i360.pk

سارے قانون میں بھی نہیں پایا جاتا۔

۴۔ جیسے بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ اسی طرح غلام کی مالک کے حق میں شہادت قابل قبول نہیں۔ یہ دونوں ہی شہادتیں باطل تھیں۔

۵۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی شریحؒ انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ ان کا یہ فعل قانون عدالت کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں ان کا کوئی فیصلہ قابل قبول نہیں۔

۶۔ جب قاضی شریحؒ نے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ اور حضرت علیؓ اس پر بیٹھ گئے۔ تو مدعی اور مدعا علیہ برابر کہاں رہے۔ اور جب عدالت مدعی کا ساتھ دے تو اس فیصلہ کی پوزیشن کیا ہے۔ اس خبیث راوی نے حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ دونوں کو بدنام کیا ہے۔

۷۔ کیا کوئی سبائی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہ واقعہ کس جگہ پیش آیا۔ اور وہ کونسی سرزمین تھی جہاں مسلمان یہود کے ساتھ آباد تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ کوفہ کا ہے تو اس حد تک بات درست ہے کہ شریحؒ کوفہ کے قاضی تھے۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضرت علیؓ کا دار الخلافہ کوفہ تھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہاں کچھ یہودی بھی بستے ہوں لیکن ہماری معلومات تو یہ کہتی ہے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے شام کا رخ کیا۔ اور شام کی سرحد پر چھ ماہ تک چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ پھر ۳۷ھ میں جنگ صفین واقع ہوئی اور اس جنگ میں وہ یہودی قتل بھی ہو گیا۔

حضرت علیؓ جمل و صفین کے درمیان صرف چند روز کے لئے کوفہ آئے تھے۔ بقول مورخ طبری چند روز کوفہ میں قیام کر کے اور لشکر تیار کر کے شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ تو کیا اس دوران میں یہ سانحہ پیش آ گیا۔

کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ جنگ صفین کے بعد پیش آیا۔ تو وہ یہودی نو مسلم جنگ صفین میں قتل ہو چکا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسے مقتول ہونا ہی تھا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ رہتا تو تردید کا امکان باقی رہتا۔ اسی لئے اس کا نام پتہ تک بیان نہیں کیا گیا۔

ebooks.i360.pk

۸ - اس روایت میں ہے کہ اس کا وظیفہ بھی متعین کیا گیا۔ لیکن وہ اس کی وصولیابی سے قبل ہی چل بسا۔

۹ - اس واقعہ کو نقل کرنے والے آخری راوی ابراہیم تیمی ہیں جو اس واقعہ کے ناقل بیان کئے جاتے ہیں۔ ابراہیم تیمی سے مراد ابراہیم بن محمد بن طلحہ التیمی ہیں۔ یہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں چوہتر سال کی عمر میں ہوا۔ تقریب ص۲۲۔ اس لحاظ سے یہ ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور جس وقت جنگ صفین پیش آئی اور رواہوی مقتول ہوا تو یہ اس وقت مدینہ میں اپنی والدہ کا دودھ پی رہے تھے اور چند ماہ کے بچہ تھے۔ لہذا یہاں دو ہی امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔

۱ - یا تو کسی نے یہ واقعہ گھڑ کر ان کی جانب منسوب کیا۔

۲ - یا انہوں نے یہ واقعہ کسی گرے پڑے راوی سے سنا تھا۔ انہوں نے اس کا نام بیان نہیں کیا۔ اور اس طرح بلا تحقیق یہ روایت مرسلاً بیان کر دی۔ اور لوگوں میں پھیل گئی۔ اور ابراہیم اکثر مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

ابراہیم تیمی سے یہ روایت نقل کرنے والے اعمش ہیں۔ ان کے ثقہ ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے لیکن اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ تدلیس سے کام لیتے اور ضعیف اور سبائی بچوں سے روایات لیتے اور درمیان سے ان کا نام غائب کر دیتے۔ حتیٰ کہ امام ابن المبارک اور مغیرہ کا بیان تو یہ ہے کہ اہل کوفہ کو خراب کرنے والے یعنی تدلیس کا مرض پیدا کرنے والے دو شخص ہیں۔ ابو اسحاق سبیعی اور اعمش۔ اور ویسے بھی ماشاءاللہ وہ شیعہ تھے۔ اور اس روایت کے راوی وہی ہیں کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز میں جنت اور دوزخ تقسیم کروں گا۔ ان کا تفصیلی حال تو ہم اور کسی جگہ پیش کریں گے۔ ان کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہے۔ ہاں ہمیں یہ شبہ ضرور ہے کہ ابراہیم تیمی مدنی سے ان کی کب اور کہاں ملاقات ہوئی جو انہوں نے اعمش کو یہ افسانہ سنا ڈالا۔ ہو سکتا ہے کہ اعمش اور ابراہیم کے درمیان اسی طرح ایک راوی غائب کر دیا گیا ہو جس طرح حضرت علیؓ اور ابراہیم کے درمیان غائب کر دیا گیا۔

اگر ابراہیم سے مراد ابراہیم النخعی ہیں جو اعمش کے استاد ہیں اور کوفہ کے عالم ہیں تو وہ تو حضرت علیؓ کی شہادت کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ اور ان کی ذات اس قسم کی لغویات سے پاک ہے۔

ebooks.i360.pk

حکیم بن خزام اعمش سے اسے نقل کرنے والا حکیم بن خزام ہے۔ قواریری کا بیان ہے کہ میں اس سے ملا ہوں یہ اللہ کا ایک بہت نیک بندہ تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے بخاری کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۵۔

نیک بندہ ہونا بظاہر بہت اچھی بات ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ مدح ملیح ہے۔ کیونکہ محدثین جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں بہت نیک آدمی تھا تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادت کے باعث حفظ حدیث کی جانب اس کی توجہ نہ تھی۔ یہ نیک لوگ جو بات سنتے اس کو حدیث بنا دیتے۔ اسی لئے نیک لوگوں کی روایت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ امام یحیٰ بن سعید القطان فرماتے۔ میں نے ان نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں جھوٹ بولتے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور امام مسلم اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ لوگ عمداً تو جھوٹ نہ بولتے لیکن ان کی زبانوں پر ہر وقت جھوٹ جاری رہتا۔

اس کی اگر تصدیق کرنی ہو تو صوفیاء کی کتابوں کی روایات کا رجال اور کتب حدیث کی رو سے مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر ایک فی صد بھی صحیح روایت مل جائے تو یہ بھی ایک عجوبہ ہوگا۔ کیونکہ صوفیاء کا ایک طبقہ حدیث میں جھوٹ بولنے کو کار ثواب تصور کرتا رہا۔ حکیم بن خزام سے یہ کہانی نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ابو الاشعث العجلی ہے۔

الغرض یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ اور قاضی شریح سب پر محض تبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت علیؓ نے نبوت کے دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرما دی تھی

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز مبعوث ہوئے۔ اور منگل کے روز حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور اسے مسلم الاعور کے علاوہ کوئی

ebooks.i360.pk

روایت نہیں کرنا۔ اور مسلم الاعور محدثین کے نزدیک قوی نہیں، نیز اس مسلم نے یہ روایت حبہ کے ذریعہ حضرت علیؓ سے بھی نقل کی ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۔

محدثین کا دستور یہ ہے کہ اگر کسی راوی کی سند میں متعدد راوی ضعیف ہوں تو وہ صرف ایک راوی پر جرح کر کے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذی نے یہاں صرف مسلم پر جرح کی ورنہ اس روایت کی سند میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔

لیکن سب سے اوّل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت انسؓ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جو مدینہ کے باشندہ تھے اور وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اس طرح یہ روایت مرسل صحابی ہوئی۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب حضرت علیؓ اسلام لائے تو ان کی عمر کیا تھی۔ بعض مورخین نے پانچ اور بعض نے سات سال بیان کی ہے اور بعضوں نے اس سے کچھ زیادہ بھی۔ لیکن اس سے بھی اہم مسئلہ یہ ہے کہ جب غار حرا میں سورۃ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس کے بعد ایک سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اور سورہ علق کی ابتدائی آیات میں نماز کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ ایک سال بعد سورہ مدثر نازل ہوئی۔ پھر سورہ مزمل۔ سورہ مزمل میں رات کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ گویا نماز کی ابتدا نبوت کے ایک سال بعد ہوئی تو حضرت علیؓ نے اگلے روز نماز کیسے پڑھ لی۔ یہ سبائی طبقہ اس قسم کی بے پر کی گپیں اڑا کر لوگوں کو اسی طرح بے وقوف بناتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمتیوں کو اس طبقہ کے شر سے بچائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اس کا راوی مسلم الاعور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ بلکہ یہ اپنے دل سے روایت اور سند وضع کرتا ہے۔ امام جعفر بن غیاث کا بیان ہے کہ اس نے میرے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ حدیث کس سے سنی۔ اُس نے جواب دیا ابراہیم نخعی سے اور وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عبداللہؓ بن مسعودؓ سے۔

یہاں تک تو بات درست معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ ابراہیم علقمہ کے شاگرد ہیں اور علقمہ عبداللہ بن

ebooks.i360.pk

مسعود کے۔ لیکن جعفر بن غیاث نے فوراً سوال کیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے۔ کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

حالانکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت بھی نہیں سنی۔ انہوں نے ایک آدھ روایت حضرت ابوبکرؓ سے سنی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کو عبداللہ بن مسعودؓ کے استاد ہونے کا فخر حاصل نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے صحابہ کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

گویا یہ مسلم الاعور یا تو نمبر ایک کا احمق تھا جسے اتنی سی معمولی بات کی بھی خبر نہ تھی۔ اور اگر وہ جاہل نہ تھا تو پھر دس نمبر یہ چال باز تھا۔ اور روایات خود دل سے وضع کر کے بڑے بڑے اُس کی جانب منسوب کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ جھوٹ کسی وقت کھل بھی سکتا ہے۔

فلاسؔ کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے یحیٰؔ کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ نسائیؔ وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۳ ص۱۰۶۔

علی بن عابسؔ

مسلم الملائیؔ سے اس داستان کو نقل کرنے والا علی بن عابس ہے۔ امام ترمذیؔ نے اس کے سلسلہ میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اس کا لقب ازرق ہے۔ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔

یحیٰؔ بن معینؔ فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائیؔ، جُوزجانیؔ اور ازدیؔ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں فحش غلطیاں کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ترک کر دیئے کا مستحق ہے میزان ج ۲ ص۱۳۴

اسمٰعیل بن موسیٰ

اس کا ایک راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو خود کو سُدی کا بھانجا کہتا ہے۔ ترمذیؔ، ابوداؤدؔ اور ابن ماجہؔ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں

امام ابوحاتم رازیؔ کہتے ہیں کہ یہ بھی جھوٹا ہے کہ یہ سُدیؔ کا بھانجا ہے۔ سُدیؔ سے اس کی بہت دور کی قرابت ہے۔ نسائیؔ کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدیؔ کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

ebooks.i360.pk

عبدان کا بیان ہے کہ ہم پر یہ ستاؤ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اعتراض کیا کہ کیونکہ ہم اسماعیل سے احادیث سننے جاتے۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تم اس فاسق کے پاس جاتے ہو جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے میزان ج ا ص ۲۵۱۔

عبدالحسین موسوی نے اسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے (المراجعات)

اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے

صرف دو شخصوں کو پسند کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر رخصت کیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔ آپ نے میرا نکاح ایسے فقیر سے کیا جس کے پاس کوئی مال نہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں صرف دو شخصوں کو انتخاب کیا ہے ایک تیرے خاوند کا اور ایک تیرے باپ کا۔

ابراہیم اس کا راوی ابراہیم بن الحجاج ہے جو اسے عبدالرزاق سے روایت کر رہا ہے۔ اسے کوئی شخص نہیں جانتا اور اس کی روایت باطل ہے۔ اور یہ ابراہیم بن الحجاج نہ شامی ہے اور نہ نیلی ہے۔ بلکہ کوئی تیسرا شخص ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

عبدالسلام بن صالح اس روایت کو عبدالرزاق سے عبدالسلام بن صالح نے روایت کیا ہے جو مہلکین میں سے ایک ہے۔ امام ذہبی کے الفاظ میں یہ عبدالسلام بن صالح کون ہے۔ ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوالصلت ہے۔ ہرات کا باشندہ ہے۔ علی رضا سے روایت کرتا ہے۔ بلکہ کٹر شیعہ ہے۔ علی رضا کے نام سے اس نے ایک کتاب وضع کی ہے۔ جس میں متعدد خرافات بھری ہوئی ہیں۔

ebooks.i360.pk

ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ شخص میرے نزدیک سچا نہیں۔ ابوزرعہ نے اس کی روایت پر غصہ میں ہاتھ مارا۔ عقیلی کا بیان ہے۔ کہ رافضی تھا۔ یہ خبیث ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ متہم ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں رافضی ہے خبیث ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ ابن سیار کا بیان ہے کہ صحابہ کی مذمت میں روایات وضع کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب وضع کی۔ جس میں وضاحت کے ساتھ یہ بات لکھی گئی ہے کہ علوی کتا ہو امیہ سے بہتر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۸۶۔

ابراہیم بن الحجاج اور عبدالسلام بن صالح۔ ہر دو شخص یہ روایت عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کر رہے ہیں۔ ان کی صحیح حیثیت کیا ہے۔ اگر ہم اس پر کچھ تبصرہ کریں گے تو اہل علم حضرات ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہم خود کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ امام ذہبی نے ان کے بارے میں اچھا یا برا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ہم قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اپنی جانب سے کچھ نہیں لکھا بلکہ ابن عدی کی تلخیص پیش کی ہے۔

عبدالرزاق بن ہمام

امام ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ صنعا کے باشندہ ہیں مشہور لوگوں میں سے ایک ہیں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور بیس سال کی عمر میں طلب علم میں مشغول ہوئے۔ سات سال تک امام معمر سے حدیث حاصل کرتے رہے۔ تجارت کی غرض سے شام گئے اور حج بھی کیا۔ اور دوران سفر ابن جریج۔ عبیداللہ بن عمر، عبداللہ بن سعید ابی ہند۔ ثور بن یزید، اوزاعی اور ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ اور بہت کچھ احادیث لکھیں اور ایک کتاب جامع کبیر تصنیف کی۔

ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل۔ محمد بن یحییٰ ذہلی۔ اسحاق بن راہویہ اور رمادی جیسے حضرات نے سفر کر کے ان سے علم حاصل کیا۔

ابوزرعہ دمشقی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ کہ کیا عبدالرزاق معمر کی احادیث یاد رکھتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ان سے دریافت کیا ابن جریج کے بارے میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ابن جریج یا برسانی۔ انہوں نے جواب دیا عبدالرزاق۔ اور ہم عبدالرزاق کے پاس ۲۰۰ھ

ebooks.i360.pk

سے قبل گئے تھے۔ اس وقت تک اس کی بینائی بھی خراب نہ ہوئی تھی۔ اور جن لوگوں نے عبدالرزاق سے بینائی جاتے رہنے کے بعد روایات سنی ہیں۔ وہ قابل اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ وہ سننے میں ضعیف تھا۔

ہشام بن یوسف کا بیان ہے کہ ابن جریج ۲۱۸ھ میں جب یمن پہنچا تو عبدالرزاق اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اثرم کا بیان ہے کہ ابو عبداللہ (یعنی احمد بن حنبل) سے دریافت کیا گیا کہ یہ روایت النار جبار کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ روایت باطل ہے۔ اسے عبدالرزاق سے کس نے روایت کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اسے احمد بن شبویہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ان لوگوں نے عبدالرزاق سے جو روایات سنی تھی وہ اس کے نابینا ہونے کے بعد سنی تھیں۔ یہ روایات اس کی کتابوں میں موجود نہیں۔ ان لوگوں نے عبدالرزاق سے ایسی مسند احادیث بیان کی ہیں جو عبدالرزاق کی کتاب میں موجود نہیں۔ ہوتا یہ تھا کہ عبدالرزاق کے نابینا ہونے کے بعد لوگ اسے جو بتاتے تھے وہ اسے اپنی حدیث سمجھ کر لوگوں سے بیان کرتا۔ اور ان لوگوں نے اس طرح اس کی روایات اپنی کتابوں میں درج کر لیں۔

نسائی کا بیان ہے۔ جن لوگوں نے اس سے بعد میں روایات لکھیں ان کی روایات پر اعتراض ہے۔ ان سے متعدد منکر روایات مروی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ انہوں نے فضائل میں ایسی روایات بیان کی ہیں جن میں ان کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ اسی طرح کچھ صحابہ کی مذمت میں روایات بیان کیں۔ اور محدثین اسے تشیع کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

دار قطنی کا قول ہے کہ یہ عبدالرزاق اگرچہ ثقہ ہے لیکن یہ معمر کی احادیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے۔ کہ عبدالرزاق منکر احادیث بیان کرتا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ تمام روایات تم نے اپنے اساتذہ سے سنی ہیں۔ وہ بولا کہ اس میں بعض سنی ہیں۔ بعض استاد کے سامنے پیش کی گئیں۔ اور بعض کا ان کے سامنے تذکرہ آیا۔

ebooks.i360.pk

اور اس طرح کل سنی ہوئی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ میں نے عبدالرزاق سے اس کی کتاب کے علاوہ کوئی روایت نہیں لکھی۔ بجز ایک حدیث کے۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب سے جو روایات لکھی ہیں وہ صحیح ہیں۔

محمد بن ابی بکر المقدسی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے وہ روایات نہیں سنی جو جعفر بن سلیمان وغیرہ نے برباد کر کے اس سے بیان کی تھیں۔

ابو زرعہ عبیداللہ نے عبداللہ المسندی سے نقل کیا ہے کہ میں نے جب مکہ سے رخصت کا ارادہ کیا تو سفیان بن عیینہ سے رخصت طلب کی اور ان سے عرض کیا۔ اب میں آپ کے پاس سے عبدالرزاق کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ان لوگوں میں داخل نہ ہو کہ جن کی دوڑ دنیاوی زندگی میں برباد ہو چکی ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے دریافت کیا کہ کیا عبدالرزاق غالی شیعہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں نے اس قسم کی کوئی بات تو اس سے نہیں سنی تھی لیکن وہ ایسا شخص ضرور ہے کہ جسے لوگوں کی بیان کردہ باتیں زیادہ پسند تھیں۔

عقیلی نے بالواسطہ مخلد الشعیری سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں عبدالرزاق کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا۔ اس نے جواب میں کہا۔ ہماری مجلس کو ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ذکر سے ناپاک نہ کرو۔ یعنی ہم ایسی روایات سننا نہیں چاہتے۔

محمد بن عثمان الثقفی البصری کا بیان ہے کہ جب عباس بن عبدالعظیم العنبری صنعاء سے عبدالرزاق کے پاس ہوتے ہوئے ہمارے پاس آئے تو اس وقت ہم اور ہمارے پاس ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم سے انہوں نے فرمایا ہم ایک جماعت کے ساتھ مل کر عبدالرزاق کے پاس گئے اور اس کے پاس کافی عرصہ مقیم رہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں یقیناً عبدالرزاق کذاب ہے اور واقدی اس سے زیادہ سچا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس قسم کے معاملات میں امام مسلم نے عباس بن عبدالعظیم کی حمایت

ebooks.i360.pk

کی ہے۔ اور تمام علماء اس کی روایات کو حجت سمجھتے ہیں۔ لیکن ان متعینہ منکرات میں جو شمار ہو سکتی ہیں اسے حجت نہیں مانتے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن عبداللہ بن المبارک صنعانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زید بن المبارک عبدالرزاق کے پاس ایک عرصہ تک رہے اور اس سے کافی روایات لکھیں۔ پھر عبدالرزاق کی کتابیں پھاڑ دیں۔ اور محمد بن ثور کی خدمت میں رہنے لگے۔

ہم نے علی بن عبداللہ سے دریافت کیا اس کی کیا وجہ پیش آئی۔ انہوں نے جواب دیا ہم عبدالرزاق کے پاس بیٹھے تھے اس نے مالک بن اوس بن حدثان کی حدیث بیان کی۔ لیکن جب حضرت عمر کا یہ قول بیان کیا کہ انہوں نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تو یعنی عباس تو اپنے بھتیجے کی میراث طلب کر رہا تھا اور یہ علی اپنی بیوی کی جو اسے باپ کی جانب سے ملنی چاہیئے تھی میراث طلب کر رہا تھا عبدالرزاق نے اس پر یہ جملہ کہا کہ اس احمق کو دیکھو کہ بھتیجا اور بیوی کا باپ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا۔ زید بن المبارک کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد عبدالرزاق کے پاس نہیں گیا اور نہ میں اس سے کوئی روایت نقل کرتا ہوں۔

جعفر بن ابی عثمان الطیالسی کا بیان ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات سنی کہ میں نے عبدالرزاق سے کچھ ایسی گفتگو سنی جس سے میں اس کے شیعہ ہونے کا استدلال کر سکتا تھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے وہ سب اصحاب سنت تھے۔ مثلاً معمر، مالک، ابن جریج سفیان۔ اور اوزاعی۔ تو آخر یہ بدعت کن افراد سے سیکھی۔

اس نے جواب دیا ہمارے پاس جعفر بن سلیمان الضبعی آیا۔ میں نے اسے فاضل اور اچھی ہدایت والا پایا۔ میں نے یہ تمام باتیں اسی سے سیکھیں۔

احمد بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات اس وقت سنی کہ امام احمد یہ فرماتے تھے کہ عبیداللہ بن موسیٰ نے تشیع کے باعث اس کی حدیث رد کر دی تھی۔ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم عبدالرزاق تو عبیداللہ سے سو درجہ زیادہ غالی ہے بلکہ سو درجہ سے بھی زیادہ میں نے عبدالرزاق

ebooks.i360.pk

سے ایسی باتیں سنی ہیں جو عبداللہ سے بھی نہیں سنی۔

سلمۃ بن شبیب کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا۔ اللہ کی قسم مجھے اس امر پر ایک شرح صدر نہیں ہوا کہ میں علیؓ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دوں۔

احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا ہے کہ علیؓ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو خود پہ فضیلت دی تھی۔ اس لئے میں انہیں فضیلت دیتا ہوں۔ اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں علیؓ سے محبت رکھتا ہوں اور ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

محمد بن ابی السَّری کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے دریافت کیا تمہاری فضیلت صحابہ کے بارے میں کیا رائے ہے اس نے جواب دیا۔ سفیان، ابوبکرؓ و عمرؓ کہتے اور خاموش ہو جاتے اور مالک کہتے ابوبکرؓ و عمرؓ اور خاموش ہو جاتے۔

ابوصالح محمد بن اسماعیل الفزاری کا بیان ہے کہ ہم صنعاء میں عبدالرزاق کے پاس تھے کہ وہاں یہ اطلاع ملی کہ احمد بن حنبل اور یحیٰی بن معین نے عبدالرزاق کی حدیث ترک کر دی ہے یا یہ حضرات اسے برا تصور کرنے لگے ہیں ہم اس بات سے بہت غمزدہ ہوئے اور ہم نے دل میں سوچا کہ ہم نے اتنا مال خرچ کیا۔ اتنا طویل سفر کیا اور اتنے مصائب برداشت کئے۔ پھر ہم مکہ حج کیلئے آئے۔ وہاں ہماری ملاقات یحیٰی سے ہوئی۔ ہم نے ان سے اس معاملہ میں دریافت کیا۔

انہوں نے جواب دیا اے ابوصالح اگر عبدالرزاق اسلام سے مرتد بھی (یعنی رافضی) ہو جائے گا تب بھی ہم اس کی حدیث ترک نہیں کر سکتے۔

عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کہ اگر یہ لوگ علیؓ کو اپنا ولی بنائیں تو اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پائیں گے۔"

عبدالرزاق سے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ روایت سفیان ثوری سے سنی ہے؟۔ اس نے جواب دیا مجھ سے نعمان بن ابی شیبہ اور یحیٰی بن العلاء نے بیان کی تھی۔

ebooks.i360.pk

نعمان مجہول ہے۔ اور یحییٰ بن العلاء ہلاکت پھیلانے والا ہے۔

اسے اسرائیل نے ابو اسحاق سے۔ اسرائیل سے عبدالحمید الفراء نے نقل کیا ہے۔ نیز زید بن الحباب نے فضیل بن مرزوق کے ذریعہ ابو اسحاق سے روایت کیا ہے۔ اس طرح سے یہ روایت ابو اسحاق سے تو محفوظ ہے۔ لیکن ابو اسحاق کے استاد زید بن یثیع کے بارے میں میں کسی جرح سے واقف نہیں۔ لیکن یہ روایت منکر ہے۔

امام ابو عمرو بن الصلاح امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ جس نے عبدالرزاق سے اس کے نابینا ہونے کے بعد روایات سنی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ میں نے اس کی متعدد احادیث دبری کے ذریعہ عبدالرزاق سے نقل کی ہیں۔ جنہیں میں منکر تصور کرتا ہوں جنہیں میں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ان میں سب سے بدتر وہ روایت ہے جسے احمد بن ابی الازہر نے عبدالرزاق سے نقل کیا ہے اور عبدالرزاق نے تنہائی میں معمر عن الزہری عن عبیداللہ بن ابن عباس کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ نے علیؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا۔ تو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار رہے گا۔ جس نے اے علیؓ تجھ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھؐ سے بغض رکھا۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جو ہم نے حذف کر دی ہیں۔ عبدالرزاق کا انتقال شوال ۲۱۱ھ میں ہوا۔

انہی مذکورہ روایات میں ذہبی نے عبدالرزاق کے واسطے سے یہ روایت نقل کی جو ہم نے بطور مرغی پیش کی ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اس کا سہرا ابوالصلت الہروی کے سر باندھا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۰۹

زید بن یثیع

اس سے ترمذی کے علاوہ صحاح میں سے کسی نے روایت نہیں لی۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو اسحاق کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی۔ بعض حضرات نے اس کا نام ابان بن تغلب بن زید بن نفیع بیان کیا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے میزان ج ۲ ص ۱۰۱

ebooks.i360.pk

ابن ابی حاتم نے اس کا نام زید بن نفیع بیان کیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا ہے۔ الجرح و التعدیل ج ۳ ص ۵۷۳۔

الغرض اس روایت کے تمام راوی جو اسحاق کے علاوہ ہیں یا وہ سب باطل ہیں یا مختلف فیہ ہیں۔ اور عبدالرزاق سے نقل کرنے والے سراسر باطل اور کالعدم ہیں۔ لہذا یہ روایت باطل ہوئی۔

ایسی صورت میں اس روایت کا کیا مقام ہے۔ اس کا فیصلہ خود قارئین فرمالیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمان غنیؓ پر تبرا ہے۔ کیونکہ ہر دو ولاد صاحب مال وزر تھے۔ یعنی ابوالعاصؓ اور عثمانؓ۔ اسی لیے حضرت علیؓ کے فقر و فاقہ کو جھوٹ کے پردے میں چھپانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چونکہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے یہاں ہمیشہ تنگی اور فقر و فاقہ میں گزاری۔ اس لئے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کے خلاف تبرا بھی کیا گیا کہ اس کے پاس مال نہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اسے پردے میں چھپایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو تیرے باپ اور علیؓ کے علاوہ کوئی محبوب نہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ حقیقت لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپتی۔ اگر حضرت فاطمہؓ نکاح کے وقت انکار فرما دیتیں تو ہو سکتا ہے کہ حالات تبدیل ہو جاتے۔ اور ہماری تاریخ کے اتنے اوراق کسی اور رنگ میں رنگیں ہوتے اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت عبدالرزاق جیسے بھی سنی ہوتے۔

حضرت علیؓ سے سرگوشی

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے روز علیؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ اس پر لوگوں نے آپس میں کہا۔ کہ آج تو آپؐ نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت طویل سرگوشی کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اس سے کوئی سرگوشی نہیں کی۔ اس سے تو اللہ نے سرگوشی کی ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسے اجلح کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور

ebooks.i360.pk

محمد بن فضیل کے علاوہ جن لوگوں نے اجلح سے روایت نقل کی ہے انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس جملے کہ اس سے اللہ نے سرگوشی کی ہے" کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے مجھے علیؓ کے ساتھ سرگوشی کا حکم دیا تھا ترمذی ج ۲ ص ۲۳۷ ۔

اس روایت کا اولین راوی جو ترمذی کا استاد ہے وہ علی بن المنذر الطریقی ہے۔

علی بن المنذر

اس سے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کہتے ہیں یہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن نسائی نے اگرچہ اس سے روایت لی ہے لیکن یہ وہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ خالص شیعہ ہے۔ ۲۵۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۷۔

عبدالحسین عراقی نے اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ المراجعات ص ۱۰۹ ۔

محمد بن فضیل بن غزوان

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ ضبیّ ہے کوفی ہے۔ سچا عارف ہے لیکن اسے شیعہ کہا جاتا ہے اس سے تمام اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۳۱۵ ۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یحیٰ ابن معین اسے ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی احادیث اچھی ہوتی ہے لیکن یہ شیعہ ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ بعض محدثین اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ وہ شیعہ ہے۔ اور ابوداؤد کہتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۔

ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں اسے شیعہ علماء میں شمار کیا ہے۔ عبدالحسین موسوی نے بھی اپنی کتاب میں اس کے شیعہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ المراجعات ص ۱۱۵ ۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اسے اجلح بن عبداللہ بن حجیّہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو حجیہ ہے قبیلہ کندہ کا ایک فرد ہے۔ اس کی روایات اربعہ میں موجود ہیں لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ص ۲۵ ۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یحیٰ بن معین اور احمد بن عبداللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے اور بدترین مذہب رکھتا تھا۔

یحیٰ بن سعید القطان کہتے ہیں۔ میرے دل میں تو اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی کہتے

ebooks.i360.pk

ہیں اگرچہ سچا ہے لیکن شیعہ ہے جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ زبردست افترا پرداز ہے ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ صفحہ ۷۹۔

اس طرح اس روایت کے تینوں راوی شیعہ ہوئے۔ اور اس میں مزید خرابی یہ ہے کہ آملحی نے یہ روایت ابوالزبیر سے نقل کی ہے اور ابوالزبیر اسے عن جابر کہہ کر نقل کر رہے ہیں اور وہ مدلس ہیں۔ اور محدثین کا دعویٰ ہے کہ اگر ابوالزبیر سے لیث نقل کریں تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے۔ ورنہ ابوالزبیر کی بقیہ روایات میں تدلیس ہوتی ہے۔

اے علیؓ تو عیسیٰؑ بن مریم کی طرح ہے

حضرت علیؓ کا کہنا ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تجھ میں عیسیٰؑ کی مثال پائی جاتی ہے کہ ان سے یہود کو اتنا بغض پیدا ہوا کہ ان کی ماں پر تہمت لگا بیٹھے اور ان سے نصاریٰ نے اتنی محبت کی کہ انہیں اس منزل پر پہنچا دیا جس پر وہ نہ تھے۔

خبردار میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا کہ مجھ پر وہ باتیں منسوب کرے جو مجھ میں نہیں پائی جاتیں۔ اور وہ عداوت رکھنے والا جو میرے مزاج کو برداشت نہیں کر سکے حتیٰ کہ مجھ پر تہمت لگانا شروع کر دی۔ خبردار میں نہ تو نبی ہوں اور نہ میرے پاس وحی کی جاتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث صحیح نہیں۔

حکیم بن عبد الملک یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عبد الملک ثقہ نہیں بلکہ یہ کچھ بھی نہیں۔ ابو داؤد کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۸۶۔ حکم بن عبد الملک قوی نہیں کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۳۰۔

خالد بن مخلد امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ (پہلے حال گذر چکا)

ebooks.i360.pk

سفیان بن وکیع نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں جب اسے بات کی تلقین کی جاتی تو یہ وہی اختیار کر لیتا ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے۔ العلل المتناہیہ ج ا ص ۲۲۷۔

ان تین راویوں کے علاوہ اس روایت کے اور بھی راوی ناقابل اعتبار ہیں مثلاً حارث بن حصیرہ رجعت پر ایمان رکھتا۔ ابوصادق اور ربیعہ بن ناجد یہ سب مجہول لوگ ہیں۔ ہاں یہ روایت ایک اور سند سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اے علیؓ اس امت میں تیری مثال عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے۔ جس سے ایک قوم نے محبت کی، اور اس میں افراط سے کام لیا اور ایک قوم نے اس سے بغض رکھا تو اس میں حد سے بڑھ گئے اور ان لوگوں نے بھی مذاق اڑانا شروع کر دیا جو عیسیٰ کے پاس موجود تھے۔ اس پر کفار مکہ بولے ذرا اس پر غور کرو کہ یہ اپنے چچا کے بیٹے کو عیسیٰ سے کیسے تشبیہ دے رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کی۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ — اور جب ابن مریمؑ کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تیری قوم اس سے اعراض کرتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ جو اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ا ص ۲۲۸۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اسے مبارک بھی کہا جاتا۔ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

تیرا بھائی علیؓ بہتر بھائی ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جب مجھے سانس سے

ebooks.i360.pk

آسمان پر لیجایا گیا تو مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا اے محمدؐ آگے بڑھو۔ اللہ کی قسم اس مقام پر کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل آج تک نہیں پہنچا۔ ہاں پروردگار نے مجھ سے کچھ وعدے فرمائے۔ لیکن جب میں واپس لوٹا تو ایک منادی نے پردہ کے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ تیرا باپ ابراہیم اچھا باپ تھا۔ اور تیرا بھائی علیؓ تیرا اچھا بھائی ہے۔ اسے خیر کی وصیت کرنا۔

میں نے کہا اے جبرئیلؑ میں قریش کو بتا دوں کہ میںؐ نے اپنے رب کی زیارت کی ہے۔ جواب ملا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ قریش میری تکذیب کریں گے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان میں ابوبکرؓ بھی موجود ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک صدیق ہیں۔ اور وہ اے محمدؐ تمہاری تصدیق کریں گے اور عمرؓ سے بھی میرا سلام کہہ دینا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ مسلم بن خالد کچھ نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ا ص ۲۲۰۔

حافظ ابن حجر کا بیان ہے۔

مسلم بن خالد المخزومی ان کے مالک مکہ کے باشندے تھے۔ زنجی کے لقب سے موسوم ہیں فقیہ ہیں سچے ہیں لیکن انہیں وہم بہت ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تقریب التہذیب ص ۳۳۵۔

بخاری کا بیان ہے۔ مسلم بن خالد الزنجی۔ اس کی کنیت ابو خالد ہے۔ ہشام بن عروہ اور ابن جریج سے روایات نقل کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۰۶۔

نسائی رقم طراز ہیں۔ مسلم بن خالد الزنجی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۹۸

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

مسلم بن خالد الزنجی المکی۔ فقیہ ہیں۔ ان کی کنیت ابو خالد ہے بنو مخزوم کے غلام ہیں۔ ابن ابی ملیکہ اور عمرو بن کثیر سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان سے شافعی، حمیدی، ہشام اور دیگر مخلوق نے روایات لی ہیں۔

ebooks.i360.pk

یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ ہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا ضعیف ہیں ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ تقدیر کے منکر تھے بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی روایت حجت نہیں۔ اور ابو داؤد نے اسے ضعیف کہا ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ازرقی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ ہیں۔ عابد ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھتے۔ ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ یہ اہل مکہ کے فقیہ تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں یہ بہت سپید تھے۔ انھیں جو لقب دیا گیا وہ ضد میں دیا گیا۔ ۱۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۲۔

حضرت علیؓ سید العرب ہیں

سلمہ بن کہیل کا بیان ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا۔ اور اس وقت آپ کے پاس عائشہؓ موجود تھیں۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا اے عائشہؓ اگر تو سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ سید العرب نہیں۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں امام المسلمین اور سید المتقین ہوں تو اگر سیدِ عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کی سند منقطع ہے۔ اور **محمد بن حمید** کو ابن وارہ اور ابو زرعہ نے کذاب کہا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ لوگوں سے روایات میں تبدیلیاں کر کے نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۶۔

ebooks.i360.pk

یہ محمد بن حمید مشہور مؤرخ ہے جس نے ابن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ ہم اس کا تفصیلی نامچہ پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اس لئے اعادے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

اس موضوع پر ایک اور روایت ابن عباس سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور علیؓ عرب کے سردار ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں کہ خارجہ بن مصعب ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اسے تو حجت میں بھی پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۶۔

خارجہ بن مصعب اس کی کنیت ابوالحجاج السرخسی ہے۔ فقیہ ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد نے داری اور یحییٰ بن معین نے غیر ثقہ قرار دیا حتیٰ کہ ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ بخاری کا کہنا ہے اسے ابن المبارک اور وکیع نے چھوڑ دیا ہے۔ دار قطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں داخل ہے جن کی روایات لکھی جاتی ہیں۔

ابن عدی نے اس کی بیس کے قریب منکر اور غریب روایات نقل کیں اور اس کے بعد کہا اس سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں سے کچھ مسند ہیں اور کچھ منقطع۔ بہرصورت یہ ان لوگوں میں داخل ہے جس کی روایات لکھی جاتی ہیں۔ یہ ان میں غلطی کرتا ہے لیکن عمداً ایسا نہیں کرتا۔ اس کا ۱۶۸ھ میں انتقال ہوا۔ اور خراسان میں یہ بہت بڑا آدمی شمار ہوتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۵۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ خارجہ بن مصعب۔ اس کی کنیت ابوالحجاج ہے۔ متروک ہے اور کذاب لوگوں سے تدلیس کرتا۔ یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۸۶۔

ebooks.i360.pk

دار قطنی لکھتے ہیں خارجۃ بن مصعب سرخسی ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص۸۵
بخاری رقم طراز ہیں خارجۃ بن مصعب اس کی کنیت ابو الحجاج ہے خراسانی ہے ضبعی ہے۔ زید بن
اسلم سے روایات نقل کرتا ہے۔ وکیع نے اس کی روایت ترک کی۔ یہ خارجہ غیاث بن ابراہیم سے تدلیس
کرتا ہے۔ اور غیاث کی حدیث ردی ہوتی ہے۔ اور اس خارجہ کے علاوہ غیاث سے کوئی صحیح طور پر نقل
نہیں کرتا۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۳۱۔
نسائی لکھتے ہیں۔ خارجۃ بن مصعب خراسانی ہے متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء
والمتروکین للنسائی ص۳۷۔

میری اولاد علیؑ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس
کی پشت میں رکھی ہے لیکن میری اولاد علی کی پشت میں رکھدی۔
ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

یحیی بن العلاء کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کی
مرویات موضوع ہوتی ہیں العلل المتناہیہ ج ا ص۲۱۵۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یحیٰی بن العلاء بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ رے کا باشندہ ہے
یہ زہری اور زید بن اسلم سے روایات لیتا۔ اس سے عبد الرزاق اور جبارۃ بن المغلس روایات
نقل کرتے ہیں۔ اس کی مرویات ابو داؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں یہ بہت فصیح تھا در
بولنے میں خوب ماہر تھا اس کا شمار عاقلوں میں ہوتا تھا۔
ابو حاتم لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے دار قطنی
کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے یہ کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ebooks.i360.pk

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ شخص قابل بھروسہ نہیں۔ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ میں نے وکیع سے اس یحییٰ بن العلاء کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کیا تو اس کی فصاحت نہیں دیکھتا۔ میں نے سوال کیا پھر آپ اس کی روایات کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اتنی سی بات کافی ہے کہ وہ کھانے کے وقت چپل اتارنے کے بارے میں بیس احادیث بیان کرتا ہے۔

اس نے ایک تو حدیث بالا بیان کی۔ اور ایک یہ روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے علیؓ کے کے بارے میں مجھے تین باتوں کی رُخ کی ہے۔ اول وہ سید المسلمین ہیں، دوسرے امام المتقین ہیں اور تیسرے ان لوگوں کے قائد ہیں جن کے اعضاء وضو سپید ہوں گے۔ میزان ج ۴ ص ۳۹۷۔

امام بخاری کہتے ہیں۔ اس نواتی کے بارے میں وکیع نے کلام کیا ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۲۱۔

نسائی لکھتے ہیں یحییٰ بن العلاء الرازی متروک الحدیث ہے۔ اس سے عبدالرزاق روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۰۹۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے یحییٰ بن العلاء الرازی البجلی متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص ۱۰۲۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ یحییٰ بن العلاء البجلی۔ اس کی کنیت ابو سلمہ یا ابو عمرو ہے۔ اس سے ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے تقریب التہذیب ص ۳۷۸۔

قرآن نے ہمیں اس امر کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو باپوں کے نام سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ بات ہے۔

میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں

یعلی بن مرۃ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور علیؓ کو چھوڑ دیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور مجھے

ebooks.i360.pk

چھوڑ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں کس لئے چھوڑا ہے تجھے معلوم ہے؟ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ اگر تجھ سے اس سلسلہ میں (چچازاد بھائی ہونے میں) کوئی جھگڑے۔ تو تم کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ تیرے بعد جو اس کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے۔

یعنی اگر کوئی اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ یا بھائی ہونے کا دعویٰ کرے تو عرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا تھے اور ان سب کے اولاد تھی۔ اور ان میں سے بہت سے حضرت علیؓ کی وفات کے وقت تک حیات تھے حتی کہ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ چچازاد بھائی عبداللہؓ بن عباس وغیرہ حیات تھے۔ گویا کہ یہ سب عیاذاً باللہ جھوٹے لوگ تھے۔ حالانکہ دراصل جھوٹے لوگ تو یہ روایت گھڑنے والے ہیں۔

ابن جوزیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی۔

عمر بن عبداللہ بن یعلی ہے۔ امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں عمر کوئی شئے نہیں۔ دار قطنی کا بیان ہے متروک ہے۔ السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج ۱ ص ۳۲۱۔

بخاری لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ اس سے مسعودی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتا ہے۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۸۰۔

نسائی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۸۲

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ۔ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ۔ کبھی یہ اپنے دادا کی جانب منسوب ہوتا ہے۔ ضعیف ہے۔ اس سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۲۵۵۔

دار قطنی لکھتے ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ ثقفی اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں ــــــــــــــــــــــــ اس کے باپ کو کوئی نہیں جانتا مگر اس کے بنانے سے اس کا علم ہوا۔ اس نے زیاد بن علاقہ کے ذریعہ

ebooks.i360.pk

منہال بن عمرو سے بھی روایت لی ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی صفحہ ۱۲۸۔ ذہبی نے میزان میں رقم طراز ہیں۔

عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ الثقفی۔ کوفہ کا باشندہ ہے اپنے باپ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی مرویات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد، یحییٰ اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس کے سلسلہ میں کلام ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ زائدہ کہتے ہیں میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۲۱۱۔

حضرت علیؓ ہر مسلم کے مولیٰ ہیں

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جس شخص نے اٹھارہ ذی الحجہ کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھے گا۔ اور یہ غدیر خم کا دن ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا میں مومنین کا مولیٰ نہیں ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور جس نے ستائیس رجب کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے۔ اور یہ پہلا روزہ ہے کہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے کر نازل ہوئے۔

ہم پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ عربی زبان میں لفظ مولیٰ دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اول اللہ کے معنی میں اور قرآن کی متعدد آیات ہم نے پیش کیں۔ یا دوسرے غلام یا آزاد شدہ غلام کے معنی ہیں۔

۱۔ پہلے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علیؓ کے لئے اس کا استعمال صریح کفر

ebooks.i360.pk

ہے۔ اور دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی توہین ہے جو ممنوع ہے۔

۲۔ اٹھارہ ذی الحجہ کو حضرت عثمان شہید ہوئے۔ شیعہ ان کی شہادت کی خوشی منانے کے لئے خم غدیر کا نام لیتے ہیں اور حضرت عثمان اکیس تاریخ کو دفن کئے گئے۔ ان تین روز تک شیعہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتے حتیٰ کہ رات کو اندھیرے میں ماں بہنیں سب حلال ہو جاتی ہیں۔

۳۔ یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم صبح کے وقت عرفہ کے میدان میں ۹ ذی الحجہ کو نازل ہوئی نہ کہ ۱۸ ذی الحجہ کو۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ماہ رمضان میں ملی جیسا کہ قرآن اس پر شاہد ہے۔ شیعوں نے ستائیس رجب مشہور کی۔ حتیٰ کہ ہمارے سنی بھائی بھی اس رات خوشیاں منانے لگے۔

۵۔ اس روایت میں ابن حوشبؒ بن موسیٰ اور ابو ہریرہؓ کے درمیان متعدد ضعیف راوی ہیں۔ جس کے باعث اس حدیث کو حجت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

محدثین نے ان راویوں پر جو کلام کیا ہے اس پر تفصیلی بحث کرنے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے۔

شہر بن حوشب قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۶۔

مطر بن طہمان الوراق قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین النسائی ص ۹۸۔

یہ ہم نے صرف دو اشارے کئے ہیں۔ ورنہ اس روایت میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔

پھر سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ روزوں کی فضیلت حضرت ابو ہریرہؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے اور حضور کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو ابو ہریرہؓ کو ان فضیلتوں کا کیسے علم ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو بطور حجت پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ اور حوشبؒ اور ابو ہریرہؓ کے درمیان متعدد راوی ضعیف ہیں۔ اور آیت بلاشک و شبہ عرفہ کے روز نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۲۶۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ یہ روایت کئی وجوہات سے منکر ہے۔ جس میں سے ایک وجہ آیت

ebooks.i360.pk

الیوم اکملت لکم دینکم کا نزول ہے جو عرفہ کے دن نو ذی الحجہ کو نازل ہوئی۔ اس کے مثل ایک روایت ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے لیکن ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں۔

یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عمر سے مروی ہے۔

متعدد صحابہ کی جانب یہ روایت منسوب کی گئی ہے من کنت مولاہ۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ ان کے مولیٰ ہیں ان سب کی سندات ضعیف ہیں البدایۃ والنہایۃ ص ۳۵۔

یہ امر ذہن میں رہے کہ ۱۸ تا ۲۲ ذی الحجہ شیعہ طبقہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتا ہے۔ یعنی عثمانؓ کی شہادت کی خوشی میں۔

اللہ تعالیٰ نے علیؓ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام ہمارے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت تم پر فخر کیا ہے۔ کہ تم لوگوں کی عام طور پر مغفرت فرمائی اور علیؓ کی خاص طور پر مغفرت کی ہے۔ میں اللہ کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ اپنی قوم سے ڈرتا ہوں اور نہ اپنے قرابت داروں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ جبرئیلؑ ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں نیک بخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد محبت کرتا ہو۔ اور بدبخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بغض رکھتا ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح نہیں۔ اور **عباد الکلبی** کوئی شئے نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۲۴۰۔

حضرت علیؓ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔

ebooks.i360.pk

اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ کے چپل ٹوٹ گئے تھے۔ آپ نے وہ چپل علی کے پاس پھینک دئیے اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر جنگ کی ہے۔ ابوبکرؓ بولے یارسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ حضرت عمرؓ بولے کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص یہ جوتے والا ہے۔

اسمٰعیل بن رجاء دارقطنی کا بیان ہے کہ اسمٰعیل بن رجا ضعیف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ثقہ راویوں سے ایسی باتیں نقل کرتا ہے جو انہوں نے نہیں کہی ہوتیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۴۲۔

مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ ہیں

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ بن ابی طالب کی محبت ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اور ابن جوزی مجہول راویوں سے روایت نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۴۵۔

خطیب لکھتے ہیں کہ یہ شخص مجہول ہے اور اس کی روایت میں غریب اور منکرات کافی پائی جاتی ہیں۔ حاشیہ العلل المتناہیہ۔

اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہو گا جس کا نام میرے نام پر ہو گا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تیرا ایک لڑکا ہوگا

ebooks.i360.pk

جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اور جس کی کنیت بھی میری کنیت پر ہوگی۔ (یعنی محمد بن حنفیہ)

حسن بن بشر ۔ بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا پیدا وار ہے۔ اس سے بخاری، نسائی اور ترمذی نے روایات لی ہیں۔ اس کی کنیت ابو علی الکوفی ہے۔ یہ اسباط بن نصر اور زہیر بن معاویہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے بخاری، ابراہیم حربی اور متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو حاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں منکر الحدیث۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد بن حنبل کو اس میں تردد ہے۔ ۲۵۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۴۸۱۔

نسائی کا بیان ہے کہ حسن بن بشر بن سلم قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۴۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؓ کے بارے میں پانچ امور کا سوال کیا تھا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ میں نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا تھا تو اللہ نے مجھے چار چیزیں عنایت کیں اور ایک چیز سے منع کر دیا۔

اس نے مجھے تیرے بارے میں جو چیزیں عطا کیں اس میں سے اول یہ ہے کہ تو سب سے پہلا وہ شخص ہے جس کی قیامت کے دن قبر پھٹے گی اور تو میرے ساتھ ہوگا۔ تیرے ساتھ لواء الحمد ہوگا اور تو اسے اٹھائے گا۔ اور مجھے یہ بھی عطا کیا کہ تو میرے بعد ولی المؤمنین ہوگا۔

گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام بھی حضرت علیؓ کے بعد قبر سے برآمد ہونگے۔ اسی باعث حضرت علیؓ لواء الحمد اپنے ہاتھ میں سنبھال لیں گے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نعمت سے محروم ہوں گے۔ جیساکہ مذہب شیعہ میں یہ سب حقوق حضرت علی کے لئے مخصوص ہیں

ابن جوزی کا بیان ہے۔ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اور ہم نے پہلے

ebooks.i360.pk

ابن حبان کا قول نقل کیا ہے کہ۔۔۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا تھا العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ صفحہ ۲۲۴۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اسے مبارک بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۱۵

اے علیؓ تیری منزل میری منزل کے سامنے ہو گی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے تشریف لائے۔ آپ کے صحابہ جمع تھے آپ نے ان سے فرمایا اے اصحاب محمد اللہ نے مجھے اس جگہ پر تمہاری منزلیں دکھا دی ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا۔ اے علیؓ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جنت میں تیری منزل میری منزل کے سامنے ہو گی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں میری منزل تیری منزل کے بالمقابل ہو گی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ

عمار بن سیف الضبی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں دارقطنی کا بیان ہے یہ متروک ہے

محاربی اس کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی ۔۔۔ شیے

ebooks.i360.pk

الواحیہ ج ۲ ص ۲۵۱۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عمار بن سیف بنو ضبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔

احمد عجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو زرعہ اور ابو حاتم کا بیان ہے ضعیف ہے۔ عثمان بن یحییٰ بن معین نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے ثقہ ہے لیکن احمد بن زہیر نے یحییٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابو داؤد کا بیان ہے یہ مہمل انسان تھا۔ صرف عجلی کا یہ بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ثابت ہے عبادت گزار ہے۔ سنت کا پابند ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۵۔

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔

اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے کوفہ کا باشندہ ہے حدیث میں کمزور ہے۔ عبادت گزار ہے۔ نویں طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب ص ۲۵۰۔

محاربی کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے مدلس تھا۔ تقریب التہذیب ص ۲۰۹۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عبدالرحمان بن محمد المحاربی سے تمام اصحاب صحاح نے روایات لی ہیں ذہبی کہتے ہیں ثقہ ہیں حدیث کے ماہر ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر روایات نقل کرتے ہیں ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ سچے ہیں لیکن مجہول راویوں سے منکر احادیث نقل کرتے ہیں۔ اسی کے باعث ان کی حدیث خراب ہو گئی۔ وکیع کہتے ہیں یہ طویل روایتوں کے کتنے بڑے حافظ ہیں۔

ابو نعیم کا بیان ہے کہ ہم سفیان کے پاس ہوتے۔ سفیان جب ایسی حدیث سے گزرتے جس کا تعلق احادیث زہد سے ہوتا تو کہتے یہ روایت تم لے لو۔ اس کا تعلق تم سے ہے۔ عبدالرحمان بن احمد کا بیان ہے انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ محاربی تدلیس کرتا اور ہم یہ نہیں جانتے

ebooks.i360.pk

کہ اس نے معمر سے کوئی روایت سنی ہے۔ ان کا انتقال ۲۱۹ھ کے بعد ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۹
اس کی روایت سے بچنا ضروری ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۱۔

اس روایت کا ایک راوی علی بن الحسن الخروجردیکا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۲۲۔

سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرش کی داہنی طرف حضور اور بائیں طرف حضرت ابراہیمؑ اور درمیان میں ہمیں خبر نہیں کہ عرش معلی پہ اللہ تعالیٰ ہوگا یا حضرت علیؓ ہوں گے۔

ہم بے خبر اس لئے ہیں کہ پہلی روایت کی رو سے دونوں کے محل جنت میں ہوں گے اور حضرت علیؓ درمیان میں اور اس روایت کی رو سے یہ تمام قصہ عرش کے ساتھ پیش آئے گا۔ اور چونکہ درمیان میں اللہ تعالیٰ کا عرش ہوگا۔ اس لیے وہاں حضرت علیؑ کو بٹھایا گیا۔ کہتے ہیں جب حضور معراج کو گئے تو عرش پر سے ایک ہاتھ نکلا جو حضرت علیؓ کا ہاتھ تھا۔

علیؓ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ جنت میں ایسے چمکتے ہوں گے جیسا کہ اہل دنیا کے لیے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح طور پر ثابت نہیں۔ اور فاطمی متہم ہے اور ابراہیم بن ابی یحییٰ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۲

اس روایت کے ایک راوی حماد بن سلمہ ہیں اگرچہ ان کے ثقہ اور محدث ہونے پر سب کا اعتماد ہے۔ لیکن یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ان سے بے پناہ غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور اسی باعث بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

ebooks.i360.pk

اگر اس روایت کا سابقہ روایات کے پیش نظر مطالعہ کیا جائے تو ہمارے قارئین کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام روایات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور دروغ گوئی کا ایک مقابلہ ہو رہا ہے کہ کون زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔ آپ حضرات بھی ان جھوٹوں کا مطالعہ کریں اور اس جھوٹ پر ان حضرات کو نمبر عنایت کریں۔

علیؓ تمہیں صراط مستقیم پر چلائے گا

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اگر ابوبکرؓ کو والی بناؤ گے تو انہیں دنیا میں زاہد، اور آخرت پر راغب پاؤ گے۔ اگرچہ ان کے جسم میں کمزوری پائی جاتی ہے اور اگر تم عمرؓ کو ولایت سپرد کرو گے تو انہیں قوی پاؤ گے امین پاؤ گے۔ اللہ کے معاملے میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔ اور اگر تم علیؓ کو ولی بناؤ گے تو انہیں ہدایت کرنے والا ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت زید بن یثیع نے نقل کی ہے اور ان سے ابو اسحاق نے در اصل یہ روایت سفیان نے ابو اسحاق سے نقل کی ہے اور وہ زید بن یثیع سے نقل کرتا ہے۔ اور زید بن یثیع کبھی حذیفہؓ کا نام لیتا ہے۔ کبھی سلمانؓ کا اور کبھی علیؓ کا گویا اس زید کو خود یہ خبر نہیں کہ یہ روایت کس سے مروی ہے۔

ایک روایت میں یہ زید بن یثیع حضرت علیؓ سے ناقل ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین پاؤ گے۔ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ تو اسے قوی امین پاؤ گے اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کرے گا اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے لیکن میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی پاؤ گے مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

ebooks.i360.pk

اس زید بن یثیع نے حضرت سلمانؓ فارسی سے یہ آخری الفاظ نقل کئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر وقت فرمایا کہ اگر تم ابوبکرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو اسے اللہ کے کام میں قوی اور اپنی ذات کے معاملات میں کمزور پاؤ گے۔ اور اگر تم عمرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں اللہ کے کام میں بھی قوی پاؤ گے اور اپنی ذات کے معاملہ میں بھی۔ اور اگر تم علیؓ کو خلیفہ بناؤ گے اور تم ہرگز بھی ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

اس روایت کے الفاظ پر غور کیجئے تو ان میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اور ہر روایت میں حضرت عثمانؓ کا نام ضرور حذف کیا گیا ہے کیونکہ ان کا نام سامنے آنے سے دوسرا داماد سامنے آتا ہے اور وہ ڈبل داماد تھے اور ان کا تعلق بنو امیہ سے ہے۔ لہٰذا اس کا حل یہی ہے کہ ان کے نام کو حذف کر دیا جائے۔

ہمارے قارئین پہلے تو یہ ذہن میں رکھیں کہ زید بن یثیع سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور نہ انھیں کوئی جانتا ہے۔ جہاں تک ابو اسحاق کا تعلق ہے انھیں اگرچہ ثقہ مانا جاتا ہے لیکن یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ مدلس ہیں۔ اور مدلس کی وہ حدیث قابل قبول نہیں جو عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت بھی عن کے ذریعہ مروی ہے۔

علیؓ مقتول ہو کر مریں گے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ وہاں ابوبکرؓ و عمرؓ پہلے سے بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بھی ایک جگہ بیٹھ گئے اور علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنے لگے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ علیہما السلام نے حضور کی جانب دیکھ کر فرمایا اے اللہ کے نبی ہم آپ کو رنجیدہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اس وقت ہرگز نہ مرے گا اور تیری موت قتل

ebooks.i360.pk

کی حالت میں ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی

ناصح ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اسمٰعیل بن ابان

امام احمد فرماتے ہیں اس نے بہت سی موضوع روایات بیان کیں اس لئے ہم نے اس سے روایات لینا چھوڑ دیا۔ یحییٰ بن معین اور ابوحاتم الرازی کا بیان ہے کہ یہ اسمٰعیل کذاب ہے۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات بیان کرتا۔ موضوعات ج ا ۲۰۲

ذہبی لکھتے ہیں کہ ناصح کے باپ کا نام عبداللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ جولاہا تھا۔ یہ سماک بن حرب اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اسمٰعیل بن عمرو البجلی روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔

نسائی وغیرہ کا بیان ہے ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ حسن بن صالح نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا یہ نیک آدمی ہے اچھا آدمی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی تین منکر روایات پیش کیں۔ جن میں سے دو روایات ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۲۴۰۔

اس کا دوسرا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یہ درزی تھا۔ اسے یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ ہم نے پہلے اس کے ذریعہ ہشام بن عروہ کی روایات لکھی تھیں پھر اس نے فطر وغیرہ سے موضوع روایات نقل کیں۔ لہٰذا ہم نے اس کی روایات چھوڑ دی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے اس نے سفیان کے نام ایسی روایات منسوب کیں جو سفیان نے بیان نہ کی تھیں۔ مسلم اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اور نسائی نے ایک بار کہا ثقہ نہیں

ebooks.i360.pk

ہے ۔ میزان ج ۱ صت ۲۱۱ ۔

بخاری لکھتے ہیں کہ ناصح بن عبداللہ ۔ یہ سماک وغیرہ سے روایت کرتا ہے ۔ اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے ۔ منکر الحدیث ہے ۔ کتاب الضعفاء الصغیر صت ۱۱۶ ۔

نسائی لکھتے ہیں ۔ ناصح بن عبداللہ ۔ کوفہ کا باشندہ ہے ۔ ضعیف ہے ۔ الضعفاء الصغیر صت ۱۰

ناصح بن عبداللہ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے ۔ متروک ہے ۔ کتاب الضعفاء والمترکین صت ۱۶۷ للنسائی

اسمٰعیل بن ابان الغنوی ۔ کوفہ کا باشندہ ہے ۔ اس کی کنیت ابو اسحاق ہے ۔ حکم ، عطیہ اور فضیل بن عمرو الخیاط کے ذریعہ ہشام بن عروہ سے نقل کرتا ہے ۔ کتاب الضعفاء والمترکین للدارقطنی صت ۵ ۔

اسمٰعیل بن ابان ہشام بن عروہ سے روایات لیتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے ۔ متروک الحدیث کتاب الضعفاء والمترکین للنسائی صت ۱۶ ۔

اس طرح دونوں راوی ناقابل اعتبار ہیں ۔

علیؓ تو حضور کا نفس ہیں

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد سب سے بہتر کون ہے آپؐ نے جواب دیا ابوبکرؓ ۔ میں نے عرض کیا ابوبکرؓ کے بعد کون بہتر ہے ۔ آپ نے فرمایا عمرؓ ۔ فاطمہؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے علیؓ کے بارے میں کچھ نہیں کہا ۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہؓ علیؓ میرا نفس ہیں اور کوئی شخص اپنے نفس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے ۔

اس روایت کا راوی

ebooks.i360.pk

خالد بن اسمٰعیل ثقہ راویوں کے نام سے روایات وضع کرتا۔ ابوالفتح الازدی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔

محمد بن المہدی۔ دارقطنی کہتے ہیں محمد بن المہدی کذاب ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۱۰۲

خالد بن اسمٰعیل یہ مدینہ کا باشندہ ہے۔ بنی مخزوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالولید ہے۔ ہشام بن عروہ، ابن جریج اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا۔ دارقطنی کا بیان ہے متروک ہے اور ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ میزان ج ا ص ۶۲۷۔

شیعہ مذہب کی رو سے حضرت علیؓ کو امام ہونے کی حیثیت سے وہی مقام حاصل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے بلکہ بعض صورتوں میں حضرت علیؓ کا مقام حضورؐ سے بڑھ کر ہے۔

سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے تمام ارواح جسموں سے دو ہزار قبل پیدا فرمائی تھیں۔ پھر وہ عرش کے نیچے گھومنے لگیں، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں میری اطاعت کا حکم دیا۔ تو سب سے قبل جس روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی۔

یہ روایت موضوع ہے۔

عبداللہ بن ایوب ازدی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ایوب اور اس کا باپ دونوں کذاب ہیں جن سے روایت نقل کرنا حلال نہیں۔ موضوعات ج ا ص ۱۰۲۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

ebooks.i360.pk

عبداللہ بن ایوب بن ابی علاج، الموصلی، سفیان بن عیینہ اور امام مالک سے روایات نقل کرتا ہے، بہت بڑے نیک لوگوں میں سے تھا، یعنی پہنچا ہوا بزرگ تھا۔ لیکن مشہور کذاب تھا، وضع حدیث میں مشہور تھا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بہت عبادت گزار تھا۔ وہ انگشتانہ کرتا، اور اس میں نگینے پروتا، اور جو کچھ اس کی روزی سے فاضل ہوتا وہ صدقہ کر دیتا۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد موضوع اور منکر روایات پیش کیں جو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔ اور یہ باطل روایات ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ جیبُزی نے علی بن حرب کی والدہ کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ اس عبداللہ بن ایوب سے توبہ کرائی اور راستے ادب سکھاؤ۔ (یعنی پارسا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بکواس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جائے جو ہمیشہ صوفیا کرتے رہے ہیں)

ایوب بن ابی علاج اس عبداللہ بن ایوب کے والد ایوب بن ابی علاج ہیں۔ یہ ابو جعفر محمد بن علی سے، (یعنی جنہیں امام باقر کہا جاتا ہے) روایات نقل کرتا ہے، یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے۔ ساقط الاعتبار ہے اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن ایوب اس سے بھی زیادہ واہی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۹۲۔

رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے جن میں کچھ رکوع میں تھے اور کچھ قیام میں اور ایک سائل سوال کر رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مگر اس رکوع کرنے والے نے اور اس نے علیؓ کی جانب اشارہ کیا کہ

ebooks.i360.pk

انہوں نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے۔

عیسیٰ بن عبداللہ یہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔

ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

یہ روایت ابن مردویہ، ابن جریر اور عبدالرزاق بن ہمام نے بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک سند حسب ذیل ہے۔ عبدالرزاق۔ عبدالوہاب بن مجاہد، مجاہد بن جبیر۔ ابن عباس۔

لیکن ذہبی عبدالوہاب بن مجاہد کے حالات میں رقم طراز ہیں۔ کہ ابن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ اس عبدالوہاب کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری نے وکیع سے نقل کیا ہے کہ اس عبدالوہاب نے اپنے والد سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا میزان ج ۲ ص ۶۸۲

عبدالرزاق آخر عمر میں رافضی ہوگیا تھا اور ۲۱۰ھ میں نابینا بھی ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کی روایات قابل قبول نہیں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت کسی سند سے بھی صحیح نہیں۔ اور نہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ اور ان لوگوں نے جو یہ بات پھیلا رکھی ہے کہ یہ آیت

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	تو تو بس نبی ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہدایت ہے۔ (ہدایت گذار)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۔	اور لوگوں کو محبت کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اور اسی طرح یہ آیت

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ	کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی عمارت

ebooks.i360.pk

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

تعمیر کرنا کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔

اسی طرح کچھ اور آیات حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں اور اسی طرح ابن عباسؓ کا یہ قول کہ علیؓ کے بارے میں جتنا قرآن نازل ہوا ہے اتنا کسی کے بارے میں نازل نہیں ہوا نیز یہ روایت کہ علیؓ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے نرے اور سنو۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵۸۔

حضرت علیؓ کو مولینا کا خطاب

امام احمدؒ نے رباح بن الحرث سے نقل کیا ہے کہ رجبہ میں حضرت علیؓ کے پاس ایک جماعت آئی اور کہنے لگی۔ السلام علیک یا مولینا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں تمہارا مولا کیسے بن سکتا ہوں حالانکہ تم تو عرب قوم ہو۔

انہوں نے عرض کیا ہم نے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولا ہیں۔

رباح بن الحرث کا بیان ہے جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا اور لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون لوگ تھے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کی ایک جماعت تھی۔ جس میں ابوایوبؓ انصاری بھی تھے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۳۴۸۔

حافظ ابن کثیرؒ نے مسند احمد کے حوالہ سے البدایہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ رباح بن الحرث کا بیان ہے کہ ہم رجبہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک شخص آیا جس پر سفر کے نشانات تھے اور اس نے آکر کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَوْلَایَ۔ لوگوں نے پوچھا یہ مولا کون ہے ابوایوبؓ نے

ebooks.i360.pk

جواب دیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں
البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۴۶۳۔

یعنی اس بے چارے رباح بن الحرث کو یہ بھی معلوم نہیں آنے والے کتنے حضرات تھے۔
کبھی ایک جماعت کی حاضری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اکیلے ابوایوبؓ کی آمد کا اور وہ بھی غالباً حضرت
علیؓ کی مولایت کے اظہار کے لئے تشریف لائے تھے اور یہ بات کہتے ہی فوراً واپس چلے گئے۔

سب سے اہم اس روایت میں نکتہ یہ ہے کہ بقول راوی حضرت علیؓ صرف اس کے مولیٰ بن
سکتے ہیں جو عرب نہ ہو۔ اور جس کا تعلق عربوں سے ہو وہ اس کے مولیٰ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہندوپاکستان
میں جتنے علوی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری اور اہل عرب کی نسل سے پائے جاتے ہیں حضرت
علیؓ ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے اور جن کا تعلق کوفہ اور ایران سے ہو بے شک حضرت علیؓ انکے مولیٰ بن
سکتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان غلاموں کے مالک رہے
ہوں۔ اور جن کے وہ مالک نہیں رہے ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے۔ کم از کم ہم تو اس روایت کا مطلب یہی
سمجھتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے راویوں میں سے ایک راوی

حنش نامی ہیں۔ انہیں حنش بن المعتمر بھی کہا جاتا ہے۔ ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے ان
سے روایات لی ہیں۔ یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ سے روایات
نقل کرتا ہے۔ اس سے حکم، سماک، اسمٰعیل بن ابی خالد اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔
اسے ابوداؤد نے ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ نیک آدمی ہے لیکن محدثین اس کی
حدیث کو حجت نہیں سمجھتے نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث
میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے ایسی نرالی
باتیں نقل کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں بخاری نے اس کا کتاب الضعفاء
میں تذکرہ کیا ہے۔

ebooks.i360.pk

اس نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی جانب سے دو مینڈھے ذبح کروں۔ اور میں اس کام کا کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۹
بخاری لکھتے ہیں۔ حنش بن المعتمر الصنعانی۔ اس کی کنیت ابو المعتمر ہے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے۔ اس سے سماک اور حکم بن قتیبہ کوفی روایت کرتے ہیں۔ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۳۸۔
نسائی کا بیان ہے کہ حنش بن المعتمر اس سے سماک نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں ص ۳۶۔

حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ

طبری نے اپنی سند سے ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ اس کا راوی طارق بن شہاب ہے
واقعہ بیان کرنے سے قبل ہم یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مورخ طبری نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے حضرت حسینؓ کے واقعہ تک جو بھی قصے نقل کئے ہیں ان میں بیشتر واقعات میں یہ نظر آئے گا کہ فلاں واقعہ فلاں داستان مجھے فلاں نے لکھ کر روانہ کی گویا طبری نے صرف اتنا کام کیا ہے کہ وہ داستانیں قارئین کے سامنے پیش کر دیں۔

گویا جن راویوں سے انہوں نے یہ روایات نقل کی ہیں ان میں سے بیشتر حضرت سے انہوں نے ملاقات بھی نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے اپنے گھر کو دفتر اطلاعات بنا رکھا تھا کہ جس نے جو چاہا لکھ کر بھیج دیا۔ اور جناب طبری نے آنکھیں بند کر کے اسے نقل کر دیا اور خاص طور پر سری بن اسمٰعیل کی جتنی روایات ہیں وہ سب سری کے مراسلات ہیں جو اس نے طبری کو قبر ہی سے لکھ کر روانہ کئے ہیں۔ کیونکہ یہ سری بن اسمٰعیل عامر شعبی کا چچازاد بھائی ہے اور شعبی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں پیدا ہوئے لازماً ان کا یہ چچازاد بھائی اگر ان سے بیس سال بھی چھوٹا ہوا تب بھی یہ ۱۵۰ھ سے قبل مر گیا ہو گا۔ اور تحریرات لکھ کر بھیج رہا ہے طبری کو جو ۲۲۴ھ میں پیدا ہوا۔ لیکن پھر بھی طبری

ebooks.i360.pk

نے ان تمام روایات کو عوام الناس کے سامنے چھان پھٹک کر پیش کیا ہے۔ ہم ان چھانی ہوئی داستانوں میں سے ایک داستان . . . صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ یہ داستان سری بن اسمٰعیل نے اپنی وفات کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد طبری کو بکوفہ سے طبرستان روایت کی تھی۔ طبری نے وہ داستان کتاب میں تحریر کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

اس داستان کے آخری راوی طارق بن شہاب ہیں جن کے بارے میں ابوداؤد کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ گویا یہ صحابی رسول ہیں۔ ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔

حضرت طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ ہم لوگ کوفے سے عمرے کے خیال سے چلے۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے تھے۔ ہم کوفہ سے چل کر ربذہ پہنچے۔ عین صبح کا وقت تھا۔ دیکھا لوگ چلا چلا کر ایک دوسرے کو بلا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون صاحب ہیں۔

لشکری۔ یہ امیر المؤمنین ہیں۔

طارق۔ آخر امیر المؤمنین کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

لشکری۔ طلحہ و زبیر نے بغاوت کی ہے۔ امیر المؤمنین ان دونوں کے پاس اس لئے جا رہے ہیں تاکہ انھیں واپس لوٹا لائیں لیکن ربذہ میں حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے ان دونوں کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھی۔ اور یہ سوچنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں علیؓ کے ساتھ مل کر طلحہ و زبیر اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کروں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر علیؓ کے مقابلہ پر کھڑا ہوں۔

میں حضرت علیؓ سے ملنے کے لئے اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

ebooks.i360.pk

حضرت علیؓ نے جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کے صاحبزادے جناب حسنؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

"میں نے آپ سے ایک بات کہی تھی لیکن آپ نے میری بات نہ مانی۔ نتیجۃً آپ بھی کل بے بس بنا کر قتل کر دیئے جائیں گے اور آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(یہ ترجمہ آزاد ہے۔ ورنہ اصل میں عبارت کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا وغیرہ وغیرہ)

حضرت علیؓ: تو تو ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتا رہتا ہے۔ آخر وہ کیا بات تھی جو تو نے مجھ سے کہی تھی اور میں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔

حضرت حسنؓ: جب حضرت عثمانؓ محصور ہوئے تھے تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل ہونا آپ کے لئے بہتر نہیں۔ جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو میں نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ ہرگز اس وقت تک خلافت قبول نہ کیجئے۔ جب تک تمام شہروں سے آپ کی خلافت کے لئے وفد نہ آجائیں۔ اور تمام اہل شہر آپ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب نہ کر لیں، پھر جب طلحہؓ و زبیرؓ نے آپ کی مخالفت کی تھی تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اب آپ اپنے گھر بیٹھ جائیں۔ اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ خود فیصلہ کر لیں میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ فساد کی بنیاد آپ کے ہاتھوں نہ ہو۔ اس کی بنیاد کوئی اور ہی رکھے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ نے ان تمام امور میں میری مخالفت کی۔

حضرت علیؓ: اے میرے بیٹے حضرت عثمانؓ محصور تھے تم نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں عثمانؓ کے قتل سے قبل ہی مدینہ سے چلا جاؤں تو اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ چھوڑ کر جانا چاہتے تو ہمیں بھی اسی طرح گھیر لیا جاتا جیسے عثمانؓ کو گھیر لیا گیا تھا۔ لہٰذا بہترین حل یہ تھا کہ قاتلین کے اشاروں پر چلا جائے، تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک خلافت قبول نہ کروں جب تک تمام شہروں کے لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں تو دراصل بیعت اہل مدینہ کی بیعت ہے (یہ ہر جگہ نمائندے

ebooks.i360.pk

کمزور کرنا ایک حماقت ہے گا، اور میں یہ پسند نہ کرتا تھا کہ یہ خلافت ہم لوگوں کے ہاتھوں سے نکل جائے۔

تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ زبیرؓ و طلحہ اور دیگر لوگوں کو خود صلح کر لینے دو تو یہ اہل اسلام کے لئے بہت بڑی کمزوری کا سبب ہوتا۔

اللہ کی قسم مجھ پر شروع سے قہر توڑے جاتے رہے اور جب خلافت ملی تو وہ بھی ناقص۔ میرے نزدیک ان مخالفین کی کوئی حیثیت نہیں۔

تم نے جو یہ کہا تھا کہ میں گھر بیٹھ جاؤں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جب لوگ میرے ساتھ ہوں اور میں اس گوہ کی طرح کیسے چھپ کر بیٹھ جاؤں جسے ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہو۔ اور اس گوہ کو پکڑنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہاں گوہ موجود ہی نہیں۔ اور جب شکاری واپس چلے جائیں تو وہ باہر نکل آئے۔ اور جب یہ خلافت مجھے مل گئی تو میں اس کی فکر نہ کروں گا تو اور کون اس کی فکر کرے گا۔

اے میرے بیٹے اب تم ان مشوروں سے باز آجاؤ۔ تاریخ طبری ج ۲۔ ج ۲ ص ۸۲۔

ہمیں اس روایت میں بظاہر کوئی ایسا عیب نظر نہیں آتا جو اس پر تنقید ضروری ہو۔ ہاں اس روایت میں صرف ایک جملہ ہے جو خلاف واقعہ ہے اور کم از کم اہل سنت کا نظریہ تو یہی ہے کہ حضرت علیؓ پر کسی قسم کا کوئی قہر نہیں توڑا گیا . . . .

اب اگر کسی فرقے کے نزدیک حضرت علیؓ پر قہر توڑا جاتا رہا۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان پر ظلم توڑتے رہے۔ تو پھر یہ سب ہی حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے رہے۔ اور حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سوا کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اور اہل مدینہ ان کی بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں . . . . ورنہ اہل مدینہ میں سے سعد بن ابی وقاصؓ، ابن عمرؓ، عبیداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمان بن ابی بکرؓ، زبیرؓ اور ان کی اولاد، طلحہ اور ان کا خاندان۔ زید بن ثابت۔ ابوسعید خدری۔ جابر بن عبداللہ اور سہل بن سعد وغیرہ حضرات نے حضرت علیؓ کا کیوں ساتھ نہیں دیا۔ اور یہ تمام حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے

ebooks.i360.pk

رہے۔ اگرچہ حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سوا کسی کی رائے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

اس واقعہ سے چند امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ ابتدا ہی سے خلافت کے متمنی تھے۔ اور اس کے حصول کے لئے ہر اقدام کرنے کے لئے تیار تھے اور اگر کوئی ان کو صحیح مشورہ دیتا تو تمنائے خلافت میں اسے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

۲۔ حضرت حسنؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت عبداللہؓ بن سلام اور قیسؓ بن سعد کے مختلف مشورے۔ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے صحابہ میں سے کسی کے مشورے کو قابل اعتنا تصور نہ کیا۔ بلکہ اس اختلاف کو تلوار کے زور سے ختم کرنا چاہا۔ نتیجۃً اس نے ایک سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔

۳۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ کے حامی نہ تھے۔

۴۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ سے زیادہ سمجھ دار تھے۔

طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ میں اس روایت پر کوئی تنقید نہ کروں اور اسلام کے ٹھیکہ داروں کے روبرو بطور تحفہ پیش کر دوں۔ لیکن مجھے عوام الناس کے ذہن خراب نہیں کرنے ہیں۔ بلکہ انھیں یہ بتانا مقصود ہے کہ تاریخ اسلام جس چڑیا کا نام ہے۔ یہ چڑیا ایک خاص قسم کے ذہن کے لوگوں نے بنو عباس کے دور میں تیار کر کے ہوا میں اڑائی تھی اس پر یقین کرنا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے اور علی الخصوص صحابہؓ کے معاملہ میں۔

صحابہؓ کرام کے بارے میں اس تاریخ سے فیصلہ کرنا اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم قرآن و سنت کو خیرباد کہہ دیں۔ کیونکہ قرآن نے صحابہ کا جو مقام بیان کیا ہے وہ تاریخ کے ان نظریات کے قطعاً مخالف ہے۔ یا ہمیں قرآن چھوڑنا ہوگا یا اس تاریخ کو خیرباد کہنا ہوگا جو محمد بن اسحاق۔ سلمۃ بن الابرش محمد بن حمید الطبری۔ مسعودی۔ واقدی وغیرہ جیسے رافضیوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔

ہم تاریخ کے اس حصہ کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں جس سے صحابہ کی اس عظمت میں فرق

ebooks.i360.pk

آنا ہو جو قرآن نے ان کی بیان کی ہے۔ اور پھر تاریخ پر یہ فیصلہ کہ ہم راویوں کی تحقیق و تنقید بھی نہ کریں۔ اور من و عن اسے قبول کرتے جائیں۔ یہ دعویٰ ایک سبائی کی زبانی تو برداشت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس شخص کے لیے ہرگز یہ مناسب نہیں جو اپنی پیشانی پر اہل سنت کا لیبل چپکائے ہو۔ کم از کم اس لیبل کا تو خیال کرنا چاہیے۔ ورنہ اب تو بہت سے افراد یہ بھی کہتے ہیں کہ . . . . . صاحب نے زندگی کا بیشتر حصہ تقیہ میں گزارا اور آخر میں خلافت و ملوکیت پر کتاب لکھ کر تقیہ کے جامہ سے باہر آئے اور خمینی کی امامت کو تسلیم کر کے مرتے وقت اپنی سبائیت کا ثبوت پیش کر گئے۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی۔ لیکن ان کی خلافت و ملوکیت نے قوم کو نقصان عظیم پہنچایا۔ حتیٰ کہ اس کتاب کا سب سے بڑا فساد یہ ظاہر ہوا کہ یہ جماعت خمینی کی امامت کی بھی قائل ہو گئی۔ اگرچہ اب خانہ کعبہ کے ہنگامہ سے اس میں اب کچھ سختے پڑے ہیں اب آئیے اس روایت کے راویوں پر بھی اچٹتی سی نظر یہ ڈال لیں۔

سیری بن اسمٰعیل اس روایت کا اولین راوی سیری ہے جس نے یہ تمام تفصیلات لکھ کر طبری کے پاس روانہ کی ہیں۔

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

سیری بن اسمعیل الہمدانی الکوفی متروک الحدیث ہے۔ تقریب ص۱۱۶

نسائی کتاب الضعفاء میں تحریر کرتے ہیں۔

سیری بن اسمٰعیل کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے شعبی سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحیٰ بن سعید القطان کا قول ہے کہ اس کا جھوٹا ہونا تو کھلی مجلس میں ظاہر ہو چکا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۵۶

بخاری لکھتے ہیں۔ سیری بن اسمٰعیل کوفی متروک الحدیث ہے۔ الضعفاء الصغیر ص۵۲

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سیری بن اسمٰعیل شعبی سے روایات کرتا ہے۔ یحیٰ ابن سعید کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں اس کا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔ امام احمد کا قول ہے لوگوں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ نسائی کہتے

ebooks.i360.pk

ہیں متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ ص۱۱۷۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔

سری بن اسمٰعیل شعبی سے روایت کرتا ہے۔ اس سے جریر، یزید بن ہارون اور ہیاج بن بسطام وغیرہ سے روایات لی ہیں۔ عمرو بن علی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمان بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو یہ فرماتے سنا کہ جریر بن عبدالحمید سے اس سری کی کوئی روایت نہ لکھو۔ ابن المبارک نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ سری بن اسمٰعیل قوی نہیں۔ لیکن مجھے عیسیٰ الحناط سے زیادہ پسند ہے۔ ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

عباس بن محمد الدوری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ سری کچھ نہیں۔

عبدالرحمان کا بیان ہے کہ میرے والد ابو حاتم سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ردی ہے۔ زکریا بن ابی زائدہ اور مجالد سے کم ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص۲۸۲۔

اس قصہ کا دوسرا راوی سیف بن عمر والتمیمی ہے۔ یہ بھی کوفہ کی یادگار ہے۔ مؤرخ ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں تاریخ میں اچھا ہے لیکن ابن حبان کا کہنا ہے یہ بدترین انسان ہے۔ تقریب ص۱۴۲۔

بخاری لکھتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص۵۱۔

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سیف بن عمرو بنو ضبہ قبیلہ کی ایک شاخ اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس کا تعلق بنو تمیم سے ہے۔ یہ ہشام بن عروہ اور دیگر مجہول راویوں سے روایات نقل کرتا ہے۔

ebooks.i360.pk

مشہور مؤرخ ہے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے بلکہ ایک پیسہ بھی اس سے بہتر ہے
ابوداؤد کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ تو زندیق
ہے۔ اسلام کا دشمن ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں ابن نمیر
کہتے ہیں یہ تو روایات وضع کیا کرتا تھا۔ یہ زندیق ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۵۔

شعیب اس روایت کا تیسرا راوی شعیب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کے باپ کا نام
ابراہیم ہے۔ اس سے سیف روایات نقل کرتا ہے۔ مجہول ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۷۵

یہ ہے طبری کا وہ تحقیق شدہ مواد جو چھان پھٹک کر جمع کیا گیا ہے۔ اسی لیے تو یہ اصول
وضع کیا گیا کہ اگر تاریخ میں رجال کی تحقیق اور علل کو اپنایا گیا تو پھر اتنی طویل کتابیں کیسے تیار
ہوں گی۔ اور خلافت و ملوکیت جیسی نامی کتابیں کیسے وجود میں آئیں گی۔ ہم تو اللہ کے شکر گزار
ہیں کہ عوام کے سامنے مؤرخین اور ان کے راویوں کے نجس چہرے سامنے آ گئے۔

سب سے اوّل حوض پر حضرت علیؓ آئیں گے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے حوض
پر وہ آئے گا جو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا۔ یعنی علیؓ بن ابی طالب ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث
صحیح نہیں۔

ابومعاویۃ الزعفرانی:۔ امام احمد فرماتے ہیں ابومعاویۃ الزعفرانی حدیث میں کچھ نہیں۔ نسائی
کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ بخاری و مسلم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث
ردی ہوتی ہے۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ابوعلی بن محمد کا بیان ہے کہ یہ حدیث وضع کیا
کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۷

اس روایت کو ابومحمد الزعفرانی کی طرح سیف بن محمد نے بھی نقل کیا ہے اور سیف تو
ابومعاویہ سے زیادہ بدمعاش ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۷

ebooks.i360.pk

ذہبی نے میزان میں اس ابومعاویہ کے حال میں تحریر کیا ہے کہ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ نیشاپور اور بغداد جا کر اس نے حمید اور ابن عون سے روایات نقل کر کے بیان کیں۔ اس سے صنعانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

عبدالرحمان بن مہدی اور ابوزرعہ نے اسے کذاب کہا ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس کی حدیث چلے کارہ ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاکم نے مستدرک میں اس کی ایک منکر حدیث نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۸۳۔ نسائی لکھتے ہیں عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی متروک الحدیث ہے۔ بدوی ہے۔ نیشاپور چلا گیا تھا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۶۸۔ دارقطنی لکھتے ہیں اس عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی کی کنیت ابومعاویہ۔ بصرہ کا باشندہ ہے لیکن نیشاپور چلا گیا تھا۔ متروک ہے الضعفاء و المتروکین دارقطنی صفحہ ۱۱۱

سیف بن محمد الکوفی۔ یہ سفیان ثوری کا بھانجا ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں۔ یہ عاصم احول اور اعمش سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمود بن خداش احمد بن ابی سریج اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ سیف کذاب ہے۔ عثمان نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ کذاب خبیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خود تو کذاب ہے۔ لیکن اس کا بھائی عمار ثقہ ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ سیف اور عمار ہر دو سفیان ثوری کے بھانجے ہیں لیکن دونوں قوی نہیں بلکہ قوی ہونے کے قریب بھی نہیں۔

میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۶

دارقطنی لکھتے ہیں سیف بن محمد سفیان ثوری کا بھانجا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اعمش احصین اور ثوری سے روایت کرتا ہے متروک ہے، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صفحہ ۱۰۳۔ محشی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد کہتے ہیں کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔

ebooks.i360.pk

ابوحاتمؒ کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابن حبان کہتے ہیں انسان جب بھی اس کی حدیث سنے تو اسے اس کی گواہی دینی چاہیئے کہ یہ روایت اسی سیف نے وضع کی ہے۔ حاشیہ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص۱۱۰

نسائیؒ لکھتے ہیں کہ سیف بن محمد ثقہ اور مامون نہیں ہے متروک ہے۔

کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۵۰

اے علیؓ تو میرا وارث ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علی تو میرا وارث ہے۔

غالباً ابن عباسؓ نے یہ بات خلفاءؓ ثلثہ کے اٹھ جانے کے بعد کہی ہوگی ورنہ ہم نے تو تاریخ طبری میں یہ پڑھا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کیا تو وہ بصرہ کا تمام خزانہ اپنے ساتھ لے گئے اور یہ بھی کہتے چلے گئے کہ ابھی تو میں نے اپنا حق وصول بھی نہیں کیا۔

اس لحاظ سے ابن عباسؓ خود کو وارث سمجھتے تھے۔ اصل بات ہے کہ یہ سب جھوٹ بغیر اسکیم کے تیار ہوا۔ ورنہ شاید یہ اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ روایت مامون کے زمانہ تک خلفاء بنی عباس میں چکر کاٹتی رہی۔ اور کسی عباسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ وراثت لوٹا دیتا۔ بلکہ جو اولاد علیؓ میں سے وراثت کا لعرہ لگا کر مقابلہ پہ آرہے تھے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔

ابن الجوزی لکھتے ہیں یہ روایت ابنزاری نے تیار کی ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص۳۲۶۔ ابنزاری صاحب کا حال ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بقول حضورؐ نے معراج میں جنت کے سب پھل کھائے ان سے آپ کی پشت میں پانی تیار ہوا۔ واپس آکر خدیجہؓ سے ہم بستر ہوئے اور فاطمہؓ وجود میں آئیں۔ اور چونکہ معراج ہجرت سے ایک سال

ebooks.i360.pk

قبل ہوئی جب کہ خدیجہ وفات پا چکی تھیں۔ لہٰذا پہلے آپ چراغ لے جائیے کر یہ تلاش کیجئے کہ فاطمہؓ کی والدہ کون ہیں۔

ثانیاً اس اعتبار سے جب فاطمہؓ ڈھائی سال کی ہوئیں تو حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اس طرح فاطمہؓ اپنے بیٹے حسنؓ سے بقول شیعہ زیادہ سے زیادہ سات تین سال بڑی تھیں۔ اسے سنو تم اب بھی نہیں سمجھے تو تم کو خدا سمجھے۔

علیؓ کی خلافت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اس رات حضورؐ کے ساتھ تھا جس رات جنات آئے حضورؐ لمبے لمبے سانس لینے لگے اور فرمایا میرا سانس رک رہا ہے اے ابن مسعودؓ۔ میں نے عرض کیا تو آپ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کسے خلیفہ بناؤں۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے جب ایک ساعت گذر گئی تو آپؐ نے پھر زور زور سے سانس لینا شروع کر دیئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان کیا بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرا سانس رکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا تو جلدی سے آپ خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کس کو میں نے عرض کیا علیؓ بن ابی طالب کو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم علیؓ کی اطاعت کرو گے تو سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

تاریخ میں لیلۃ الجن کے نام سے جو واقعہ مشہور ہے وہ ابتداء نبوت میں ہے اور کوئی صحابی اس میں شریک نہ تھا مگر آپؐ واقعتاً علیؓ بن ابی طالب کو اس وقت خلیفہ بنا رہے تھے تو خود شیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ تو علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے لیکن لوگوں کے ڈر سے ایسا نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ غدیر خم کے موقع پر آپؐ کو ڈانٹ پلائی گئی تو آپ نے اعلان فرمایا۔ اور لیلۃ الجن کے موقع پر حضرت علیؓ خود بچے تھے اور اس وقت تک وہ حضورؐ کے داماد بھی نہ بنے تھے۔ بلکہ بقول شیعہ حضرت فاطمہؓ بھی پیدا نہ ہوئی تھیں۔

ebooks.i360.pk

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور تمام الزام مینا پر واقع ہوتا ہے۔

مینا:- اور مینا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کا غلام ہے حد درجہ غالی شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مینا ثقہ نہیں ہے یہ تو اپنی ماں کی پیشاب گاہ چاٹتا رہا یہاں تک کہ اس نے صحابہ کرام کے بارے میں بھی بولنا شروع کر دیا۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۲۳۔ یہ غالی شیعہ تھا۔ تمام ناقدین حدیث اس کے کذاب ہونے پر متفق ہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفاء للدارقطنی ص ۳۷۵ کتاب الضعفاء للنسائی ص ۱۰۰۔

یہ تو عبد الرزاق بن ہمام کے دادا کا حال تھا۔ عبد الرزاق کا تفصیلی حال پہلے عرض کیا جا چکا ہے حتی کہ یحییٰ بن معین جیسا منصف انسان بھی یہ کہہ اٹھا کہ (اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جائے گا تو ہم اس کی روایت ترک نہ کریں گے) غالباً ہمارے قارئین مرتد ہونے کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے لیکن یہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ دادا اور اس کے پوتے کے حال سے تو ہم واقف ہو گئے لیکن درمیان کی کڑی یعنی بابا جان کا کیا حال ہے۔ کیونکہ یہ روایت اپنے بابا جان کے واسطے سے پیش کر رہے ہیں تو اس کا حال بھی امام ذہبی کی زبانی سن لیجئے۔

ہمام:- یہ عبد الرزاق کے والد ہیں۔ ان سے عبد الرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔ ان کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۳۰۹۔

اے علی رضی اللہ عنہ جب تم عائشہ رضی اللہ عنہا پر غالب آؤ تو اسے اس کی جگہ پہنچا دینا

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ عنقریب تیرے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک معاملہ پیش آئے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے دوبارہ عرض کیا میرے ساتھ۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت تو میں سب سے بڑا بدبخت ہوں گا۔ آپ نے فرمایا

ebooks.i360.pk

نہیں ، (یعنی تم بدبخت نہیں ہو گے) لیکن جب ایسا واقعہ پیش آئے تو عائشہؓ کو امن کی جگہ لوٹا دینا ۔ مسند احمد ج ۶ صفحہ ۳۹۳

ابو اسماء :- حضرت ابو رافعؓ سے یہ کہانی نقل کرنے والے ابو اسماء مولیٰ بنی جعفر ہیں ۔ اتفاق سے مجھے ان کا حال تلاش کے باوجود نہیں ملا ۔

محمد بن ابی یحییٰ :- ابو اسماء سے یہ کہانی نقل کرنے والے محمد بن یحییٰ سمعان الاسلمی ہیں مدینہ کے باشندہ تھے ۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم اور قطان نے روایات لی ہیں ۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ قطان نے اس پر کلام کیا ہے ۔ میزان ج ۴ صفحہ ۶۲

اس کے علاوہ کوئی اور محمد بن ابی یحییٰ مجھے کہیں نظر نہیں آیا ۔

فضیل بن سلیمان :- یہ نمیری بصری ہیں ۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں ۔ انہوں نے منصور بن ابی صفیہ ، عمرو بن ابی عمرو اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات لی ہیں ۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں ، یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ یہ کمزور ہے ۔ پھر ابن عدی نے اس کی چند احادیث گنوائیں جن میں غرابت پائی جاتی تھی میزان ج ۳ صفحہ ۳۶۱ رہے امام احمد کے استاد حسین بن محمد وہ بھی بہت سے ہیں جن میں سے کچھ ثقہ ہیں اور کچھ ضعیف ہیں ۔

ہمارے نزدیک یہ روایت ابو اسماء مولیٰ بن رافع نے وضع کی ہے جس کا کوئی اتہ پتہ معلوم نہیں ۔

پیتل کا بت اکھاڑنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے یہاں تک ہم خانہ کعبہ پہنچے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپ میرے مونڈھے پر چڑھ گئے میں آپ کو لے کر اٹھنے لگا لیکن مجھے کمزوری محسوس ہوئی ۔ آپ نیچے اتر آئے اور خود بیٹھ گئے ۔ اور فرمایا میرے

ebooks.i360.pk

مونڈھے پر چڑھ جاؤ میں آپؐ کے مونڈھے پر چڑھ گیا اور آپؐ مجھے لے کر کھڑے ہوئے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں آسمان کے افق کو چھو لوں گا۔ غرض میں خانہ کعبہ کی چھت پر سوار ہو گیا۔ اور ایک پیتل یا تانبے کا بت تھا۔ میں نے اسے دائیں بائیں آگے پیچھے زور سے ہلایا یہاں تک کہ میں نے اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اسے پھینک دو۔ میں نے اسے نیچے پھینک دیا۔ وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جیسے شیشہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ پھر میں اوپر سے اتر آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ لگاتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم مکانوں کے درمیان روپوش ہو گئے۔ ہمیں ڈر تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴۔

واقعہ کی نوعیت سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپؐ مکہ میں مقیم تھے کیونکہ بت کو گرانے کے بعد چھپنے کا مطلب بغیر اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ ایک خفیہ سے وہ روپوش رہنا چاہتے ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرزمین مکہ میں اس قسم کی کوئی حرکت کی جاتی تو اس کا شبہ لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا۔ لہٰذا یہ اصل واقعہ پر پردہ ڈالنے والی بات ہے۔ تاکہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جا سکے کہ کعبہ کے بت اکھاڑنے والے سب سے پہلے علیؓ ہیں۔ حالانکہ اگر ہجرت سے قبل اس قسم کا حادثہ رونما ہوتا تو اہل مکہ حضورؐ کو ہرگز نہ بخشتے۔ لیکن راوی اس حصہ کو کھا گیا۔

ہم پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں کہ جس شخص کو حضورؐ نے کاندھے پر اٹھایا تھا وہ علیؓ بن زینبؓ تھے۔ علیؓ بن ابی طالب نہ تھے اور یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا تھا۔ راوی اس بات کو تسلیم نہ کر سکے انہوں نے اس واقعہ کو حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ جوڑ دیا لیکن قصہ گھڑتے وقت یہ بھول گئے کہ ہجرت سے قبل یہ ممکن ہی نہ تھا۔

۲۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ پیتل یا تانبے کا بت یا برتن وہ کبھی شیشہ کی طرح چکنا چور نہیں ہوتا۔ بے شک اس کی صورت و ہیئت تو بگڑ جائے گی لیکن وہ اس طرح ٹوٹتا نہیں۔ اور ہم حضرت علیؓ

ebooks.i360.pk

گو اتنا کم عقل تصور نہیں کرتے جو اتنی بات بھی نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس واقعہ کے راوی نے کبھی پتیلی یا تانبے کا برتن بھی نہ دیکھا ہو۔ اور چونکہ ہم ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان دھاتوں کی خصوصیات سے بھی واقف ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کعبہ کی بلندی سے جو بت ہٹا کر پھینکا گیا تھا وہ شیشہ کا بنا ہوا ہو۔ لیکن اس کی آواز خود اتنی ہیبت ناک ہوگی کہ قرب و جوار کے سیکڑوں لوگ اٹھ گئے ہوں گے۔

ابومریم :- حضرت علیؑ سے اس کہانی کو نقل کرنے والا ایک ابومریم ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ میں ابھی تک اس کے حال سے باخبر نہیں ہو سکا۔

نعیم بن حکیم :- ابومریم سے یہ کہانی نقل کرنے والا نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد میں مروی ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ ابومریم سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۶۸

اسباط بن محمد القرشی :- کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق موالی قریش سے ہے۔ اعمش اور ایک جماعت سے اس نے حدیث روایت کی ہے۔ اس سے امام احمد اور ابن نمیر وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ مصنفین صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن عمار الموصلی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے تین ہزار روایات سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن اہل کوفہ اسے ضعیف کہتے

نسائی کا بیان ہے کہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اسے بسا اوقات وہم ہوتا ہے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن مبارک سے اسباط اور ابن فضیل کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ خاموش ہو گئے لیکن چند روز کے بعد جب مجھے دیکھا تو بولے اے حسن ہم اپنے ساتھیوں کو ان دونوں سے راضی نہیں پاتے۔

ebooks.i360.pk

ابن سعد کا بیان ہے کہ اس کا سنہ ۳۲ھ کی ابتدا میں انتقال ہوا۔ ہارون بن حاتم کا بیان ہے کہ یہ ۱۵ھ میں پیدا ہوا۔

آخری وصیتیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ایک طباق لاؤ جس میں ایسی باتیں تحریر کر دی جائیں کہ امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ یہ پیدا ہوا کہ حضور اس سے قبل ہی وفات نہ پا جائیں۔ لہٰذا میں نے عرض کیا آپ ارشاد فرمائیں میں ہوشمندی کے ساتھ یہ باتیں یاد رکھوں گا۔ آپ نے نماز، زکوٰۃ اور لونڈی غلاموں کے بارے میں وصیت کی۔ مسند احمد ج ۱ ص ۹۰

اصل میں تقیہ جزو ایمان ہے۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے تقیہ فرما لیا۔ اور عام باتوں کا حکم دے کر چلتا کر دیا۔ حالانکہ وفات کے وقت کچھ پوشیدہ امور بیان کرنے چاہتے تھے لیکن اتفاق یہ پیش آیا کہ حضرت علیؓ وہاں موجود ہی نہ تھے۔ بخاری نے اسود بن یزید سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے ام المومنین عائشہؓ کے روبرو اس کا تذکرہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضرت علیؓ کو کب وصیت کی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی کہ آپ نے پانی کا طشت مانگا اور میری گود میں جھک پڑے مجھے معلوم بھی نہ ہو سکا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ تو انہوں نے وصیت کس وقت کی تھی۔ بخاری ج ۱ ص ۳۸۲

یعنی وفات کا آخری وقت حضرت عائشہؓ کے پاس گزرا۔

یہ بھی حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ام المومنینؓ کے سینہ پر ٹیک لگائے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی عبدالرحمانؓ کو بلا لے تاکہ میں ان کے لئے کچھ لکھ دوں۔ میں نے اٹھنا چاہا لیکن آپ اپنے سہارے نہ بیٹھ سکتے تو آپ نے فرمایا اچھا رہنے دے کیونکہ اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے

ebooks.i360.pk

اسی لیے تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر تقیہ کر لیا ہوگا۔ اور پھر صحابہ بھی تقیہ کئے رہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کبھی خلیفہ نہ بننے دیا۔ اور یہ تقیہ قاتلین عثمانؓ کے ذریعہ ختم ہوا۔ چونکہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ ہے۔ لہٰذا ہم آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔

سورۃ توبہ کا قصہ

زید بن یثیعؔ نے حضرت ابوبکرؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہل مکہ کے پاس سورت براءت دے کر روانہ کیا کہ یہ سورۃ اہل مکہ کو سنا دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے اور جنت میں مسلم کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور جس کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے درمیان کوئی مدت معین ہو تو وہ اپنی مدت تک برقرار رہے گا۔ اور اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ابوبکرؓ لوگوں کو لے کر تین رات تک چلے۔ پھر آپ نے علیؓ سے فرمایا جاؤ ابوبکرؓ سے ملو اور اسے میرے پاس بھیج دو اور تم خود اہل مکہ کے سامنے اس اعلان کو پہنچاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ علیؓ نے یہی کیا۔

ابوبکرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے تو رونے لگے اور بولے یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی (بات) نازل نہیں ہوئی لیکن مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان آیات کو میرے یا اس شخص کے علاوہ کوئی نہ پہنچائے جو مجھ سے ہو۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳

زید بن یثیع الہمدانی ۔ حضرت علیؓ اور ابوذرؓ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے ابواسحاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ اس کی روایات ترمذی اور مسند احمد میں پائی جاتی ہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ

ذہبیؔ نے اس کے علاوہ کچھ تحریر نہیں کیا لیکن میزان میں ذکر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں آج تک اس کی جتنی روایات نظر آئی ہیں ان سب کا

ebooks.i360.pk

تعلق فضائل علیؓ سے ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی سبائی بچہ ہے۔

اتفاق سے اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جو تشیع کے اثرات سے پاک ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابو بکرؓ جب درمیان حج سے واپس آ گئے تو ان کے حج کا کیا ہوا۔ راوی اپنے جھوٹ میں یہ بھی بھول گیا کہ اس طرح سے زبردستی ایک حج قضا ہو جائے گا۔ اور اس حج کی ادائیگی کا کہیں ذکر نہیں۔

اس مضمون کی ایک اور روایت حنش نے حضرت علیؓ سے نقل کی ہے جس کی صورت یہ ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت برأت کی دس آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بلایا اور انہیں اس کام کے لئے بھیجا کہ جا کر یہ آیات اہل مکہ کو سنائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور فرمایا تمہیں ابو بکرؓ جہاں ملیں ان سے دستاویز لے لینا اور اسے اہل مکہ کے پاس لے کر جانا اور انہیں پڑھ کر سنانا۔ ابو بکرؓ سے میں جحفہ میں پہنچ کر ملا۔ ان سے دستاویز لی۔ ابو بکرؓ وہیں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا۔ حضور نے فرمایا نہیں لیکن جبریلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے فرمایا۔ آپ کی طرف سے کوئی شخص اس امر کو ادا نہیں کر سکتا یا تو آپ خود کریں گے یا آپ کے خاندان کا کوئی فرد کرے گا۔ مسند احمد ج ا ص ۱۵۱

حنش:۔ اس روایت کو حضرت علیؓ سے نقل کرنے والا حنش نامی حضرت علیؓ کا شاگرد ہے جو حنش الصنعانی کے لقب سے مشہور ہے۔ دمشق کا باشندہ ہے صنعان میں آ کر سکونت اختیار کر لی تھی۔ اسے ابن عبداللہ اور ابن علی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو رشدین ہے۔ افریقہ میں آ کر مقیم ہو گیا تھا۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

اس نے حضرت علیؓ۔ ابن عباسؓ، فضالہؓ بن عبید اور دیگر لوگوں سے روایات لی ہیں۔ اور اس سے بکر بن سوادہ۔ ابو کبیر الجلاح۔ قیس بن الحجاج اور اہل مصر روایات لیتے ہیں۔

اسے ابو زرعہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم نے بھی اسے نیک کہا ہے لیکن ابن حزم نے دیگر محدثین

ebooks.i360.pk

کو اسے حجت سمجھتے نہیں دیکھا۔ اس نے ۱۰۰ھ میں افریقہ میں انتقال کیا۔

سماک :- اس کی کنیت ابو المغیرہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

محمد بن جابر :- سماک سے نقل کرنے والا محمد بن جابر الیمامی الحنیفی ہے۔ حبیب بن ابی ثابت قیس بن طلق اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اس کے اساتذہ میں سے ایوب اور ابن عون۔ سفیان اور شعبہ جو اس سے مقدم ہیں اور بعد کے لوگوں میں لوین مسدد اور اسحاق بن اسرائیل وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ ابو حاتم لکھتے ہیں اس کا آخر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس کے لکھے ہوئے مسودات ضائع ہو گئے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ اس سے بھی زیادہ بدمعاش ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس سے تو وہی احادیث روایت کرے گا جو اس سے زیادہ شریر ہو گا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ دراصل یہ نابینا تھا۔ اس کی لکھی ہوئی یادداشتوں میں لوگ روایات ملاتے رہتے۔ اور جب اس کے سامنے ان روایات کا ذکر آتا وہ انہی کو بیان کرنا شروع کر دیتا۔

اسحاق بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن جابر سے ایک روز شریک کی ایک روایت کے بارے میں مذاکرہ کیا۔ میں نے اس کی دستاویز دیکھی تو دو سطروں کے درمیان عمدہ خط میں کچھ تحریر تھا۔

اس محمد بن جابر نے اعمش اور ابو الوداک کے واسطے سے حضرت ابو سعید سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہم میں قائم ہو گا۔ ہم میں منصور ہو گا۔ ہم میں سفاح ہو گا اور ہم میں مہدی ہو گا۔ قائم کو خلافت ایسے ملے گی کہ ایک ڈھال بھی خون بہانا نہ پڑے گا جہاں تک منصور کا تعلق ہے اس کا کوئی جھنڈا لوٹایا نہ جائے گا۔ سفاح خوب مال اور خون بہائے گا۔ اور مہدی زمین اس طرح عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہو گی۔

ebooks.i360.pk

یہ روایت خطیب نے قاسم عبد اللہ کے بارے میں نقل کی ہے۔ اور یہ خبر انتہائی منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۹۹

اس صورت حال کے بعد خود قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس روایت کا کیا حال ہوگا۔

ہاں ہمارے قارئین یہ ضرور ذہن نشین فرمالیں کہ یہ آخری روایت عبد اللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل نہیں کی بلکہ محمد بن سلیمان لوین سے نقل کی ہے۔ یعنی یہ روایت زوائد امام احمد میں ہے۔ اصل میں نہیں۔

ان دونوں روایات کا یہ حال ملاحظہ کرنے کے بعد اب ایک روایت بخاری کی بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ نے اس حج میں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر بنایا تھا ابو ہریرہؓ کو اس جماعت کا امیر بنایا کہ جو لوگوں میں یہ اعلان کر رہی تھی۔ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

حمید بن عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے علیؓ کو روانہ کیا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ لوگوں کو سورت براءت پڑھ کر سنائیں۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے ہمارے ساتھ مل کر قربانی کے دن سورہ براءت کا اعلان کیا۔ اور اس بات کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۷۱

اس روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نہ ابو بکرؓ واپس آئے تھے اور نہ حضرت علیؓ امیر کی حیثیت سے گئے تھے بلکہ صرف سورہ براءت سنانے کے لئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی برادری سسٹم قائم نہ تھا جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا ہو۔

اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرمایا

ebooks.i360.pk

عنقریب تم پر ایک جنتی داخل ہوگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تم پر ایک جنتی جوان داخل ہوگا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ عمرؓ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دیجئے۔ نتیجتاً علیؓ آگئے۔

مسند احمد صفحہ ۳۸۰ ج ۳

اوّل تو اس روایت میں متعدد عیوب ہیں۔

۱۔ اس کا ایک راوی عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب الہاشمی ہے۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ ایک جماعت نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی کتابوں میں ابن عقیل کا ذکر تک نہیں کیا لیکن احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے اسے حجت سمجھا ہے۔

ابوحاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اسے حجت نہیں سمجھتا۔ ترمذی کہتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن بعض حضرات نے حافظہ کے باعث اس پر کلام کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا حافظہ بہت ردی تھا۔ حدیث کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکتا لہٰذا اس کی روایات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ اور حمیدی اس کی حدیث کو حجت سمجھتے۔ لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ عبد اللہ بن عقیل نیک شخص تھا۔ عابد تھا، فاضل تھا لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ قابل اعتماد نہ تھا۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ سند میں اختلاف کرتا رہتا۔ فسوی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے لیکن اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۸۴

اس عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے یہ روایت شریک بن عبد اللہ نے نقل کی ہے۔ اس کا

ebooks.i360.pk

ہم تفصیلی حال بیان کر چکے ہیں کہ یہ نہایت بدبودار قسم کا رافضی تھا۔ اور میرے نزدیک اس روایت میں تمام گڑبڑ اسی نے پھیلائی ہے۔ اور اصل روایت اس طرح مروی تھی۔

حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں داخل ہوئے۔ اور مجھے باغیچہ کی نگرانی کے لئے متعین فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص اجازت طلب کرتا ہوا داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ اچانک دیکھا تو وہ ابوبکرؓ تھے۔ پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے بھی اجازت دو۔ اور جنت کی بشارت دو۔ دیکھا تو وہ عمرؓ تھے۔ پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا اسے بھی اجازت دو اور ایک بڑی آزمائش کے بعد جنت کی بشارت سنا دو۔ اتفاق سے وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ بخاری ج ا ص ۵۲۲۔

شریک نے پہلی گڑبڑ تو یہ کی کہ روایت کو ابوموسیٰؓ کے بجائے جابرؓ کی جانب منسوب کر دیا اور عثمانؓ کی بجائے علیؓ کا نام لے دیا حالانکہ ایک اور روایت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے۔ ان کے بعد پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور اس کے بعد ایک صحابی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہ دیتے تھے۔ بخاری ج ا ص ۵۲۳۔

الغرض اس روایت میں عثمانؓ کے بجائے علیؓ کا نام شریک بن عبداللہ نے اپنی جانب سے لگایا ہے۔ کیونکہ ابوداؤد والرمادی نے اس سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے۔ "کہ علیؓ خیر البشر ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا اس نے کفر کیا"۔ اس لحاظ سے یہ بھی اس کی کرم فرمائی ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام باقی رہ گیا۔

اللہ اعلیٰ ہے اور علیؓ علیؓ ہیں

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؓ نور سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اس سے دو ہزار سال قبل ہم عرش

ebooks.i360.pk

کے دائیں طرف تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمیں مردوں کی پشتوں میں ڈال دیا۔ پھر ہمیں عبدالمطلب کی پشت میں کیا۔ پھر ہمارے نام اپنے نام سے وضع کئے۔ پس اللہ محمود ہے۔ میں احمد ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے۔ اور علیؓ علی ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے وضع کیا ہے۔

جعفر بن احمد:- یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ جعفر احادیث وضع کرتا۔ الموضوعات ج ۱ صفحہ ۳۴۳۔ (اور لطف یہ ہے کہ اس جعفر کا دادا بھی علی تھا)

ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔

جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیابہ۔ اس کی کنیت ابوالفضل ہے۔ یہ ابن ابی العلاء کی کنیت سے مشہور ہے۔ ابن عدی نے اس کا نسب بیان کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے ۲۹۹ھ اور ۳۰۴ھ میں اس سے روایات لکھی تھیں اور میرا خیال ہے کہ اسی سن میں اس کا انتقال ہوا اس نے بہت سی موضوع احادیث بیان کی ہیں ہم اس پر وضع حدیث کا الزام لگاتے بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ یہ رافضی تھا۔

ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا۔

اس کے بعد ذہبی نے اس کی منکرات پیش کیں۔ میزان ج ا صفحہ ۔

صدیق اکبر حضرت علیؓ ہیں

جعفر بن محمد نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا میثاق (الست) میں میرے روبرو میری امت ذروں کی شکل میں پیش کی گئی مجھے پیش ہونے والوں کے نام بھی بتائے گئے اور ان کے باپوں کے نام بھی۔ تو سب سے اوّل جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی وہ علیؓ بن ابی طالب تھے۔ لہٰذا دنیا میں بھی

ebooks.i360.pk

مجھ پر سب سے اوّل ایمان لانے والا اور میری تصدیق کرنے والا علیؓ ہے۔ لہٰذا وہی صدیق اکبر ہے۔

یعنی یہ سنّیوں کا ایک فریب ہے کہ انہوں نے ابوبکرؓ کو صدیق اکبر بنالیا۔ ابن جوزی کا بیان ہے ہمیں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ روایت جناب ذارع نے تیار کی ہے۔

ذارع:۔ اس کا نام احمد بن نصر ہے ذارع کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۳

ذہبی لکھتے ہیں اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جو منکر ہیں۔ جو اس کے غیر ثقہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ دار قطنی کا قول ہے کہ یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۹

صدقہ بن موسیٰ بن تمیم:۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے حمید الطویل سے بھی روایات نقل کرتا ہے لیکن اس سے بجز ذارع کے کسی نے روایت نہیں لی۔ اور وہ کذاب ہے۔ بلکہ ذارع اکثر روایات اسی سے نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۳

ہمیں سبائی برادری سے صرف یہ سوال کرنا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؓ نابالغ تھے اور نابالغ کا ایمان اور عدم ایمان قابل مواخذہ نہیں ہوتا۔ اگر اس کے باوجود حضرت علیؓ کے ایمان کو اتنا ہی اچھالنا ہے تو حضورؐ کی صاحبزادیاں کس زمرے میں شمار ہوں گی۔

رہا صدیق اکبر ہونے کا مسئلہ تو اگر وہ اُس وقت بالغ ہوتے تو شاید یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔ جب کہ بیان کرنے والے یہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان ۲ھ میں جنگ بدر کے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۰ سال تھی تو اعلان نبوت کے وقت ان کی عمر پانچ سال ہوئی۔ ہاں بقول ملّا باقر جب وہ پیدائش کے تیسرے دن سورۃ المؤمنون کو اس وقت تلاوت کر سکتے ہیں جب کہ حضورؐ کو ابھی نبوت بھی نہ ملی تھی تو اس لحاظ سے بے شک وہ پہلے مومن ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں اشکال یہ واقع ہوگا کہ بقول ملّا باقر ان کی والدہ تو اس وقت ایمان لے آئیں تھیں جب حضرت علیؓ پیدا بھی